

تصوف کی حقیقت و اہمیت، ذکر کے فضائل و برکات
لطائف ستہ، اولیاء کی کرامات اور سلاسل کا شجرہ

دُکانِ عشق

ملفوظات حضرت خلیفہ غلام رسول قدس سرہٗ

خلیفہ مجاز
قطبِ وقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری نوراللہ مرقدہٗ

ضبط و ترتیب
حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ



دکانِ عشق

تصوف کی حقیقت واہمیت، ذکر کے فضائل و برکات
لطائف ستہ، اولیاء کی کرامات اور سلاسل کا شجرہ

ملفوظات حضرت خلیفہ غلام رسول قدس سرہ

خلیفہ مجاز
قطب وقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ

ضبط و ترتیب
حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مکتبہ لدھیانوی
18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
021-34130020, 0321-2115595, 0321,2115502
Shaheedeislam.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم



دُکانِ عشق

ملفوظات

حضرت خلیفہ غلام رسول قدس سرہٗ

خلیفہ مجاز

قطب وقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری نوراللہ مرقدہٗ

ضبط و ترتیب

حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ





عرضِ حال

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ذکاں مے فروش پہ سانک پڑا رہا
اچھا گزر گیا رمضان بادہ خوار کا!



شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ حضرت شیخ الحدیثؒ نے جواب میں فرمایا: تصوف کی ابتدا: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ''... اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے... سے ہوتی ہے، اور اس کی انتہا: ''اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ''... اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو تو یوں سمجھ لے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے... پر ہوتی ہے۔ اسی چیز کے حصول کے لئے اکابر اولیاء اللہ، صلحاء اور مشائخ عظام ساری زندگی محنت، جدوجہد، کوشش اور کاوش فرماتے ہیں اور یہ چیز اکابر کی صحبت، بزرگوں سے محبت اور ان کے ملفوظات کو حرزِ جاں بنانے سے ہی ملتی ہے۔

پیشِ نظر کتاب میرے دادا شیخ حضرت اقدس خلیفہ غلام رسول نوّر اللہ مرقدہٗ وبرّد اللہ مضجعہ خلیفہ مجاز حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے ملفوظات پر مشتمل ہے، جسے میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالسلام دامت فیوضہم نے جمع فرمایا تھا، اور حضرت مولانا محمد بلال حفظہ اللہ نے اس کا مقدمہ لکھا اور اس کو ترتیب دیا۔

پیشِ نظر کتاب کا یہ دُوسرا ایڈیشن ہے، اس میں مندرجہ ذیل اضافی کام کیا گیا ہے:

①:...اس کتاب کی نئی کمپوزنگ کرائی گئی۔

②:...احادیث کا متن بمع تخریج اصل ماٰخذ سے نقل کیا گیا۔

③:...کچھ ملفوظات جو پہلے ایڈیشن میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے، ان کا اضافہ کیا گیا۔

④:...پچھلے ایڈیشن میں حضرتؒ کے خطوط شامل نہیں تھے، اس ایڈیشن میں ان کو شاملِ اِشاعت کیا گیا ہے۔

⑤:...اس ایڈیشن میں ذِکرِ لسانی وذِکرِ قلبی کے آداب اور اس کا طریقہ نقل کیا گیا ہے۔

⑥:...شجرۂ طیبہ سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ وسلسلۂ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ حسینیہ کو اس ایڈیشن میں شامل کیا گیا ہے۔

⑦:...حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت فیوضہم کے سفرِ ہند، اکابر ومشائخ کے مزارات پر حاضری اور بزرگوں سے ملاقات کی رُوئیداد کو اس کتاب کا حصہ بنایا گیا۔

بندہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں ملتجی ہے کہ وہ اس حقیر سی محنت کو قبول فرمائے، اپنے اکابر کے فیوض وبرکات کا مستحق بنائے اور قارئین کو نفعِ دُنیوی اور اَجرِ اُخروی سے مالامال فرمائے۔

محمد اِعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر: ''ماہنامہ بینات''

جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

وامیر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کراچی

۱۴۳۳/۱۱/۱ھ





فہرست

''دُکانِ عشق''































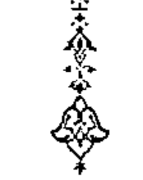


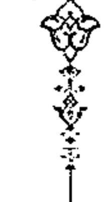










خطوط



اذکار سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ بمع شجرۂ مبارکہ

ہندوستان کا سفرنامہ

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

می نہ روید تخم دل از آب و گل
بے نگاہے از خداوندانِ دل

بندہ (مولانا محمد بلال حفظہ اللہ) کی سب سے پہلی ملاقات مملکت سعودیہ عربیہ کے دارالخلافہ ریاض میں حضرت ڈاکٹر عبدالسلام دامت برکاتہم خلیفہ مجاز اِمامِ تصوّف، جامع الفضائل، قطبِ وقت حضرت خلیفہ غلام رسول نوّر اللہ مرقدہٗ سے ہوئی، اور وہ ملاقات گویا دعوت وتبلیغ کی نسبت پر تھی، بعد میں وہی ملاقات حضرت ڈاکٹر صاحب زِید مجدہٗ سے تفصیلی تعارف اور تعلق کا ذریعہ بنی۔

بندہ جب اولیاء اللہ، اہل اللہ، اہلِ قلوب، صوفیاء عظام کی سوانح اور حالاتِ زندگی، ان کا تعلق مع اللہ اور ان کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ عشق ومحبت اور ان کی توجہ وصحبت کی تاثیر پڑھا کرتا تھا، تو دِل میں بارہا خیال آتا تھا کہ اب اس پُرفتن دور میں ہم گناہگاروں کو ایسی شخصیات کی زیارت اور ان کی صحبت سے اِستفادے کا موقع کہاں مل سکتا ہے؟ خصوصاً سلوک وتصوّف اور تزکیۂ نفس کے شعبے میں متقدمین بزرگوں کے حالات پڑھ کر اس زمانے میں اس قسم کے اہل اللہ اور اہلِ توجہ بزرگوں کی زیارت کے لئے قلب میں ایک اِضطراب کی کیفیت رہتی تھی۔ اور کبھی خیال آتا کہ شاید اس قسم کے اللہ والے کسی جنگل، صحرا، دیہات، جزیروں یا پہاڑوں کی غاروں میں

چھپے ہوئے ہوں گے، جن تک رسائی آسان نہیں۔ کبھی کبھی حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کی دُعا بھی مانگا کرتا تھا، اگر چہ دُنیا کسی زمانے میں بھی اللہ والوں کے وجود سے خالی نہیں رہی، اور جو موجودہ زمانے میں اہل اللہ ہیں، وہی ہمارے لئے سب کچھ ہیں۔ ان کی ناقدری، ان سے عدم اِستفادہ، محرومی اور خسرانِ عظیم ہے۔ یہی ہمارے لئے حضرت مجدّد الف ثانی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی اور حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند... رحمۃ اللہ علیہم... کے قائم مقام ہیں۔ جو اہل اللہ آج کے زمانے میں موجود ہیں، بعد والے ان کی زیارت کو بھی ترسیں گے، جیسا کہ آج ہم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، اُسوۃ الفقہاء، قدوۃ العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوّر اللہ مرقدہٗ، اور بانیٔ دار العلوم دیو بند، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہٗ، اور دونوں حضرات کے شیخ، شیخ العلماء وشیخ العرب والعجم، سیّد العرفاء، حجۃ اللہ فی زمانہ وآیۃ اللہ فی اوانہ الحاج محمد اِمداد اللہ قدس اللہ سرہٗ، حضرت حکیم الأمت مجدّدِ ملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مجدّدِ وقت صاحبِ مقاماتِ جلیلہ وکمالاتِ جزیلہ، موردِ الطافِ ربانیہ، حاملِ علومِ صمدانیہ، امیر التبلیغ الحافظ الحاج العلامۃ الشیخ محمد اِلیاس نوّر اللہ مرقدہٗ، داعیٔ کبیر حضرت مولانا محمد یوسف نوّر اللہ مرقدہٗ وغیرہ وغیرہ کی زیارت اور دیدار کی تمنا کرتے ہیں۔





بفضلہٖ تعالیٰ بندہ اپنے شیخ الاوّل قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا الکاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ، اور بندہ کے شیخِ ثانی حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن نوّر اللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی اور ان کی صحبت سے اِستفادے کا موقع ملا، اگر چہ اپنی نااہلیت کی بنا پر کما حقہٗ اِستفادہ نہ کر سکا۔ ہم سے بعد والے ان کی زیارت کو بھی ترسیں گے اور ان کے دیدار کی تمنا کیا کریں گے۔



اسی بنا پر بندہ کے دل میں تمنا تھی کہ متقدمین صوفیاء اور اہل اللہ میں سے کسی کی زیارت میسر آجاتی، جب حضرت ڈاکٹر موصوف سے بات چیت ہوئی اور انہوں نے اس

دوران اپنی کاپی سے حضرت مولانا احمد علی لاہوری نوّر اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ حضرت غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مجلسی گفتگو سنانی شروع کی تو دِل گواہی دینے لگا کہ شاید یہ وہی شخصیت ہیں جو متقدمین کی جھلک ہیں اور اپنے فن سلوک وتزکیہ کے ماہر ترین اور حاذق طبیب رُوحانی اور ذِکر اللہ کے نشیب وفراز سے خوب واقف ہیں۔

حضرت خلیفہ غلام رسولؒ کے واقعات اور ملفوظات رات دیر تک سنتا رہا اور محظوظ ہوتا رہا، اور محوِ حیرت ہوتا چلا گیا، جوں جوں واقعات وملفوظات سنتا گیا اتنا ہی حضرت خلیفہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی طلب اور پیاس بڑھتی چلی گئی، چنانچہ ڈاکٹر صاحب زِید مجدہٗ سے یہ بات طے ہوئی کہ پاکستان جا کر ان کی رہبری میں ملاقات کے لئے ترتیب بنائیں گے۔ اِنتظار کی گھڑیاں گزرتے گزرتے وہ دن زندگی میں اللہ تعالیٰ نے دِکھایا کہ رائے ونڈ مرکز تبلیغ سے رات عشاء کے بعد لاہور سے بذریعہ بس ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف سفر شروع ہوا، فجر کی نماز ڈیرہ اسماعیل خان کے مدرسہ نعمانیہ میں پڑھی، مدرسے کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین دامت برکاتہم تلمیذِ رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نے ناشتہ کرایا اور پھر کچھ آرام کے بعد منزلِ مقصود کے لئے روانہ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ شہر سے دُور ایک دیہات ''لعل ماہڑہ'' نامی بستی میں سکونت پذیر تھے، شہر سے کچھ کھانے پینے کا سامان خریدا، پوچھنے پر بتایا گیا کہ حضرت کے یہاں غربت ومسکنت اِنتہا درجہ کی رہتی ہے، اس بات نے دِل پر ایک اور اثر ڈالا، حضرت کی محبت مزید بڑھتی چلی گئی، پھر حضرت خلیفہ صاحبؒ کے دیہات میں داخل ہوئے تو گھر اِنتہا درجہ خستہ اور راستہ کچا تھا، بارش ہونے پر راستہ بند ہونے کا خطرہ بتایا گیا۔

حضرتؒ کے دولت خانے پر حاضری دی، حضرتؒ کی آمد کے اِنتظار واِضطراب کی گھڑیاں عجیب کیفیت کے ساتھ گزر رہی تھیں، اور ایک عجیب قسم کا حضرت کی طرف انجذاب اور کشش بڑھ رہی تھی، اسی دوران حضرتؒ مجلس میں رونق افروز ہوئے، ایک

نحیف وضعیف جسم، دو آدمیوں کے سہارے مجلس میں تشریف لائے، حضرتؒ کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا، حضرتؒ کو اپنا تعارف کرایا، جس کو سن کر حضرتؒ نے خوشی کا اظہار فرمایا، خاص طور پر مدینۃ الرسول... صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم... کا نام سن کر حضرتؒ نے سر جھکا لیا اور پھر محبتِ رسول کی باتیں کرنا شروع فرمادیں۔ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب دامت برکاتہم نے اسی ملاقات میں یا بعد کی کسی ملاقات میں ارشاد فرمایا:

''میرا سلام مدینہ کی گلیوں، دیواروں، پہاڑوں کو کہہ دینا، کیونکہ ان پہاڑوں پر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی ہے، وہ ارضِ مقدس، مقدس زمین اور شہر ہے، بڑا پیارا ملک ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اَدب کی توفیق دے، مدینہ کے کتوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھو۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اے اللہ! مجھے مدینہ کے کتوں میں شمار کرنا۔ آپ کا مقام مہاجرین کا ہے، آپ نے کراچی سے مدینہ طیبہ ہجرت کی ہے، ہمارے لئے ہمیشہ دُعا کرتے رہا کرو، جب بھی دربارِ نبوّت میں حاضری ہو، دربارِ نبوّت میں میرا صلوٰۃ وسلام عرض کرو، یاروں کو بھی سلام کہہ دو، بقیع والوں کو، ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، شیخ الحدیث قطب الاقطاب کو بھی میرا سلام عرض کرو، اُحد کے پہاڑوں کو بھی میرا سلام دو، اصحابِ اُحد... رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین... کو بھی سلام دو، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آپ کی زندگی میں ہو جائے، ان کو بھی میرا سلام کہو (اس کے بعد کی گفتگو کتاب میں تفصیل سے آئے گی)۔''

اندازِ گفتگو ایسا تھا کہ صاف محسوس ہوتا تھا کہ یہ صرف قال نہیں، بلکہ حضرتؒ کا حال بھی ہے، اور مدینہ اور صاحبِ مدینہ... صلی اللہ علیہ وسلم... کی محبت دل میں گھلتی چلی

جارہی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ واقعی اللہ والے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی ایک ایک بات حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے فرمایا کہ:

''حضرت خواجہ حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ جب دُنیا سے رُخصت ہورہے تھے تو انہوں نے اپنے پوتے غلام محمد کو بلایا اور خلافت سے سرفراز کیا اور نصیحت کی کہ بیٹے! جب تک تم تسبیح اور مصلیٰ نہیں چھوڑو گے، اللہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔''

ایک موقع پر (حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب نے) اِرشاد فرمایا:

دِلّی میں ایک اللہ والے بزرگ تھے، اپنے خلیفہ سے کہا: کیا آپ نے عشق کی دُکانیں دیکھی ہیں، جہاں پر عشق بکتا اور فروخت ہوتا ہے؟ پھر اس بزرگ نے خود ہی جواب دیا کہ: میں نے عشق کی دو دُکانیں دیکھی ہیں، ایک دُکان خواجہ پیر پٹھانؒ کی، دُوسری دُکان حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

میں نے بھی عشق کی دو دُکانیں دیکھی ہیں، ایک حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی، اور دُوسری حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

یہ لوگ عشق کی چابیاں سمندر میں پھینک کر چلے گئے، عشق کی دُکانوں کو تالا لگا کر چلے گئے، اگر ہیں تو چھپ گئے ہیں۔ اس پر بندہ (مولانا محمد بلال حفظہ اللہ) نے عرض کیا کہ: الحمدللہ! حضرت کے یہاں بھی عشق کی دُکان کھلی ہے۔

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ:

''چودھویں صدی ہجری کی اِبتدا کے مشہور بزرگ حضرت

مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: تم نے کوئی عشق کی دُکان بھی دیکھی ہے؟ مولانا محمد علیؒ نے سکوت کیا، آپ نے فرمایا: ہم نے دو دُکانیں دیکھی ہیں، ایک شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور دُوسری حضرت شاہ آفاقی رحمۃ اللہ علیہ کی کہ اس دُکان میں عشق کا سودا بکا کرتا تھا۔''

ہماری اس صدی کے آغاز میں اگر چہ انگریزوں کے دم قدم سے مادّیت کے قدم اس ملک میں جم گئے تھے اور اہلِ دل بڑے درد سے کہہ رہے تھے کہ:

وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل
وہ دُکان اپنی بڑھا گئے!

پھر بھی عشقِ اِلٰہی کی کہیں کہیں دُکانیں قائم تھیں، جہاں سے جذب شوق اور درد ومحبت کا سودا ملتا تھا۔

بندہ (مولانا محمد بلال مدظلہٗ) عرض کرتا ہے کہ ان دُکانوں میں سے ایک دُکان ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دیہات ''لعل ماہڑہ'' میں بھی حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کھلی تھی، جہاں سے لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لُوٹ لُوٹ کر لے جاتے تھے۔ یہاں پر عموماً ہمارے اس زمانے میں ہمتوں کی پستی اور قویٰ کی کمزوری کی وجہ سے ذِکر کی زیادتی مخصوص طریقے سے کرنے کو منع کیا جاتا ہے، لیکن حضرت (خلیفہ صاحبؒ) کثرتِ ذِکر کے قائل تھے اور فرماتے:

''اِجازت کے ساتھ ذِکر کرو، میں ضامن ہوں!''

ایک موقع پر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے بندہ سے فرمایا:

''حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کی عمر چالیس سال کی ہو، روزانہ چالیس ہزار بار اسمِ ذات کا ذِکر کرے، اور چالیس ہزار نفی اِثبات کا ذِکر

کرے، اس کو چالیس سال کے بعد فناء کامل نصیب نہ ہو، وہ مجھے پکڑے! حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ساڑھے دس لاکھ بار اسمِ ذات کا ذِکر کرتے، حضرت لاہوریؒ فرماتے: معمولی اونگھ پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سالہا سال سویا ہوں۔ (حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:) حضرت صاحب! کرنے سے ہوتا ہے، باتیں فضول ہوتی ہیں، باتوں سے نہیں ہوتا۔''

ایک مجلس میں حضرت خلیفہ صاحب نے فرمایا، بندہ (مولانا محمد بلال حفظہ اللہ) اس میں موجود تھا:

''ان سب سلاسل سے مقصود تعلق مع اللہ ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ رذائل نکل جائیں، اخلاقِ حمیدہ آجائیں۔ دُوسری علامت سالک کی توجہ اللہ کی طرف ہوجائے، کثرتِ ذِکر سے عجیب عجیب کیفیات پیدا ہوتی ہیں، کشف بھی کثرتِ ذِکر سے ہوتا ہے، سینہ کھل جاتا ہے، سینہ منوّر ہوجاتا ہے، سالک ذوق وشوق میں چلا جاتا ہے، محبوب اس کے سامنے ہوتا ہے اور عرشِ معلیٰ سے جب آمد شروع ہوجاتی ہے، سب تھکاوٹ دُور ہوجاتی ہے۔ سالک کو اتنی ترقی ہوتی ہے کہ مت پوچھو!''

ان سب باتوں سے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پوری پوری رات مراقبہ اور ذِکر میں رہتے تھے، لیکن آپؒ کی طبیعت پر اِخفا کا غلبہ تھا، اسی لئے حضرتؒ کی شخصیت زیادہ معروف نہیں ہوئی۔ خود بھی فقیر تھے اور فقراء سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیکھا کہ ایک مفلس دیہاتی آیا، حضرتؒ ہم (حضرت ڈاکٹر صاحب، مولانا محمد بلال صاحب) سے گفتگو کے دوران ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہوکر اس کی خیریت دریافت فرمانے لگے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ ہر آنے والے کو اس کا حق دیتے، خواہ وہ کیسے ہی پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوا اور

بدن مٹی میں گرد آلود ہو۔

ایک شخص کی روایت کے مطابق جو حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کندیاں شریف والوں کے پاس گئے، ان سے رُخصتی کے وقت عرض کیا کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب کے پاس جانے کا اِرادہ ہے، حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے ارشاد فرمایا: بعض اولیاء اللہ دُعا کر کے اپنے کو چھپادیتے ہیں، خلیفہ صاحب ان میں سے ہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب کو سلام کہلوایا۔ اور حضرت خلیفہ صاحب حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کو ولیٔ کامل فرماتے تھے۔ یہ ان حضرات کی آپس میں محبت تھی اور ایک دُوسرے کا ادب واِحترام تھا، جو بعد والوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔



حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف علمائے کرام کا رُجوع بہت تھا، آخری زمانے میں متمولین حضرات کا رُجوع ہوا، اور اَخیر میں جاکر کسی صاحبِ خیر نے حضرتؒ کے گھر کے متصل دو کمرے خانقاہ اور مہمان خانے کے بنوادیئے، اور پانی جو دُور سے لایا جاتا تھا، اس کا قریب ہی اِنتظام کرادیا گیا۔ لیکن حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی فقر و فاقہ اور مسکنت کے ساتھ گزاری اور اپنے مجاہدات کا بدلہ آخرت میں پسند فرمایا۔ حضرتؒ کی زندگی کو دیکھ کر وہ حدیث یاد آتی ہے جو حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں ذِکر فرمائی ہے:



"ان عمر رضی الله عنه خرج إلى المسجد فوجد معاذًا عند قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم يبكي، فقال: ما يبكيك؟ قال: حديث سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: اليسير من الرياء شرك ومن عادى أولياء الله فقد بارز الله بالمحاربة، ان الله يحب الأبرار الأتقياء الأخفياء الذين ان غابوا لم يُفتقدوا وإن حضروا لم يعرفوا، قلوبهم مصابيحُ الهُدىٰ يخرجون من كل غبراء



مُظلمة۔" (رواہ ابن ماجة والحاکم والبیھقی فی کتاب الزھد له وغیرہ قال الحاکم: صحیح ولا علة له)

ترجمہ:... "زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (ایک دن) مسجد میں تشریف لائے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر روتے دیکھا، دریافت فرمایا: تمہیں کیا چیز رُلا رہی ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک حدیث رُلا رہی ہے، جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ تھوڑی سی رِیا بھی شرک ہے، اور جو اللہ کے دوستوں سے دُشمنی کرے گا تو اس نے یقیناً اللہ سے اِعلانِ جنگ کیا، بے شک اللہ جل شانہٗ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو نیک اور متقی اور چھپے ہوئے ہوں کہ جب موجود نہ ہوں تو ان کو تلاش نہ کیا جائے، اور اگر موجود ہوں تو پہچانے نہ جائیں، ان کے دِل ہدایت کے چراغ ہیں، اور ایسے لوگ ہر قسم کے فتنے سے بچے رہیں گے۔" (از البشیر والنذیر ص:۵۷)







ایک سال جب بندہ کراچی کے کچھ علمائے کرام کے ساتھ رائے ونڈ سے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مولانا عمر فاروق صاحب زِیدمجدہٗ بھی تھے اور ایبٹ آباد کے حضرت مولانا آصف زِیدمجدہٗ بھی تھے، حضرتؒ اپنے دولت خانے سے مہمان خانے ہماری ملاقات کے لئے اپنے صاحبزادے کے سہارے تشریف لا رہے تھے، حضرتؒ کو دیکھ کر ہم کھڑے ہوگئے اور جلدی سے سہارا دینے کو ہم نے اپنی سعادت سمجھا، حضرتؒ کے ساتھ ساتھ ایک بھینی بھینی خوشبو چلی آرہی تھی، جو دُنیا کی عام خوشبو ہرگز نہیں تھی، جس کو بندہ نے بھی اور بندہ کے برادرِ محترم نے خوب اچھی طرح محسوس کیا، اور جب حضرتؒ چارپائی پر تشریف فرما ہوئے، وہ خوشبو بدستور آرہی تھی، برادرِ محترم

نے دریافت کیا کہ حضرت! یہ کیسی خوشبو ہے؟ حضرتؒ نے حقیقت صاف صاف بتادی، فرمایا کہ یہ نسبت کی خوشبو ہے (یعنی اللہ کے خاص تعلق میں) اور ضروری نہیں کہ ہر ایک کو آئے۔ یہ سن کر وہ ساری حدیثیں ذہن میں گھوم گئیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن مبارک کی خوشبو کے متعلق وارد ہیں، مثلاً:

"قال انس رضی الله عنه: ولا شممت عنبراً قط ولا مسگا ولا شيئًا عطرًا كان أطيب من ريح رسول الله صلى الله عليه وسلم۔" (مسلم ج:۲ ص:۲۵۷، باب طيب رائحة النبي ولين مسّه)

ترجمہ:... "میں نے کوئی مشک عطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھا۔"

اسی طرح طبقات ابن سعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قال: وسطعت ريحٌ طيّبةٌ لم يجدوا مثلها قطُّ۔"

(طبقات ابن سعد ج:۲ ص:۲۸۰)

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو ایسی عمدہ خوشبو ظاہر ہوئی کہ اس جیسی خوشبو کبھی سونگھی نہیں تھی، وغیرہ وغیرہ۔

اس دن اندازہ ہوا کہ اللہ والوں کا باطن کتنا منوّر اور خوشبودار ہوتا ہے، اور کیوں نہ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خوشبو آتی کہ حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سے کئی دن تک خوشبو پھوٹ پھوٹ کر نکلتی تھی۔

تبلیغ اور اہلِ تبلیغ سے بھی حضرت خلیفہ صاحبؒ کو خصوصی تعلق تھا، بندہ نے رائے ونڈ کے اِجتماع کی کامیابی کے لئے دُعا اور توجہ کی درخواست کی تو آپؒ نے ارشاد فرمایا:

"تین دن اِجتماع کے دوران اپنے سارے مراقبات چھوڑ کر اِجتماع کی کامیابی کے لئے دُعا کروں گا، اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہوں گا۔"

اس موقع پر بندہ کو حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آئی کہ

ان اللہ والوں کی راتوں کے گرم گرم آنسوؤں اور دُعاؤں اور توجہات سے دعوت کا کام چلتا ہے، ان کی خدمت میں بار بار حاضر ہوا کرو، اور دُعا و توجہ کی درخواست کیا کرو۔ پھر بندے نے رائے ونڈ جا کر حاجی عبدالوہاب دامت برکاتہم کو حضرت کی ملاقات اور حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سنائی، حضرت حاجی صاحب نے فرمایا: میں خلیفہ صاحب کو جانتا ہوں، یہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوتے تھے۔

ہر آنے والے کی طرف حضرتؒ باطنی توجہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں! ارشاد فرمایا: اسی مقصد کے لئے تو بیٹھا ہوں اور توجہ ہی تو دے رہا ہوں۔ لیکن فرمایا کہ: بہت اَخیر میں آئے ہو، اب بوڑھا ہو گیا ہوں، قویٰ جواب دے گئے، قوتِ توجہ نہ رہی۔ یہ بار بار فرمایا، کاش پہلے آتے! بندہ نے عرض کیا کہ: حضرت! اَخیر میں ہی تو سب کچھ ملتا ہے۔



حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتابوں کا بہت ذوق تھا، جب ''الترغیب والترہیب'' کے ترجمہ و شرح کو لکھا جا رہا تھا ''البشیر والنذیر'' کے نام سے، ہر سال جو جلد طبع ہوتی، خدمت میں پیش کرتا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

مجھے اس کا اِنتظار رہتا ہے، اور خوب پڑھتا ہوں، اور میرا طریقہ یہ ہے کہ ہر کتاب کو پڑھنے سے پہلے اس کے مصنف کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں، اس سے مصنف کا فیض ملتا ہے، میں اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے مترجم کے لئے دُعا کرتا ہوں۔

آخری ملاقات والے سال جب ایک جلد پیش کی، تو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مکمل ہو گئی؟ بندہ نے عرض کیا: ایک جلد باقی ہے! فرمایا: معلوم نہیں اس کو دیکھ سکوں یا نہ دیکھ سکوں، کاش پہلے مکمل ہو جاتی تو اسے دیکھ لیتا۔ پھر اپنی موت کے بارے میں فرمایا:

میرا اِنتقال ہوگا، اور گھر کے سامنے کچھ فاصلے پر واقع قدیمی قبرستان کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرا جنازہ یہاں سے اُٹھے گا اور یہاں سے ان گلیوں سے ہوتا ہوا وہاں (قبرستان) لے جایا جائے گا۔ ایک خاص کیفیت موت کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ

پر طاری تھی، ان سب باتوں کو سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ والے صرف صاحبِ قال نہیں ہوتے، صاحبِ حال ہوتے ہیں، جو کہتے ہیں، وہ ان کا حال ہوتا ہے، اندر کی کیفیت ہوتی ہے۔

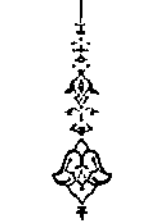


حضرت خلیفہ صاحبؒ اہلِ علم باعمل لوگوں سے محبت فرماتے۔ ایک مرتبہ خدمت میں حاضری دی، فرمایا: مدرسہ نعمانیہ (واقع شہر ڈیرہ اسماعیل خان) کب پہنچے؟ عرض کیا: فجر کی نماز کے وقت! فرمایا: کبھی تہجد کے وقت مدرسے میں جاؤ اور میرے اُستاذِ محترم مولانا علاء الدین دامت برکاتہم کی اللہ کے سامنے کی گریہ زاری کو دیکھو، اپنی سفید داڑھی کو پکڑ کر اللہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہتے: میرے اللہ! بوڑھا ہوں، سفید بالوں کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے عذاب نہ کرنا، اتنا روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا ہے۔



بندہ، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مدینہ منوّرہ اور بدر کے درمیان واقع بئر روحا کا پانی لے گیا تھا، حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: آئندہ جب آنا وہاں سے یہ یہ لے کر آنا: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کھجور کے باغ کی کچھ مٹی، بئر عثمان رضی اللہ عنہ... کا پانی، جبلِ اُحد کے غار کا ایک پتھر، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی مٹی، حجرہ مبارک کا غلاف۔

بندہ نے بخاری شریف کی منتخب احادیث مبارکہ کی ایک شرح: ''بهجة النفوس وتحليها بمعرفة ما لها وما عليها'' کا ذِکر کیا، جو محدث ابو محمد عبد اللہ بن ابی حمزہ الازدی الاندلسی متوفی ۶۹۹ھ کی ہے، جس میں شیخ نے احادیث کی شرح تصوّف وسلوک کے انداز میں کی ہے اور احادیثِ مبارکہ سے اس کو ثابت کیا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب اس کا سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ایسی کتاب کا پہلی بار سن رہا ہوں، آپ اس کا ترجمہ ضرور کرنا۔



بہر کیف! کن کن باتوں کا ذِکر کروں؟ ایک ایک بات حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آبِ زَر سے لکھنے کے قابل ہے۔ جن قارئینِ کرام کو اس کتاب کے پڑھنے کا موقع ملے گا، وہ یہ بات ضرور کہنے پر اپنے آپ کو مجبور پائیں گے کہ حضرت خلیفہ صاحب



رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص حضرت ڈاکٹر عبدالسلام دامت برکاتہم نے اس کتاب میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی دس سالہ صحبت اور خدمت کا عرق نچوڑ کر جمع کر دیا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف اور پہلی ملاقات کا اپنا واقعہ ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے حضرت ڈاکٹر صاحب کو دس سال حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے مستفید ہونے، مجلسی گفتگو ضبط کرنے اور منازلِ سلوک طے کرنے کا سنہری موقع عطا کیا۔ حضرت خلیفہ غلام رسول نوّر اللہ مرقدہٗ نے چار سال رمضان المبارک کی راتیں اور دن کا کچھ حصہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے گھر میں گزارے، جس میں حضرت ڈاکٹر صاحب زِیدمجدہٗ کو خوب اپنے شیخ کے قریب رہنے کا موقع ملا، اور پھر اپنے شیخ کی بے مثال خدمت کی۔ ظاہر بین کہتے تھے: اس ڈاکٹر کو کیا ہوگیا؟ پاگل ہوگیا، ایک فقیر کے پیچھے دیوانہ وار پھرتا ہے۔ لیکن اللہ نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو اس خدمت کا صلہ رُوحانی عطا فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب دو مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو عمرے کے لئے حرمین شریفین بھی لائے اور ان دو سفروں میں بھی خوب خدمت کی اور آج ماشاءاللہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تقسیم کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب زِیدمجدہٗ پر رشک آتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خوب اِستفادہ کیا اور آپ کی خوب خدمت کی، اور آج تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اہلِ خانہ کی خدمت کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ فیضِ رُوحانی روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ!

یہ میری سعادت ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کا مسوّدہ بندہ کے حوالے کیا کہ اس پر مقدمہ بھی لکھوں، کتاب کے مضامین کی صحیح ترتیب دوں، اصطلاحاتِ تصوّف کی قدرے ضروری تشریح بھی کر دوں اور دلائل بھی بقدرِ ضرورت لکھوں، اس اُمید پر اس بھاری امانت کے بوجھ کو قبول کیا کہ شاید اس کی برکت سے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ مبارک خوش ہو جائے اور قیامت میں بندہ کی شفاعت فرما دیں، جو میرے لئے ذریعۂ نجات ہو۔ ورنہ کہاں بندہ اور کہاں تصوّف! اس کی



الف ب سے بھی بندہ واقف نہیں۔

لیکن حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی توجہ سمجھتا ہوں کہ موقع موقع پرحق تعالیٰ کی اِمداد شاملِ حال ہوتی چلی گئی اور راستہ کھلتا چلا گیا، اور اس توجہ کو اس دِل کے اندھے نے محسوس بھی کیا، اور کچھ مبشرات بھی دیکھے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس ادنیٰ سے کوشش کو قبول فرمائے، اور ڈاکٹر صاحب زِیدمجدہٗ کو سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین! کہ آپ نے یہ اوراق لکھ کر اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو ضبط کر کے ہم سب پر اِحسان فرمایا اور خاص طور پر حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم میرے بڑے محسن ہیں کہ مجھے ایسی چھپی اور گوشہ نشین اللہ والی شخصیت سے ملایا کہ اگر ان سے ملاقات نہ ہوتی تو متقدمین سلف کی جھلک دیکھنے کو بندہ ترستا ہی رہ جاتا۔ ساتھ ہی اس پر افسوس بھی ہے کہ حضرت خلیفہ صاحب قدس سرہٗ سے جو حاصل کرنا چاہئے تھا، وہ حاصل نہ کرسکا۔





چونکہ یہ کتاب مجلسی گفتگو کے جمع کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے، جس گفتگو کے دوران کبھی حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی زندگی کے حالات بیان فرما دیئے، لیکن آپ کے وہ حالات ترتیب وار نہیں تھے، اس لئے کوشش تو کی گئی کہ عنوانات قائم کر کے پہلے سوانح حیات کے بارے میں، پھر دُوسرے موضوعات پر مواد جمع ہو جائے، لیکن اس کو کوئی مرتب سوانح نہ سمجھا جائے، بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات، ملفوظات ومکتوبات سمجھے جائیں، اور یہی اس کا مقصد ہے، تاکہ بعد والوں کے لئے اور خاص طور پر سالکین کے لئے مشعلِ راہ ہو۔



مقدمہ

کتاب شروع ہونے سے قبل شریعت اور طریقت کے بارے میں اِجمالاً لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے، تا کہ طالبینِ حق کو شرحِ صدر ہو۔

واضح رہے کہ طریقت یا تصوّف وسلوک اور تزکیہ کو شریعت سے جدا نہ سمجھا جائے۔

حق تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (الجمعہ:۲)

ترجمہ:... ''ایک رسول انہی میں سے جو اللہ کی آیتوں کو پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک صاف کرتا اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تین مقاصد بیان فرمائے:

پہلا مقصدِ بعثت:... تلاوتِ آیات، اس سے مراد دعوت الی اللہ ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا اُسلوب قرآن پڑھ کر دعوت دینا تھا اور یہ دعوت بے طلبوں میں بے غرض بن کر دی جاتی تھی۔

دُوسرا مقصدِ بعثت:... تعلیمِ کتاب وحکمت، جن لوگوں کو دِین کی طلب پیدا ہوجائے، ان کو کتاب وحکمت سکھانا۔

تیسرا مقصدِ بعثت:... تزکیۂ نفوس، نفوس کو ظاہراً وباطناً پاک وصاف کرنا۔

یہ تین فرائضِ نبوّت اُمتِ مسلمہ پر بھی بطورِ کفایہ عائد ہیں، چنانچہ قرناً بعد قرنٍ، اکابرِ اُمت نے ان تینوں فرائض کی ادائیگی میں پوری توجہ اور کوشش مبذول فرمائی، چنانچہ حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ''مولانا محمد اِلیاسؒ اور ان کی دِینی دعوت'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیا، اور لوگوں کو اَحکامِ اِلٰہی اور آیاتِ ربانی پڑھ کر سنائیں، اور ان کو کتابِ اِلٰہی اور حکمتِ ربانی کی باتیں سکھائیں، اور اسی پر اِکتفا نہ کیا، بلکہ اپنی صحبت فیض تاثیر اور طریقۂ تدبیر سے پاک وصاف بھی کیا، نفوس کا تزکیہ فرمایا، قلوب کے امراض کا علاج کیا، اور بُرائیوں اور بدیوں کے زَنگ اور میل کو دُور کرکے اخلاقِ انسانی کو نکھارا اور سنوارا، یہ دونوں ظاہری اور باطنی فرض یکساں اہمیت سے ادا ہوتے رہے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے تین طبقوں تک یہ دونوں ظاہری وباطنی کام اسی طرح توأم رہے، جو اُستاذ تھے وہ شیخ بھی تھے، اور جو شیخ تھے وہ اُستاذ بھی تھے، وہ جو مسندِ درس کو جلوہ دیتے تھے، وہ خلوَت کے شب زندہ دار اور اپنے ہم نشینوں کے تزکیہ وتصفیہ کے بھی ذمہ دار تھے، ان تینوں طبقوں میں اُستاذ اور شیخ کی تفریق نظر نہیں آتی تھی۔

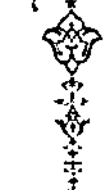
تعلیم اور تزکیہ میں تفریق

اس کے بعد وہ دور آنا شروع ہوا جس میں مسندِ ظاہر کرکے درس گو باطن کے کورے اور اہلِ باطن کے روشن دل ظاہر سے عاری ہونے لگے، اور عہد بہ عہد ظاہر و باطن کی یہ خلیج بڑھتی ہی چلی گئی تا آنکہ علومِ ظاہر کے لئے مدارس کی چہار دیواری اور تعلیم وتزکیۂ باطن کے لئے خانقاہوں اور رباطوں کی تعمیر عمل میں آئی، اور وہ مسجدِ نبوی ...علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام... جس میں یہ دونوں یکجا تھے، اس کی تجلیات مدرسوں اور خانقاہوں کے دو حصوں میں تقسیم ہوگئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس کے علمائے دِین کی جگہ علمائے دُنیا نکلنے لگے اور

باطن کے مدعی علم وشریعت کے اسرار و کمالات سے جاہل ہو کر رہ گئے۔

فلاح دونوں کی یکجائی میں ہے!

تاہم اس دور کے بعد بھی ایسی مستثنیٰ ہستیاں پیدا ہوتی رہیں جن میں نورِ نبوّت کے یہ دونوں رنگ بھرے ہوئے تھے، اور غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں جن بزرگوں سے فیوض پہنچے اور پھیلے، وہ وہی تھے جو اِن دونوں کے جامع تھے، اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جن سے علوم معقول ومنقول نے جلوہ پایا، علمِ حقیقت نے بھی انہی کے ذریعہ ظہور پایا۔ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف شیخِ طریقت ہیں تو دُوسری طرف مدرسہ نظامیہ کے مدرّس۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اِمامِ وقت اور شیخِ طریقت دونوں ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جن کو علمائے ظاہر سمجھا جاتا ہے، جیسے حضراتِ محدثین: اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وہ بھی اس جامعیت سے سرفراز تھے۔ متوسطین میں علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کو ناواقف باطن سے خالی سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے اَحوال وسوانح ان برکاتِ باطنی سے لبریز تھیں، ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کی ''مسالک السالکین'' وغیرہ کتابیں پڑھیے تو اندازہ ہوگا کہ وہ آرائشِ ظاہر اور جمالِ باطن دونوں سے آراستہ تھے۔





ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے روشنی پھیلی، وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کی جامعت تھی کہ وہ اُسوۂ نبوّت کے قریب تر تھے، اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصے تک پھیلتا چلا گیا۔ آسمانِ دِلّی کے مہر و ماہ اور تارے شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر وباطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا، اور اس سے ان کی علمی ورُوحانی برکات کی وسعت کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ وہ علوم کی تدریس میں ''یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' کا جلوہ دِکھاتے تھے، اور حجروں میں بیٹھ کر ''یُزَكِّیْهِمْ'' کی جلوہ





ریزی فرماتے تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے فیوض و برکات کے جو حاصل ہوئے، نشاندہی کی چنداں ضرورت نہیں کہ ان سے دُنیا کو فیض پہنچا اور دِین کی اِشاعت وتبلیغ اور قلوب کے تزکیہ وتصفیہ کا جو کام انجام پایا، وہ بھی ظاہر و باطن کی اسی جامعیت کے آئینہ دار تھے، اور آئندہ بھی سننِ الٰہیہ کے مطابق دِین کا فیض جن سے پھیلے گا، وہ وہی ہوں گے جن سے مدرسیت اور خانقاہیت کی دوسوتیں ایک چشمہ بن کر بہیں گی۔ آنکھوں کا نور، شب بیداری سے بڑھتا ہے، اور زبان کی تاثیر ذِکر کی کثرت سے پھیلتی ہے، رات کے راہب ہی اسلام میں دِین کے سپاہی ثابت ہوئے ہیں، سوانح وتراجم کا سیزدہ صد سالہ دفتر اس دعوت کا شاہد ہے۔ زبان کی روانی اور قلم کی جولانی، دِل کی تابانی کے بغیر سراب کی نمود سے زیادہ نہیں، خواہ وہ اس وقت کتنا ہی تابناک نظر آتا ہو، مگر وہ مستقل اور مستقبل کے وجود سے محروم ہے۔ انتہیٰ۔"

یہ لکھنے والے حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو بیک وقت محدث بھی ہیں، مفسر بھی، مؤرّخ بھی ہیں اور داعی الی اللہ بھی، اور جن کی سوانح کے مقدمے کے طور پر لکھا، وہ حضرت جی حضرت مولانا محمد اِلیاس نوراللہ مرقدہٗ ہیں، جن کے متعلق خود سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"صاحبِ سوانح (مولانا اِلیاس رحمۃ اللہ علیہ) کے پَرنانا مولانا مظفرحسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ محمد اِسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز شاگرد اور حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز تھے۔ اور مولانا مظفرحسین صاحب کے حقیقی چچا مفتی اِلٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد اور مرید بااِخلاص تھے، اور پھر اپنے شیخ کے خلیفہ حضرت سیّد احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، یہ دونوں بزرگوار اپنے وقت کے نامور صاحبِ تدریس وفتویٰ اور صاحبِ زُہد وتقویٰ تھے، جن کی برکات اس خاندان کے اکثر افراد میں پھیلیں۔

صاحبِ سوانح کے والد اور دو بھائی، صاحبِ زُہد ووَرع اور صاحبِ اِرشاد تھے، مولانا کے والد پہلے شخص ہیں جن سے اہلِ میوات کو خلوص اور محبت پیدا ہوا، اور پھر ان کی

وفات پر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقر وفاقہ اور زُہد وتوکل کے ساتھ اس مسند پر بیٹھے، اور صاحبِ سوانح مولانا محمد اِلیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے کے تیسرے بزرگ تھے۔

پھر حضرت مولانا محمد اِلیاس نوّر اللہ مرقدہٗ تینوں مقاصدِ بعثت کے جامع تھے، دعوت الی اللہ تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص مشغلہ تھا ہی، اس کے ساتھ کتاب وحکمت بھی پڑھاتے تھے، اور تزکیۂ نفس کے سلسلے میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بالعموم بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، فراغت وتکمیل کے بعد اس کی اِجازت ہوتی تھی، مگر مولانا اِلیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غیر معمولی حالات کی بنا پر ان کی خواہش ودرخواست کی بنا پر بیعت کرلیا۔ مولانا کی فطرت میں شروع سے محبت کی چنگاری تھی، آپ کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا قلبی تعلق پیدا ہوگیا تھا کہ آپ کے بغیر تسکین نہ ہوتی۔ فرماتے تھے کہ: ''کبھی رات کو اُٹھ کر صرف حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرکے پھر سوجاتا تھا'' خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اِلیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ شفقت فرماتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ کے حال پر ایسی ہی شفقت تھی، فرماتے تھے کہ: ایک مرتبہ میں نے بھائی سے کہا کہ اگر حضرت صاحب اِجازت دے دیں تو میں حضرت صاحب کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کیا کروں۔ مولانا محمد یحیٰ صاحب نے حضرت مولانا صاحب سے ذکر کیا، فرمایا: مضائقہ نہیں! اِلیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق اور طبیعت میں اِنتشار نہیں پیدا ہوگا۔

مولانا فرماتے تھے کہ: جب میں ذِکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا تھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تو حضرت صاحب تھرّا گئے، اور فرمایا کہ: مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی شکایت حاجی صاحب سے فرمائی تو حاجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا۔

پھر حضرت جی ثانی حضرت مولانا محمد یوسف نوّر اللہ مرقدہٗ بھی تینوں مقاصدِ بعثت کے جامع تھے، داعی الی اللہ ہونا تو حضرتؒ کا خاص اِمتیازی وصف تھا، مدرسے میں کتاب وسنت کی تعلیم بھی دیتے۔ اور تزکیۂ نفس کے متعلق مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری زِیدمجدہٗ لکھتے ہیں:



''۱۹۳۵ء بمطابق ۱۳۵۴ھ میں مولانا محمد یوسف اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد اِلیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ (مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے توجہ دلانے پر مبارک عمل وجود میں آیا تھا، بیعت کے بعد حضرت مولانا نے آپ کو پاس انفاس کی تعلیم دی اور روزانہ تین ہزار مرتبہ اسمِ ذات تلقین فرمایا، یہ رُوحانی تعلق قائم ہونے کے بعد آپ کی عالی حوصلگی اور سنت واِستعداد میں روز بروز اِضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد اِلیاس صاحبؒ نے ایک موقع پر حضرت مولانا علی میاں سے فرمایا کہ: یہاں جتنے لوگ رہتے ہیں، ان سب میں یوسف کی اِستعداد اعلیٰ ہے۔''



پھر میرے شیخ ومربی حضرت جی ثالث حضرت مولانا اِنعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تینوں مقاصدِ بعثت کے جامع تھے، دن رات دعوت الی اللہ کا مشغلہ تھا ہی، تعلیمِ کتاب وحکمت بھی زندگی بھر مشغلہ رہا، مولانا محمد شاہد سہارنپوری زِیدمجدہٗ لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ لامع الدراری کی تالیف کے زمانے میں آپ کی سہارنپور آمد پر حضرت شیخ نے مولانا محمد عاقل صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ: ''وہ جو اِشکالات ہیں، مولوی اِنعام صاحب سے پوچھ لینا!'' مولانا محمد عاقل صاحب، حضرت مولاناؒ کو حضرت شیخ کے دار التصنیف میں لے جانے لگے تو چلتے چلتے دریافت فرمایا کہ بتاؤ تو سہی وہ کیا اِشکالات ہیں؟ انہوں نے بیان کیے، تو حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راستے ہی میں ان تمام اِشکالات کا دفعیہ فرمادیا۔''



پھر چند صفحات کے بعد مولانا سیّد محمد شاہد زِید مجدہٗ لکھتے ہیں:

''مرکز میں علوم وفنون کا ایک مدرسہ کاشف العلوم کے نام سے تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے، مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں اس اِدارے کے مہتمم ومنتظم مولانا اِنعام الحسن تھے۔ اس مدرسے میں درسِ نظامی کی تعلیم مشکوٰۃ وجلالین تک تھی، مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ یہاں دورۂ حدیث شریف کا آغاز بھی ہوجائے، حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ کے مشورے سے ربیع الاوّل ۱۳۷۵ھ میں یہاں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا، اور مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا اِنعام الحسن صاحب، مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی، کتبِ صحاح کے اساتذہ منتخب کیے گئے۔ مولانا مفتی عزیزالرحمٰن بجنوری سے آپ نے ایک ملاقات میں اپنی علمی مصروفیات اور درسِ بخاری کے لئے مطالعہ وکتاب بینی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: پانچ مرتبہ عمدۃ القاری اور فتح الباری کا مطالعہ کرچکا ہوں، نیز فتاویٰ عالمگیری کو دومرتبہ کامل اور ایک مرتبہ نصف دیکھ چکا ہوں۔ بخاری شریف پڑھانے کے زمانے میں مختلف مدارسِ عربیہ کے اساتذۂ حدیث آپ کے درسِ حدیث میں شرکت کے لئے آتے اور آپ کی علمی تحقیقات قلم بند کرکے لے جاتے تھے۔''





حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرے مقصدِ بعثت سے بھی اَخیر وقت تک اِشتغال رکھا، چنانچہ مولانا محمد شاہد زِید مجدہٗ لکھتے ہیں:

''مولانا مفتی عزیزالرحمٰن بجنوری کی معلومات کے مطابق بیعت کا یہ واقعہ ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۵ء میں پیش آیا، جہاں حضرت مولاناؒ نے بیعت کے بعد دونوں حضرات کو پاس انفاس تعلیم فرماکر مولانا محمد یوسف صاحب کو اِسمِ ذات تین ہزار اور مولانا محمد اِنعام الحسن صاحب کو بارہ ہزار تلقین فرمایا، اس کے علاوہ اَورادِ مسنونہ حزب الاعظم اور حصن حصین پڑھنے کی تاکید کی۔

ذِکر جس کی اِبتدا بارہ ہزار سے ہوئی تھی، آہستہ آہستہ بڑھاکر ستر ہزار کی تعداد

تک پہنچا دیا، ایک طویل عرصے تک یہ معمول رہا کہ مقبرہ ہمایوں میں (جو قریب ہی میں قلعہ نما عمارت ہے) چلے جاتے اور ایک گوشے میں بیٹھ کر اپنا ذِکر اور معمولات پورے کرتے، بسااوقات یہ نشست سات سات گھنٹے طویل ہو جاتی تھی، اس طویل نشست میں ذِکرِ خفی اور پاس انفاس پر پوری توجہ صَرف فرماتے۔''

پھر لکھتے ہیں:

''تزکیہ و تربیت کے متعدّد مراحل سے گزرنے کے بعد حضرت مولانا محمد اِلیاس صاحب نے اپنے اِعتماد و اِعتبار کا اِظہار کرتے ہوئے ایک موقع پر یہاں تک اِرشاد فرمایا تھا کہ: ''حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب کے لئے جیسے مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب تھے، ایسے ہی میرے لئے یوسف و اِنعام ہیں۔'' اور جو کیفیاتِ ذِکر حضرت جی مولانا اِلیاس رحمۃ اللہ علیہ پر طاری ہوتی تھیں، وہ ان خطوط کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے جو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھے ہیں۔''

بہرکیف! جب مقاصدِ بعثت کا ذِکر ہوا تو مثال کے طور پر ان تین اکابرِ تبلیغ کی جامعیت کا ذِکر بھی کر دیا، اور مضمون طویل سے طویل ہوتا چلا گیا، شاید اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہو کہ اس مضمون کی ضرورت ہو۔

تصوّف و سلوک کیا ہے؟

''سلوک'' کہتے ہیں: ''تعمیر الظاہر والباطن'' کو، یعنی ظاہری اعضاء اور قلب کو اپنے مولیٰ حق تعالیٰ کی اِطاعت میں اس طرح مشغول رکھا جائے کہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے اور تعلیم فرمائی ہوئی شریعت کے اِتباع کی اس درجہ عادت پڑ جائے کہ سنتِ نبویہ... علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام... پر عمل کرنا طبعی شیوہ اور خلقی شعار بن جائے، تکلف کی حاجت نہ رہے۔ چونکہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن دونوں





اِعتبار سے اِنتہائی معتدل ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حرکات وسکنات وعادات اس کامل اِعتدال پر تھیں جن کی تقلید ہر انسان کے قلب کو معتدل بنا سکتی ہے، اور چونکہ اعضاء کے ساتھ قلب کو خاص تعلق ہے، اس لئے مسلمان جب کوشش کرتا ہے تو عبادات کے علاوہ عادات میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِتباع ہمیشہ ملحوظ رکھنے سے اس کے اعضاء میں اِعتدال پیدا ہو کر کجی دُور ہو جاتی ہے، جس کا اثر قلب پر پڑتا ہے، یہاں تک کہ قلب اخلاقِ رذیلہ سے متنفر اور خصائلِ حمیدہ سے متصف ہو کر معتدل بن جاتا ہے، قلب کے اس اِعتدال کا نام نسبت ہے، پھر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت میں لذّت آنے لگتی ہے اور معصیتوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، انسان خواہشات اور نفسانیت سے نکلنا شروع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ قلب کو مغیبات کے اِعتقاد میں وہ مٹھاس معلوم ہوتی ہے جس کو دُنیا کی لذیذ سے لذیذ نعمت سے بھی تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ اللہ کے ذِکر اور فکر سے اس درجہ اُنس حاصل ہو جاتا ہے کہ ایک لمحہ اس کا چھوٹنا (جس کو غفلت کہتے ہیں) ہفت اقلیم کی سلطنت کے لٹنے اور جان ومال واہل وعیال، عزّت وآبرو، غرض ہر مرغوب سے مرغوب اور پسندیدہ سے پسندیدہ چیز کے گم ہونے سے زیادہ ناگوار گزرتا اور کوفت کا سبب بن جاتا ہے۔

تصوّف وسلوک اصل میں اِیمان ہی ہے، کوئی اِیمان سے الگ اور زائد نہیں ہے، بشرطیکہ اس کی اصلیت اور حلاوت ومٹھاس قلب کو عطا ہو، یہی شریعت ہے، بشرطیکہ اعضاء سے ہوتے ہوئے قلب تک اس طرح پہنچ جائے کہ عمل کرنا قلبی اُنس کا ثمرہ بن جائے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک بیمار شخص ہے، جس کو بالکل بھوک محسوس نہیں ہوتی، طبیب کے حکم سے غذا کھاتا ہے، مگر جبراً، تاکہ طاقت بنی رہے، اور مرض کے دُور کرنے میں یا تکلیف کے جھیلنے میں معین ومددگار ہو۔ اور دُوسرا شخص وہ ہے جو تندرستی کی حالت میں سچی اِشتہا پر کھانا کھا رہا ہے، اس میں شک نہیں کہ دونوں کی زندگی کی بقاء غذا پر ہے، اور اس غذا نے دونوں کو نفع پہنچایا، صورت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، مگر

حقیقت میں دونوں میں بہت فرق ہے، اسی طرح عام آدمی عبادت کرتا ہے، مگر نفس کو مجبور کر کے، اور صاحبِ نسبت ولی اُسی عبادت میں مشغول ہوتا ہے، مگر اس طور پر کہ دِل کا تقاضا اس اِطاعت میں مشغول ہونے پر اس کو مجبور کر رہا ہے۔

اِنسان کا قلب ایک آئینہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے منعکس ہونے کی اِستعداد اور قابلیت موجود ہے، اس اِستعداد کے ظاہر ہونے اور عملی حالت میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو صیقل بنایا جائے اور شفاف رکھا جائے، اس میں جو معصیت کی ظلمت اور بد خلقی، رذیل عادات کے تکدّر اور گرد و غبار کو ہر وقت کوشش اور سعی کے ذریعہ دُور کیا جاتا ہے، پھر جب غبار اُڑ جاتا ہے تو دائمی طور پر ذِکر و فکر میں اس کو مشغول کر دیا جاتا ہے، اور حق تعالیٰ کے حضور میں مستقل طور پر قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کی برکت سے اس میں وہ اِنعکاس پیدا ہوتا ہے جس کی مثال بیان کرنے کے لئے کوئی چیز نظر نہیں آتی، یہ آئینہ جس وقت اصل معدنِ نور سے منوّر ہو جاتا ہے تو عالم کے اندھیرے کو روشن کرنے کے لئے یہی کافی ہوتا ہے، یہی وہ نور ہے جس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک قلب دُنیا میں آیا اور آفاقِ عالم کو منوّر کر گیا، اور اسی کی نورانیت دُوسرے قلوب میں پھیل کر اور منعکس ہو کر ہر ہر زمانے میں ہدایت کی روشنی پھیلاتی رہی۔ آفتابِ نبوّت سے روشن ہونے والے چراغ، چودہ سو برس کے بعد آج بھی دُنیا میں موجود ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ اس مقدس نور کے حامل اولیاء اللہ کہلاتے ہیں، جن کی گنتی اُمتِ محمدیہ... علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام... میں لاکھوں سے بڑھ گئی۔



خلاصہ یہ ہوا کہ شریعتِ مبارکہ ہی تصوّف کا مقدمہ اور مبتدا ہے، اور یہی طریقہ سلوک کا آخر اور منتہا ہے، اور یہ تصوّف و سلوک عین شریعت ہے، اس سے جدا نہیں (خلاصہ از تذکرۃ الرشید)۔

کیا تصوّف و سلوک ہر فرد کے لئے ضروری ہے

سلوک کا ایک درجہ فرض ہے، ایک درجہ مستحب ہے، چنانچہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی

عارفی نوّر اللہ مرقدہٗ نے ''جواہر حکیم الامت'' میں جو لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اِختیار سے شہوت وغیرہ کے دفع کرنے کا ایک درجہ یہ ہے کہ اپنے اِختیار سے اِن کا قصد نہ کرے، اور جو پیش آجائے اس کو بُرا سمجھے، اور اس کے مقتضا کے موافق عمل نہ کرے، خواہ خطرات ووساوِس کا ہجوم رہے، یہ مرتبہ اِختیاری اور فرض ہے، اور خطرات ووساوِس کا ہجوم یہ غیر اِختیاری ہے، جو مضر نہیں۔

دُوسرا درجہ یہ ہے کہ ان اَخلاقِ ذمیمہ کی بیخ کنی اور اِستحصال ہی ہوجائے، یعنی نفس میں ان کا تقاضا اور میلان بھی نہ رہے، اور یہ ایسے ہی مبغوض ہوجائیں جیسے گندگی طبعاً مبغوض ہوتی ہے، اس کی تحصیل مستحب ہے اور موجبِ کمال ہے، اور عادۃً یہ مجاہدات وریاضات اور طویل خلوت ویکسوئی پر موقوف ہے۔

اسی طرح نماز میں حضورِ قلب کے دو مرتبے ہیں، ایک یہ کہ نماز یا کسی نیک عمل میں بطور مقصودیت کے کوئی غیر اللہ قلب میں حاضر نہ ہو، یعنی عبادت سے مقصود کسی مخلوق کی رضا یا اس سے مال وجاہ کا حاصل کرنا نہ ہو، یہ حضورِ قلب فرض ہے، اور اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی، اور رِیا کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

دُوسرا مرتبہ یہ کہ نماز میں حق تعالیٰ کے علاوہ قلب کا اِلتفات اور توجہ بطور خیال اور تخیل بھی کسی جانب نہ ہو، پھر اس کے بھی دو درجے ہیں، ایک یہ کہ اپنے اِختیار سے خود کسی غیر کا خیال قلب میں نہ لائے، اس کو ''خشوع'' کہتے ہیں، آیات وحدیث سے اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے، اگرچہ یہ فرض نہیں۔ دُوسرا مرتبہ یہ ہے کہ بلاقصد بھی کسی کا خیال نہ آئے، یہ درجہ نفس اور قلب کے فنا کے بغیر نصیب نہیں ہوتا، اور اس کی تحصیل مستحب ہے۔

آدمی کو چاہئے کہ طلب میں مشغول رہے اور کام کئے جائے، اور مقصود کو حاصل کرنے میں جلدی نہ کرے، ہاں پہلے یہ تحقیق کرلے کہ میں صحیح راستے پر بھی جارہا ہوں یا نہیں؟ جب یہ معلوم ہوجائے کہ دُرست راستے پر چل رہا ہوں، تو بس اِطمینان کے ساتھ چلتا رہے، کبھی نہ کبھی منزلِ مقصود تک پہنچ ہی جائے گا۔ اور اگر راستہ ہی غلط ہے تو جتنا بھی

چلے گا، اتنا ہی دُور ہوتا جائے گا۔

پھر طلب کے بھی دو درجے ہیں، طلب کا درجہ عالیہ یہ ہے کہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کی طلب ہو، جنت وغیرہ کی طلب نہ ہو۔ دُوسرا درجہ یہ ہے کہ جنت کی طلب ہو۔ پہلا درجہ خواص کا ہے، دُوسرا عام موٴمنین کا ہے۔ "فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ؕ﴿۸﴾" (الواقعہ) سے مراد عام موٴمنین ہیں۔ اور خواص کا ذِکر بعد میں ہے: "وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿ۚ۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿ۚ۱۱﴾" (الواقعہ) یہ اَصحابِ جنت سے بھی ممتاز ہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ جنت سے کہیں الگ رہیں گے، سکونت کے اِعتبار سے یہ بھی اَصحابِ جنت ہیں، مگر طلب کے اِعتبار سے ان سے الگ ہیں، یہ صرف حق تعالیٰ کے طالب ہیں، اور ان کے مقرّب ہونے سے مراد یہ نہیں کہ... نعوذ باللہ... یہ اللہ کی گود میں بیٹھیں گے، بلکہ فرمادیا: "فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۱۲﴾" (الواقعہ) کہ یہ بھی جنت میں ہوں گے، مگر دُوسروں سے مقرّب ہوں گے۔ یہ نہ جنت کے طالب ہیں، نہ دوزخ سے بچنے کے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنت کو طلب نہ کرے اور دوزخ سے پناہ نہ مانگے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بالذات طلب نہ کرے۔



شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کیا ہے؟

۱:... شریعت: نام ہے تمام اَحکامِ تکلیفیہ کا جس میں اعمالِ ظاہری و باطنی سب آگئے، بعد میں متأخرین کی اِصطلاح میں شریعت کے پہلے جزء یعنی اعمالِ ظاہری کا نام "فقہ" ہوگیا اور دُوسرے جزء یعنی اعمالِ باطنہ کا نام "تصوّف" ہوگیا۔

۲:... طریقت: ان اعمالِ باطنی کے طریقوں کو کہتے ہیں۔

۳:... حقیقت: اعمالِ باطنی کی دُرستگی سے قلب میں جو جِلا اور صفا پیدا ہوتا ہے، اس سے قلب پر بعض حقائقِ کونیہ بالخصوص اعمالِ حسنہ اور حقائقِ اِلٰہیہ وصفاتیہ وافعالیہ منکشف ہوتے ہیں، ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں۔

۴:... معرفت: اس اِنکشاف کو "معرفت" کہتے ہیں اور اس صاحبِ اِنکشاف کو

"محقق وعارف" کہتے ہیں، معلوم ہوا یہ سب اُمور شریعت کے ہی متعلقات میں سے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ "شریعت وطریقت کا تلازم" میں لکھتے ہیں:

"اکابر کے کلاموں میں بہت تصریح اس بات کی ہے کہ اَصل مقصود درجہ اِحسان کا حاصل کرنا ہے، اور یہ مجاہدات وریاضات جو صوفیوں نے تجویز کئے ہیں، وہ امراضِ قلوب کی وجہ سے تجویز کئے ہیں، جیسا کہ امراضِ بدنیہ میں نئے نئے امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس کے لئے ڈاکٹر وحکیم نئی نئی ادویہ تجویز کرتے رہتے ہیں، ان کے متعلق یہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ بدعت ہیں، ایسا ہی ان علاجوں کے متعلق تجویز کرنا کہ یہ بدعات ہیں، ناواقفیت ہے، وہ تو اصل مقاصد ہیں ہی نہیں، وہ تو خاص خاص امراض کے خاص خاص طریقۂ علاج ہیں، علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "التحفة العراقية في الأعمال القلبية" میں اعمالِ قلوب پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔"





پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

"حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الوابل الصيب من الكلم الطيب" ص:۶۹ میں جو سراسر صوفیاء کے اَحوال اور ان کے اَذکار واَوراد کے بارے میں ہے، اس میں شیخ کے لئے یہ شرائط بتائی ہیں کہ جب کوئی شخص کسی سے مرید ہونا چاہے تو اس کو چاہئے کہ دیکھے کہ وہ اہلِ ذِکر میں سے ہو، اہلِ غفلت میں سے نہ ہو، اور یہ کہ وہ متبعِ سنت ہو، متبعِ ہویٰ (خواہش) نہ ہو، اور اپنے اُمور میں محتاط ہو، اگر ایسا شیخ مل جائے تو اس کے رکاب کو مضبوط پکڑ لے۔



اور شیخ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول نقل کیا ہے

(ص:۱۷۱ پر) کہ شیخ کے پاس ایک دفعہ میں حاضر ہوا، انہوں نے فجر کی نماز پڑھی اور اسی جگہ بیٹھ کر زوال کے قریب تک اللہ کا ذِکر کرتے رہے، اور مجھ سے فرمایا کہ: یہ ذِکر میرا صبح کا کھانا ہے، اور میں صبح کا یہ کھانا (ذِکر) نہ کھاؤں تو میری قوت ختم ہو جائے، اور میں ذِکر صرف اس وجہ سے چھوڑتا ہوں تاکہ نفس کو آرام دے کر دُوسرے ذِکر کے لئے تیار کروں۔

حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ''مدارج السالکین'' تصوّف ہی میں لکھی ہے جو شیخ ابو اِسماعیل عبداللہ ہروی حنبلی صوفی متوفی ۴۸۱ھ کی تصوّف کی مشہور کتاب منازل السائرین کی شرح ہے، اس میں ساری تصوّف کی ہی بحثیں ہیں۔''



حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سلوک دو قسم پر منقسم ہے: سلوکِ نبوّت اور سلوکِ ولایت۔ اور ہر ایک کے آثار اور خواص جدا جدا ہیں، جو حسبِ ذیل لکھے جاتے ہیں۔ اولیاء میں سے کسی پر کسی وقت فیضِ نبوّت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیضِ ولایت کا۔

آثارِ سلوکِ نبوّت	آثارِ سلوکِ ولایت
①:... طریقِ نبوّت والے قصداً کمی نہیں کرتے، جو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔	①:... طریقِ ولایت والے کھانے پینے میں تکلّفاً کمی کرتے ہیں۔
②:... خلق کی طرف افاضہ کے لئے رغبت کرتے ہیں، لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔	②:... خلق سے نفرت کرتے ہیں۔





③:...امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔	③:...امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے، جب تک واجب نہ ہو۔
④:...ان پر اَدب غالب ہوتا ہے، جیسا کہ صاحبِ شرع سے منقول ہوتا ہے، اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں بڑھاتے، اگرچہ وہ زیادہ خلافِ شرع نہ ہو۔	④:... ان کو اپنے مکاشفات وتحقیقات پر اِطمینان ہوتا ہے، اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اگر خلافِ شرع نہ ہو۔
⑤:...ان کا اِنتہائی مقام عبودیت ہے۔	⑤:...ان کا اِنتہائی مقام رضا ہے۔
⑥:...ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا، بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں آتا، یعنی اگر نہ آوے تو دلگیر نہیں ہوتے، محض حکمِ ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔	⑥:...ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے، اور عبادت میں لذتِ طبیعیہ آتی ہے۔
⑦:... بہ مقتضائے: ''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ'' (المؤمن:۶۰) دُعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔	⑦:...اِہتمام سے دُعا نہیں مانگتے۔
⑧:... اوروں سے زائد اَسباب سے متمسک ہوتے ہیں، مگر بدون مقتضا کے موافق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ میں دو دو زرہیں پہنی ہیں۔	⑧:... اسبابِ ظاہری کو ترک کردیتے ہیں۔
⑨:...ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔	⑨:...حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں، مگر اِعتقادِ فضیلت ترتیب سے ہوتا ہے۔

⑩:... فضیلت کا یقین نہیں کرتے، صحبت رکھتے ہیں۔

⑩:... شیخ کو سارے جہان سے افضل سمجھتے ہیں، اوراس پر شیفتہ ہوتے ہیں۔

⑪:... یہ شریعت پر بڑی سختی سے عمل کرتے ہیں۔

⑪:... ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہوجاتا ہے، اور وہ معذور ہیں۔

⑫:... ان پر ہوشیاری غالب ہوتی ہے۔

⑫:... ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔

⑬:... جماعت کی پابندی کرتے ہیں، ان کی نظر سے مقصودیت غیر کی بالکل نفی ہوچکتی ہے۔

⑬:... بعض اوقات مغلوبین، جماعت سے بھاگتے ہیں، کیونکہ ان کو اِخفا مقصود ہوتا ہے، مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں ابھی غیر باقی ہے۔

⑭:... اگر یہ خلافِ شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہو تو مخالفت کرتے ہیں، مگر اَدب کے ساتھ۔

⑭:... اگر شریعتِ ظاہر کے خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلافِ شریعت نہیں سمجھتے، کسی تأویل سے کرلیتے ہیں، مگر غیر قطعیات میں۔

⑮:... اَصحابِ سلوکِ نبوّت پر ہمیشہ تنذیر غالب رہتی ہے۔

⑮:... اَصحابِ سلوکِ ولایت پر کبھی تبشیر غالب ہوتی ہے۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ تصوّف وسلوک اور اس کی اِصطلاحات حادث اور نئی ہونے کی وجہ سے اس سے اِشکالات اور شبہات دِلوں میں پیدا ہوتے ہیں، حالانکہ تصوّف وسلوک عین شریعت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

چنانچہ جہاں ظاہری اعمال: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، صدق، امانت، حسنِ معاملہ، حسنِ معاشرت، حسنِ اَخلاق کا ذِکر آتا ہے، وہاں باطنی اعمال: تقویٰ، توکل، زُہد وقناعت، اِخلاص، خشوع، صبر وشکر وغیرہ کا بھی ذِکر قرآن وحدیث میں ہے۔

جہاں ظاہری گناہ: جھوٹ، غیبت، دھوکا، ظلم وغیرہ سے بچنے کی تاکید قرآن

وحدیث میں وارد ہے، وہاں باطنی گناہ: حسد، بغض، عداوت، کینہ، بدگمانی، کبر وغیرہ سے بچنے کی بھی تاکید آئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ'' (الانعام:۱۲۰) اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ اصطلاحات مقصود نہیں، بلکہ حقائق مقصود ہوتے ہیں، مخصوص (قرآن وحدیث) میں تصوّف وسلوک کے لئے تزکیۂ نفس، صفتِ احسان وغیرہ الفاظ مذکور ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝'' (الشمس)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت میں سے ''وَيُزَكِّيْهِمْ'' کا لفظ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفوس کا تزکیہ فرماتے ہیں، یہی تصوّف ہے، یہی سلوک ہے۔

صفتِ احسان کا لفظ قرآن میں ہے: ''وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝'' (العنکبوت)۔

حدیثِ جبریل میں موجود ہے:

''قال: ما الإحسان؟ قال: أن تعبد الله كأنّك تراه، فإن لم تكن تراه فإنّه يراك۔'' (مشکوٰۃ ص:۱۱)

ترجمہ:... ''پوچھا: احسان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو، گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ کیفیت میسر نہ ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔''

چنانچہ اگر کسی سے کہا جائے: ''تزکیۂ نفس بہت ضروری ہے'' ہر ایک تسلیم کرے گا۔ اگر کہا جائے کہ: ''باطنی صفات: تقویٰ، توکل وغیرہ حاصل کرنا ضروری ہے'' ہر ایک تسلیم کرے گا۔

اگر کہا جائے: ''باطنی گناہ: کبر، حسد، بغض، عداوت، کینہ سے بچنا بہت ضروری ہے'' ہر ایک تسلیم کرے گا۔

اور اگر کہا جائے: ''تصوّف وسلوک بہت ضروری ہے!'' تو بعض حضرات کو اس

سے وحشت ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ اِصطلاحاتِ حدیثہ سے وحشت ہے، حقائق سے نہیں، اگر قرآن وحدیث والے الفاظ ہی اِستعمال کیے جائیں تو نہ کسی کو اِنکار ہوتا ہے، نہ وحشت ہوتی ہے، حالانکہ تصوّف وسلوک کی اِصطلاحات بھی آج کی نہیں، صدیوں سے یہ الفاظ کتابوں میں لکھے آ رہے ہیں۔

چنانچہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ المسماۃ بلواقح الأنوار فی طبقات الأخیار'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے: شریعت کے اَحکام پر اس طور پر عمل کرنا کہ وہ باطنی امراض اور نفس کے حظوظ سے خالی ہو، اس کا نام ''تصوّف'' ہے، جیسا کہ علمِ معانی اور علمِ بیان، علمِ نحو کا لب لباب ہے، تو جو علمِ تصوّف کو مستقل علم شمار کرے وہ بھی دُرست ہے، اور جو اس کو عین اَحکامِ شریعت کہے وہ بھی سچ ہے، جیسا کہ علمِ معانی اور بیان کو مستقل علم شمار کرنا بھی دُرست اور علمِ نحو کا جز کہنا بھی دُرست ہے۔ البتہ جب بندہ اس راستے (تصوّف) میں داخل ہو کر گہراؤ پیدا کرتا ہے، حق تعالیٰ پھر اس کو اِستنباط کرنے کی قوّت عطا فرماتا ہے، جیسے ہر ایک اَحکامِ ظاہرہ کو تصوّف سے نہیں نکال سکتا، ایسے ہی اَحکامِ تصوّف کا اِستنباط نصوص سے ہر ایک نہیں کر سکتا۔ اور جیسے فقہائے مجتہدین نے اَحکامِ ظاہرہ کے درجات اپنے اِجتہاد اور نصوص سے اِستنباط کر کے قائم کیے ہیں: واجب، مندوب، آداب، حرام، مکروہ، خلافِ اَولیٰ۔ ایسے ہی اولیاء اللہ متبحرین فی الشریعت نے اَحکامِ باطنہ کے درجات واجب وغیرہ منصوص سے نکالے ہیں، حالانکہ وہ نص میں ظاہراً وارِد نہیں ہیں، وہ نصوص سے نکالے گئے ہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ علمِ تصوّف کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ علم کتاب وسنت سے مأخوذ ہے، حتیٰ کہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ علمِ طریقت (سلوک وتصوّف) میں وہی شخص قابلِ تقلید ہے جو علمِ شریعت میں معتبر ہو۔

اشغال

''شریعت وطریقت کا تلازم'' میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، جس کا







خلاصہ یہ ہے:

"طریقت دراصل اس صفتِ اِحسان ہی کا ایک نام ہے، یا تحصیلِ صفتِ اِحسان کا طریقہ ہے، اسی کو تصوّف اور سلوک کہتے ہیں، یا جو چاہے نام رکھ دیا جائے، یہ سب تعبیرات ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ رُوحانی کی حالت یہ تھی کہ بڑے سے بڑے کافر کو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتے ہی مرتبۂ اِحسان حاصل ہو جاتا تھا، اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صفتِ اِحسان کامل درجے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ مبارک کی قوت سے حاصل تھی، مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تھی، اور تابعین میں بھی تھی، مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کم تھی، لیکن تبع تابعین میں یہ قوّت بہت ہی کم ہوگئی اور اس کمی کی تلافی کے لئے بزرگوں نے مجاہدات اور ریاضات اِیجاد کئے۔ ایک زمانے تک تو محض وسائل غیر مقصودہ کے درجے میں رہے، مگر جوں جوں خیر القرون کو بُعد ہوتا گیا، ان میں مقصودیت کی شان پیدا ہوتی رہی، اور وقتاً فوقتاً ان میں اِضافہ بھی ہوتا رہا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دِین میں بے حد علمی و عملی و اعتقادی بدعات داخل ہوگئیں۔ محققین صوفیاً نے ان خرابیوں کی اِصلاحیں بھی کی ہیں، مگر اس کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ ان بدعات میں کچھ کمی ہوگئی، لیکن بالکل اِزالہ نہ ہوا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مصلحین میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدّد الف ثانی اور سیّد احمد شہید... قدس اللہ اسرارہم... کا نام خصوصیت سے لیا اور فرمایا کہ: ان حضرات نے بہت اِصلاحیں کی ہیں، مگر خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ: حق تعالیٰ نے ان حضرات پر طریقِ سنت منکشف فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ طریقِ سنت میں یہ بڑی برکت ہے کہ شیطان کو اس میں راہزنی کا موقع کم ملتا ہے۔

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذِکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذِکر

کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دِین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دِین کی تعمیر ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاً وعارفین اس کلمے کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں، اور اس کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربے سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں، کسی دُوسرے میں نہیں۔

"عن ابی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جددوا إيمانكم! قيل: يا رسول الله! وكيف نجدد إيماننا؟ قال: اكثروا من قول لا إله إلّا الله۔ رواه احمد والطبراني واسناده حسن۔"

(الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۲۶۸)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایمان کی تجدید کیسے کریں؟ ارشاد فرمایا کہ: "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کثرت سے پڑھا کرو۔"

مشائخِ سلوک اور اَطبائے رُوحانی، جسمانی طبیبوں کی طرح سے مختلف بیماریوں میں مختلف طریقوں سے اس کا ذِکر بتلاتے ہیں، مشائخِ چشتیہ کے ہاں بارہ تسبیح کا ذِکر بہت مشہور ہے، اس میں پہلے دو تسبیحیں "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کی، چار تسبیحیں "اِلَّا اللہُ" کی، پھر چھ تسبیحیں "اللہُ، اللہُ" کی، اور آخر میں ایک تسبیح "اللہ" کی۔

بعض اعتراض کرتے ہیں کہ "اِلَّا اللہُ" کا ذِکر مستثنیٰ منہ کے بغیر اور عامل کے بغیر بے معنی ہے، ایسا ذِکر بے معنی، نہ معتبر ہے، نہ موجبِ اجر، لہٰذا عبث ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے موقع پر خطبے میں اِشاد فرمایا کہ:

"لَا یُخْتَلٰی شوکھا ولا یُعضد شجرھا .... فقال رجلٌ من قریش: إلّا الإذخر یا رسول اللہ! .... فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إلّا الإذخر، إلّا الإذخر"

(صحیح بخاری، باب کتابۃ العلم ج:۱ ص:۲۲، طبع نور محمد)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی گھاس کو نہ کاٹا جائے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! إلّا الإذخر، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: إلّا الإذخر۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرینے کے قائم ہونے کی صورت میں عامل اور مستثنیٰ منہ کا حذف جائز ہوتا ہے، لہٰذا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" میں بھی اس قرینے سے کہ اس سے قبل "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کا ذِکر ہو چکا ہے، یا اس قرینے سے کہ ذاکر کا عقیدہ ہے، مستثنیٰ منہٗ عامل کو حذف کر دیا ہے، تو کیا حرج ہے...؟

دُوسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس سے قبل جو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کہا گیا ہے، اس میں صرف "اِلَّا اللہُ" کو مکرر لایا گیا ہے، اس کا عامل اور مستثنیٰ منہ ہر بار مراد ہوگا اور تاکید کے لئے جو تکرار کیا جاتا ہے، کی کوئی دلیل اس کی تجدید پر قائم نہیں، جس قدر اِہتمام ہوگا، اتنا تکرار مستحسن اور مقتضائے مقام ہوگا۔

①:... چنانچہ بعض مضامین کی نسبت بعض روایات میں ہے: "فما زال یکرّرھا حتّٰی قلنا لیتہٗ سکت" (صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۶۲) أو نحوہ، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار کہتے رہے، یہاں تک کہ ہمارا جی چاہتا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہتے۔

②:... حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ایک آدمی کے قتل کرنے کے قصے میں جس کو انہوں نے منافق سمجھ کر قتل کر دیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار یوں فرمانا کہ قیامت میں جب وہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" لائے گا تو اس کا کیا جواب دوگے؟ بار بار اس کو

فرمایا (صحیح بخاری، کتاب الدیات ج:۲ ص:۱۰۱۵، طبع نور محمد)۔

۴:... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اور بات بھی ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے جنت میں سو درجے بلند فرمائے گا، اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا کہ آسمان وزمین کے درمیان۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: وہ کیا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الجهاد في سبيل الله! الجهاد في سبيل الله! الجهاد في سبيل الله!'' (السنن الكبرىٰ للنسائي، باب درجة الجهاد في سبيل الله) تین مرتبہ فرمایا۔ سینکڑوں حدیثیں کتب میں موجود ہیں جو حدیث پڑھنے پڑھانے والوں سے مخفی نہیں ہیں، جن میں ایک ہی لفظ کا تکرار کیا گیا ہے۔

''اللہُ، اللہُ'' کے ذِکر پر اِعتراض

لفظ ''اللہُ، اللہُ، اللہُ'' کے ذِکر پر بعض لوگ اِعتراض کرتے ہیں کہ صرف اللہ، اللہ کہنا لفظ مفرد ہے، اس لئے نہ کسی معنیٔ خبری کو مفید ہے، نہ معنیٔ اِنشائی کو، پھر اس ذِکرِ بے معنی سے کیا فائدہ؟

جواب:... حدیث پاک ہی میں خود اسی اِفراد کے ساتھ اس نام پاک کو منقول بتایا گیا ہے، جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے: ''لا تقوم الساعة حتّٰى لا يقال في الأرض الله الله'' (مسلم، باب ذہاب الایمان آخر الزمان ج:۱ ص:۸۴) یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایسی حالت ہوجائے کہ دُنیا میں اللہ اللہ نہ کہا جائے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اس کا تکرار بھی مشروع ہے، اور معنی صرف خبر اور اِنشاء ہی میں منحصر نہیں، اگر اس سے تبرک و اِستحضارِ محض ہی مقصود ہو تو بے معنی اور غیر مفید کیوں ہوگا...؟

چنانچہ اِرشادِ خداوندی ہے: ''وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ'' (المزّمّل:۸) اپنے ربّ کے نام کا ذِکر کرو۔

ظاہراً الفاظ سے محض اسم کے ذِکر کو بھی عام ہے، نیز یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ

حرفِ ندا محذوف ہو، اور حذفِ ندا شائع اور مشہور ہے۔ یہ ندا شوق اور نام کے ساتھ تلذّذ کی وجہ سے ہوئی ہے (التکشف، ص:۷۰)۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بوادر'' میں لکھا ہے کہ: ''اس باب میں قولِ محقق جو تکلف سے بعید ہے، یہ ہے کہ جس طرح قرآن پڑھنے میں کبھی تو تلاوت مقصود ہوتی ہے، اور اس وقت اس کے طریق کا منقول ہونا شرط ہے اور غیر منقول کا اِختیار کرنا بدعت۔ اور کبھی محض ذہن اور حافظے میں اس کا مستحضر اور راسخ کرنا مقصود ہوتا ہے، اس میں منقول کا اِتباع کرنا لازم نہیں ہوتا۔ مثلاً: ایک شخص ایک ایک مفرد کا تکرار کر کے یاد کرتا ہے، ایک شخص ایک ایک جملے کا، ایک شخص ایک ایک آیت کا، یہ سب جائز ہے، اس کاوِش کی ضرورت نہیں کہ اس میں سلف کا کیا طریقہ تھا؟ اسی طرح عبادت ذِکر ہے، کبھی خود ذِکر مقصود بالذات ہوتا ہے، اس صورت میں ہیئت کا منقول ہونا شرط ہے، اور کبھی ذہن میں کسی خاص مطلوب کا اِستحضار اور رُسوخ مطلوب ہوتا ہے، جس سے اس عبادت کا تعلق ہو، اس میں اس ہیئت کا منقول ہونا شرط نہیں، لہٰذا ''اللہ اللہ'' اور اسم جلالہ کے تکرار معتاد سے مقصود بالذات ذکر نہیں، بلکہ خاص ایک مطلوب کا اِستحضار مقصود ہے، اور وہ خاص مطلوب فنائے علمی غیر اللہ اور توجہ الی اللہ میں تدریجاً ترقی کرنا ہے، چنانچہ ابتدا میں کثرت مشہود ہوتی ہے، اس لئے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ'' سے اس مشہود کی نفی کر کے اس کو راسخ کرنے کے لئے ''اِلَّا اللہُ'' کا تکرار کیا، پھر ثبوت میں ایک سنت حکمیہ تھی، اس سے بھی نظر اُٹھا کر صرف ذات کا تصوّر ذہن میں راسخ کرنے کے لئے اسم جلالہ کا تکرار کیا، جس کی مزاولت سے قلب میں غیر مطلوب سے بے اِلتفاتی اور حضرت مطلوب کی طرف خاص اِلتفات میں بلکہ راسخ ہو کر پھر ذِکرِ کامل کا حق ادا کر کے خوب مقصود حاصل کرتا رہے گا، بفضل تعالیٰ اس تقریر سے سب اِشکالات دُور ہوگئے، اور اس کے بدعت ہونے کا حکم قلّتِ تدبر کی وجہ سے ہونا ثابت ہوگیا۔

والحمد للہ علیٰ

کیا اس صورت میں اس طریق سے ذِکر کرنے سے ثواب نہ ملے گا؟ اس کے جواب میں ہم پوچھیں گے کہ کیا جو شخص قرآن پاک یاد کرنے کے لئے ایک ایک لفظ کا تکرار کر رہا ہے، اس کو یاد کرنے سے ثواب نہ ملے گا؟ جو اس کا جواب ہے، وہی اس کا جواب ہے۔ اور قواعد پر نظر کرنے سے دونوں کا مشترک جواب یہ ہے کہ گو تلاوت و ذِکر کا ثواب نہ ملے، لیکن تلاوتِ کاملہ کے لئے سعی وتیاری کرنے کا اور ذِکرِ کامل کے لئے سعی وتیاری کرنے کا ثواب ملے گا (شریعت وطریقت کا تلازم)۔

بیعت کی کئی اقسام ہیں:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ''قولِ جمیل'' پر تحریر فرماتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے:

بیعت جو صوفیوں میں متعارف ہے، وہ کئی طریقوں پر ہے:

پہلا طریقہ:... بیعتِ توبہ ہے، یعنی معاصی سے توبہ کرنا۔

دُوسرا طریقہ:... بیعتِ تبرک ہے، یعنی برکت کی نیت سے صالحین کے سلسلے میں داخل ہونا، یہ بمنزلہ اسنادِ حدیث کے ہے کہ اس میں برکت ہے۔

تیسرا طریقہ:... بیعتِ تاکدِ عزیمت یعنی اس بات کا عزمِ مصمم کرنا کہ اللہ جل شانہٗ سے دِل لگاؤں گا، اور اللہ تعالیٰ کے اَوامر کو ظاہراً وباطناً پورا کروں گا، اور منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کروں گا۔ یہی تیسرا طریقہ اصل ہے۔ اور پہلے دونوں قسم کے طریقوں میں بیعت کرنا عبادت ہے، اور تیسرے طریقے میں بیعت کا پورا کرنا عبادت ہے، یہاں تک کہ وہ اِطمینان کے نور سے روشن ہو جائے، اور یہ اس کی عادت اور خو، اور بلاتکلف جبلّی ہو جائے، اور بیعت شکنی یہ ہے کہ نورانیت دِل سے پہلے خلل اندازی واقع ہوگئی۔

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے ''حیاۃ الصحابہ'' میں باب البیعۃ میں بہت تفصیلی روایات جمع کی ہیں، اور بکثرت ابواب قائم کئے ہیں، وہاں ایک

مستقل عنوان ''البَیْعة علی أعمال الإسلام'' کا بھی قائم کیا ہے، اصل حیاۃ الصحابہ سے پوری روایات اور تخریجات دیکھ لی جائیں، چند مختصر روایات ذِکر کی جاتی ہیں۔

①:... ''عن بشیر بن الخصاصیة رضی الله عنه قال: اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم لأبایعه، فقلت: علام تبایعنی یا رسول الله؟ فمد رسول الله صلی الله علیه وسلم یدهٗ فقال: تشهد ان لا إله إلّا الله وحده لا شریك لهٗ وان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ وتصلی الصلوات الخمس لوقتها وتؤدی الزکاة المفروضة وتصوم رمضان وتحج البیت وتجاهد فی سبیل الله۔ قلت: یا رسول الله! کلا نطیق إلّا اثنتین فلا أطیقها الزکاة، والله! مالی إلّا عشر ذود هن رسل أهلی وحمولتهن وأما الجهاد فإنی رجل جبان ویزعمون انه من ولی فقد باء بغضب من الله واخاف ان حضر القتال ان أخشع بنفسی فأفرّ فأبوء بغضب من الله۔ فقبض رسول الله صلی الله علیه وسلم یدهٗ ثمّ حرّکها ثم قال: یا بشیر! لا صدقة ولا جهاد فبم إذن تدخل الجنة؟ قلت: یا رسول الله! ابسط یدك أبایعك، فبسط یدهٗ فبایعتهٗ علیهن کلهن۔'' (حیاۃ الصحابة ج:۱ ص:۲۲۱)

بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیعت کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ آپ کن اُمور پر مجھ سے بیعت لیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک (بیعت کرنے کے واسطے) پھیلائے اور فرمایا کہ: تو گواہی دے اس بات کی کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور پانچوں نمازوں کو اپنے اپنے وقتوں

پر اَدا کرے، اور فرض زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اور حج کرے، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے۔ انہوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! سب باتوں کی مجھ میں طاقت ہے، مگر دو چیزوں کی طاقت نہیں ہے، ایک زکوٰۃ کی کہ میرے پاس صرف دس اُونٹ ہیں، وہی میرے اہل وعیال کے دُودھ کے لئے اور سواری کے لئے ہیں، اور جہاد کی طاقت بھی نہیں، کیونکہ میں کمزور دِل ہوں اور لوگ کہتے ہیں جو جہاد سے بھاگے تو یہ اللہ تعالیٰ کے غصے کا سبب ہے، مجھے ڈر ہے کہ میں جہاد میں شریک ہوں اور کسی وقت موت کے ڈر سے بھاگ جاؤں تو میں اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو جاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو کھینچ لیا اور حرکت دے کر فرمایا کہ: او بشیر! جب نہ زکوٰۃ ہوگی اور نہ جہاد، تو پھر جنت میں کیسے جائے گا؟ تو میں نے عرض کیا کہ: اچھا اپنے ہاتھ پھیلائیں، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پھیلائے اور میں نے ان تمام اُمورِ بالا میں بیعت کی۔



۲:... "واخرج احمد عن جرير رضي الله عنه قال: بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على إقام الصلاة وإيتاء الزكاة والنصح لكل مسلم۔

وأخرج الطبراني عنه قال: أتى جرير رضي الله عنه النبي صلى الله عليه وسلم فقال: مد يدك يا جرير! فقال: على مه؟ قال: أن تسلم وجهك لله والنصيحة لكل مسلم، فأذن لها وكان رجلًا عاقلًا، فقال: يا رسول الله! فيما استطعت، فكانت رخصةً للناس بعدهٗ۔"

(حياة الصحابة ج:۱ ص:۲۲۱)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر بیعت کی، اور اس بات پر کہ میں ہر مسلمان کی

خیر خواہی کروں گا۔

دُوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جریر! اپنے ہاتھ پھیلاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ: کس بات کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس واسطے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تابعدار بنادے، اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کر! اس کو انہوں نے بہت غور سے سنا اور آدمی بہت سمجھ دار تھے، اس لئے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! جہاں تک مجھ میں طاقت ہے۔ تو اس کے بعد حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا لوگوں کے لئے رُخصت کا سبب ہوگیا۔

③:... "عن ابی امامة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من یبایع؟ فقال ثوبان رضی الله عنه مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم: بایعنا یا رسول الله! قال: علی ان لا تسأل أحدًا شیئًا، فقال ثوبان: فما له یا رسول الله؟ قال: الجنّة! فبایعهٗ ثوبان۔ قال أبو أمامة: فلقد رایته بمکة فی أجمع ما یکون من الناس یسقط سوطه وهو راکب فربما وقع علی عاتق رجل فیأخذه الرجل فیناوله فما یأخذه حتّٰی یکون هو ینزل فیأخذه۔"

(حیاة الصحابة ج:۱ ص:۲۲۲)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کون بیعت کرے گا؟ تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہمیں بیعت فرمالیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات میں بیعت لی کہ کسی سے کوئی سوال نہیں کرے گا، تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عُرض کیا کہ: مجھے اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت! حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مکہ مکرمہ میں، میں نے ان کو بڑے مجمع میں دیکھا کہ ان کا



چابک گرجاتا تھا، اور بعض دفعہ وہ کسی شخص کے کندھے پر گرجاتا اور وہ آدمی اس کو اُٹھا کر پکڑاتا، تو وہ نہیں لیتے تھے، یہاں تک کہ خود سواری سے اُتر کر لیتے تھے۔

④:... "عن أبي ذر رضي الله عنه قال: بايعني رسول الله صلى الله عليه وسلم خمسًا واوثقني سبعًا واشهد الله عليّ سبعًا ان لا اخاف في الله لومة لائم۔

وفي رواية: انّ النبي صلى الله عليه وسلم قال: ستّة ايّام ثم اعقل يا ابا ذر! ما يقال لك بعد۔ فلما كان اليوم السابع قال: أوصيك بتقوى الله في سرّ امرك وعلانيته وإذا أسأت فأحسن ولا تسألن احدًا شيئًا وإن سقط سوطك ولا تقبضنّ امانة۔"





حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بہت سے الفاظ بہت سی سندوں سے نقل کیے گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ دفعہ مجھ سے اس پر بیعت لی کہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: چھ دن اِنتظار کر اور ساتویں دن تجھے ایک بات کہوں گا، اسے اچھی طرح سمجھ لینا۔ ساتویں دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اوّل تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی، تنہائی میں بھی اور مجمع میں بھی، خلوَت میں بھی اور جلوَت میں بھی، اور جب کوئی بُرائی ہوجائے تو اس کے فوراً بعد کوئی اچھا کام کرلیا کر، اور کسی سے سوال مت کر، چاہے تیرا کوڑا ہی گر جائے، اور امانت نہ رکھنا۔



غرضیکہ تصوّفِ صحیح، قرآن وحدیث سے ثابت ہے، یہ صوفیائے کرام کی اپنی اِیجاد کردہ نہیں ہے، اور راسخ علمائے کرام نے تصوّفِ صحیح میں قدم رکھا اور علماً وعملاً اس کو قرآن وحدیث کے مطابق بنایا اور اس کی منازل طے کرائی ہیں۔



اللہ تعالیٰ دِل کی بصیرت نصیب فرمائے اور دِل کے تالوں کو کھول دے، اَللّٰھُمَّ فَتِّحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِكَ، اسی پر اِکتفا کرتا ہوں۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

از

محمد بلال عفی عنہ





''دُکانِ عشق''

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک خواب

از ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم

جس دن حضرت خلیفہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے، اس کی اگلی رات ان کے بھائی کی اہلیہ یا ان کے بھتیجے کی اہلیہ نے خواب میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی زیارت کی، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میرا تو اتنا جلدی دُنیا سے جانے کا اِرادہ نہ تھا (حضرتؒ کی خواہش تھی کہ سب بچیوں کی رُخصتی ہو جائے، ایک بچی کی ابھی تک رُخصتی نہیں ہوئی تھی) چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا، مجھے ان سے شرم آئی، اور میں ان کو اِنکار نہ کر سکا اور ان کے ساتھ چل دیا۔ مدینہ منوّرہ میں جنت البقیع میں پہلے سے میری قبر میں تخت کا اِنتظام کیا ہوا تھا، یعنی تخت بچھا ہوا تھا۔

ایک کرامت کا ذِکر

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے ایک خلیفہ حاجی احمد یا ڈاکٹر خیر محمد کہتے ہیں کہ: ہم چار ساتھی ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرتؒ کی مسجد میں ان سے ملنے گئے، ہم نے ان کو کوئی اِطلاع نہیں دی تھی، حضرتؒ نے پہلے سے ایک قریب والے دُکان دار سے کہا تھا کہ: ''میرے چار مہمان آرہے ہیں، ان کے کھانے کا اِنتظام کرنا ہے!'' حضرتؒ اسی دن گاؤں تشریف لے گئے تھے۔ راوی کہتے ہیں: وہ پھر حضرتؒ کے گاؤں لال ماہڑہ حضرتؒ سے ملنے کے لئے روانہ ہوگئے، ہم ماہڑہ پہنچے گئے، حضرتؒ کا گاؤں (مین پختہ ملتان روڈ) سے تقریباً شمال

مغربی جانب ۹ کلو میٹر کے فاصلے پر جنگل میں واقع تھا، ہمیں راستہ بالکل معلوم نہ تھا، رات ہو چکی تھی، ہم توکل پر مین روڈ سے اُترے، اُترتے ہی ہم نے شمال مغربی جانب ایک جگہ آسمان کی طرف نور اُٹھتے ہوئے دیکھا، ہم اس نور کی طرف بڑھتے گئے، اس نور کی راہنمائی میں ہم حضرتؒ کے گاؤں پہنچے تو دیکھا وہ نور حضرت خلیفہ صاحبؒ کے گھر سے آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی

احقر (ڈاکٹر عبدالسلام صاحب حفظہ اللہ) جب حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت لے رہا تھا تو مبشرات (رُؤیائے صادقہ) کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ احقر، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب بتاتا تھا اور حضرتؒ ساتھ ساتھ تعبیر دیتے تھے، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ڈاکٹر صاحب! ایک وقت آئے گا کہ بڑے بڑے لوگ
آپ سے فیض حاصل کریں گے۔"

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات سن کر احقر سکوت اختیار کر لیتا تھا کہ حضرت خلیفہ صاحبؒ احقر کی حوصلہ افزائی کے لئے کہہ رہے ہیں۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایک پیشین گوئی صحیح ثابت ہو گئی، اللہ والے دِل کی آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں۔

پردہ فرمانے کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی

نومبر ۲۰۰۶ء میں احقر کی تشکیل بطور ذمہ دار پانچ اشخاص کے ساتھ رائے ونڈ سے ہالینڈ اور بلجیم کے لئے ہوئی، اسلام آباد ویزے کے حصول کے لئے جانے سے پہلے پچاس دن اندرون ملک تشکیل میں گزارے، اس کے بعد اسلام آباد چلے گئے، رائے ونڈ میں شعبۂ خطوط کے احباب خصوصاً عبدالقیوم صاحب ایبٹ آباد والے کہہ رہے تھے کہ

ہالینڈ کا ویزا مشکل ہے، پندرہ سال سے کسی جماعت کو نہیں ملا، کچھ وقت گزار لیں، پھر دُوسرا ملک دے دیں گے۔ پنڈی مرکز کے حضرات بھی یہی کہتے تھے کہ ہالینڈ کا ویزا بہت مشکل ہے، تین چار مہینے کے بعد دُوسرے ملک کے لئے درخواست پیش کر دیں۔

ہم رائے ونڈ میں تھے، اسلام آباد ابھی نہیں گئے تھے، جماعت کے ایک ساتھی فخر زمان صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: آپ لوگ پریشان نہ ہوں، آپ کی جماعت ہالینڈ جائے گی۔ دُوسری دفعہ خواب میں زیارت ہوئی، خواب میں حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پھٹی، اس سے نور نکلا، ڈاکٹر صاحب کے اُوپر پڑا، پھر خواب دیکھنے والے پر پڑا، اس کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ساری جماعت کو بٹھا کر ہدایات دیں۔ ڈاکٹر صاحب کو خصوصی ہدایات دیں، دُعائیں دیں، جماعت جہاز میں بیٹھی، جہاز ہوا میں اُڑا اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کو الوداع کہا۔

ہم لوگ چونکہ شریعت کے مکلّف ہیں، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے اعمال برابر کرتے رہے اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس لائن کے لئے جو اعمال بتائے تھے، وہ بھی احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب) کرتا رہا، ظاہراً تو ویزا لگنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، لیکن اللہ رَبّ العزّت نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ویزا لگوا دیا اور ساری جماعت کا لگا، بخلاف پندرہ سال پہلے بعض جماعتوں میں چند کے ویزے لگتے تھے اور بعض کے نہیں لگتے تھے۔ اللہ رَبّ العزّت نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی کو سچ کر دکھایا۔

حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت دوست محمد قندہاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جو سالک روزانہ ۱۲,۰۰۰ (بارہ ہزار) مرتبہ اسمِ ذات کا ذِکر کرتا ہے، وہ صاحبِ کلام (سیفِ قاطع) بن جاتا ہے اور ہمارے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو روزانہ زندگی میں ہر لطیفہ پر سوا لاکھ اسمِ ذات کا ذِکر کرتے تھے۔







خواب اپنے لئے دیکھنا، یا کوئی دُوسرا اس کے لئے دیکھے، یہ حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "قالوا وما المبشرات یا رسول الله؟" اے اللہ کے پیارے رسول! مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: "الرُؤیا الصالحة" (صالح خوابات) (مؤطا إمام مالك، باب ما جاء فی الرؤیا)۔ اور یہی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد کی: "لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ" (یونس:۶۴) یعنی دُنیا کی زندگی میں ان کے لئے خوشخبری ہے۔

دُوسری روایت ہے:

"عن عائشة رضی الله عنها قالت: اول ما بدء رسول الله صلی الله علیه وسلم من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم وکان لا یریٰ رؤیًا إلّا جائت مثل فلق الصبح، الحدیث، اخرجه البخاری۔"

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱، حدیث نمبر:۳)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی اِبتدا اچھے خوابوں سے ہوئی، اور جو خواب دیکھتے تھے، نورِ صبح کی طرح اس کا ظہور ہوجاتا تھا۔

سچا خواب ایک حالِ محمود ہے، حدیثِ پاک سے اس کا وقوع ثابت ہوتا ہے۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں:

①:- حدیث النفس (خیالات)۔

②:- تخویف الشیطان (شیطان کا ڈروہ دُشمنی کی وجہ سے غمزدہ کرنے کے لئے ناپسندیدہ اُمور دِکھاتا ہے)۔

③:- بشارت من اللہ (اللہ کی طرف سے خوشخبری) (صحیح بخاری ج:۲ ص:۱۰۳۹، باب القید فی المنام، کتاب التعبیر)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: جب تم میں کوئی بُرا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دے، اور تین بار ''اَعُوْذُ بِاللہِ'' پڑھ لے، اور جس کروَٹ پر تھا، اس کو بدل دے (مشکوٰۃ ص:۳۹۴، کتاب الرؤیا)۔

بعض ناواقفانِ سلوک کو دیکھا ہے کہ خواب پر ان کو بہت ہی نظر ہوتی ہے، اچھے خوابوں کی کمی ہو جائے تو اللہ سے دُوری کی علامت سمجھ کر مغموم اور متفکر ہو جاتے ہیں، اچھے خواب نظر آ جاتے ہیں تو اس کو منتہائے مقصود سمجھ کر ناز کرتے ہیں، کوئی واقعہ نظر آ جاتا ہے تو اس پر پورا اِعتماد کرلیتے ہیں، اگر کوئی بُرا خواب نظر آ جاتا ہے تو پریشانی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ان سب کا غلط ہونا صاف صاف معلوم ہو گیا اور بُرے خواب کے ضرر اور نقصان سے بچنے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

غرض خواب اتنی بڑی چیز نہیں جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، اصل فکر حالتِ بیداری کی کرنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ...؟



کسی کا شعر بہت پسند آتا ہے:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

ترجمہ:... ''نہ رات ہوں، نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کہوں، آفتاب کا غلام ہوں، آفتاب کی باتیں کرتا ہوں۔''

(از شریعت و طریقت ص:۳۰۴، ۳۰۵)

اس موقع پر بندہ (محمد بلال) کو حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آتی ہے کہ نظام الدین مرکز تبلیغ میں ایک شخص نے حضرتؒ کو میرے سامنے آ کر کہا: حضرت! میں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ حضرتؒ نے فوراً جواب میں فرمایا: تم نے مجھ کو ابھی جاگتے ہوئے دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ بیداری میں کسی کو دیکھنا زیادہ مضبوط اور

بڑے درجے کی بات ہے، بہ نسبت خواب کے۔

حضرت مولانا حافظ خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح حیات

ولادت

آپؒ کی ولادت ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء بروز جمعۃ المبارک ستائیسویں شب ہوئی۔ آپؒ کے والد تراویح پڑھ کر واپس آئے تو لوگوں نے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش دریائے سندھ کے پار ایک جزیرہ (بیٹ) ڈرہ میں ہوئی۔ آپؒ کے والدین ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک گاؤں ماہڑہ میں رہائش پذیر تھے۔ قحط سالی کی وجہ سے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدین دریائے سندھ کے اس جزیرے میں عارضی طور پر منتقل ہو گئے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام اللہ داد تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجنون خان کی اولاد میں سے ہیں، جو کہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور کمال الدین کے پوتے تھے۔ مجنون خان کا تعلق اٹھارویں پشت میں جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد، خواجہ غلام حسن سواگ شریف (آج کل پنجاب پاکستان قلع کروڑ لعل عیسن کے نام سے معروف ہے-از ڈاکٹر عبدالسلام) کے پہلے مرید تھے، خواجہ صاحبؒ گرہ سواگ میں رہتے تھے، اس وقت ان کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا موسیٰ خان صاحب ان کے دُوسرے مرید تھے۔ ایک سال کے بعد حضرتؒ کے والدین دوبارہ ماہڑہ آئے۔ خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک بزرگ ماہی جان تھے، جن کی وجہ سے آپ کی قوم میہے مشہور ہے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ کے بڑے بھائی گاموں

کے بیٹے قاری عبیدالرحمٰن نے موضع لعل ماہڑہ میں زمین خریدی، جس کی وجہ سے حضرت خلیفہ صاحبؒ بھی ان کے ساتھ لعل ماہڑہ منتقل ہو گئے۔

بچپن کے کچھ حالات

بچپن ہی سے کھیل کود کی طرف آپ کا میلان نہ تھا، آپ بچوں سے نہیں کھیلا کرتے تھے، کبھی کسی بچے سے لڑائی نہیں کی تھی، کسی کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ کو بہت دُکھ ہوتا۔ لڑائی سے حضرت خلیفہ صاحبؒ کا دِل بہت کتراتا تھا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے کہ: ''مجھے یاد نہیں کہ میں کسی بچے کے ساتھ کھیلا ہوں۔'' آپ بہت کم عوامی حجروں (عوامی بیٹھک) میں جایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا

حضرت خواجہ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:



''غلام رسول! قرآن کس سے پڑھتے ہو؟'' میں نے کہا: حافظ گاموں سے! کہا: ہاں، ہاں! اس کی خدمت کرو، اللہ تمہیں نیک بنائے گا، اگر کسی نے قطب کو دیکھنا ہے تو حافظ گاموں کو دیکھ لے۔''

قراءت کی تکمیل

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فنِ قراءت طوران موضع مانجھی خیل میں حضرت قاری عبدالہادی شاہ صاحب سے مکمل کیا۔ مانجھی خیل ضلع ٹانک سے ۴۵ میل پر واقع ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ عبدالہادی شاہ صاحب کے والد چراغ شاہ سے قراءت سیکھنے گئے تھے، لیکن وہ وفات پا گئے، اس لئے ان کے بیٹے عبدالہادی شاہ صاحب سے ایک سال کے عرصے میں فنِ قراءت مکمل کیا۔

اُستاذ کی خدمت

حافظ گاموںؒ، کھر وموضع کے رہنے والے تھے، وہ رعشہ (Parkinsonism)

کے مریض تھے، بھائی حضرت خلیفہ صاحبؒ کو اُستاذ کی خدمت میں لے گئے، اُستاذ صاحبؒ کی چارپائی شرقی غربی جانب ہوتی تھی، جبکہ حضرت خلیفہ صاحبؒ کی چارپائی شمالاً جنوباً ہوتی تھی، حضرت اُستاذ صاحبؒ کی خدمت کے لئے خلیفہ صاحبؒ ساری ساری رات جاگتے تھے، حافظ گاموںؒ معذور ہوگئے تھے، آنکھوں کی بینائی صحیح تھی۔

اُستاذ گاموںؒ کی کرامت

وہ بول نہیں سکتے تھے، لیکن جب دانتوں کو ہلاتے تھے یا آنکھوں کو جھکاتے تھے تو باقاعدہ آواز پیدا ہوتی تھی، جس کی سمجھ صرف حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آتی تھی اور کوئی نہیں سمجھتا تھا۔ حافظ گاموںؒ کے سرہانے حضرت خلیفہ صاحبؒ گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے، نیند آجاتی تھی، وقتاً فوقتاً حافظ صاحبؒ کا پہلو بھی بدلتے تھے، ان پر لحاف بھی ڈالتے تھے، جب کبھی لحاف چہرے پر آجاتا بے ہوش ہوجاتے تھے، اس لئے کافی محتاط رہنا پڑتا تھا۔ ان کو تیمّم بھی کراتے تھے اور نماز بھی پڑھاتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ وہیں پر سنِ بلوغت کو پہنچے۔ اُستاذ صاحبؒ کی کچھ زمین تھی، جس کو کنویں سے پانی لگایا کرتے تھے، حسبِ ضرورت حافظ صاحبؒ کی خدمت کرتے، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے والد صاحب اپنے اہل وعیال سمیت حضرت خواجہ سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کئی کئی مہینے وہاں خانقاہ کی خدمت کرتے، اس دوران حضرت خلیفہ صاحبؒ بھی والدین کے ساتھ ہوتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہندوستان روانگی

قراءت مکمل کرنے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ ہندوستان تشریف لے گئے، وہاں پر جمعیت علمائے ہند میں شامل ہوگئے۔ عبدالہادی شاہ کے ایک بھائی مولانا سیّد غلام محمد شاہؒ تھے، وہ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ اور مولانا سیّد غلام محمد شاہ صاحبؒ ہندوستان میں اکٹھے رہتے تھے اور



حضرتؒ کے مشورے سے اکٹھے تبلیغ کرتے تھے۔ مولانا سیّد عبدالہادی شاہ صاحبؒ پختہ عالم تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ: ''میں عالم بننا چاہتا ہوں!'' (حضرت خلیفہ صاحبؒ) ان دنوں اکثر مراقب رہتے تھے، دُرودِ ابراہیمی کثرت سے پڑھتے تھے اور سات منزل دلائل الخیرات روزانہ پڑھتے تھے، اس کے ساتھ بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے، اس وقت آپؒ (خلیفہ صاحب) ہر نماز غسل کرکے پڑھتے تھے، تہجد بھی غسل کرکے پڑھتے تھے، دُرود شریف ہزاروں کی تعداد میں پڑھنا ان کا معمول تھا۔ آپؒ (خلیفہ صاحب) کے دوست حاجی حق داد صاحب کہتے تھے: تم ساری ساری رات نہ بیٹھا کرو، مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے، بدن کا بھی آپ پر حق ہے۔ آپؒ (خلیفہ صاحب) نے جواب میں فرمایا: اللہ اور میرے درمیان مخل نہ ہوں۔ آپؒ (خلیفہ صاحب) نے فرمایا کہ: اب عادت ایسی ہوگئی ہے، لیکن لیٹ کر مراقب ہوتا ہوں، دِن کو تھوڑی دیر سوتا ہوں اگر وقت مل جائے، ہندوستان میں بھی میری یہی حالت تھی، وہاں پر نقشبندیہ کے مراقبات کیا کرتا تھا۔



تقسیمِ ہند سے پہلے بزرگوں کی خدمت میں حاضری

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: گرداس پور میں چشتیہ سلسلے کے ایک بزرگ تھے، محمد دینؒ ان کا نام تھا، ان سے محبت کا تعلق تھا، ان کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوتا تھا، میں حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی جایا کرتا تھا، ان کے ساتھ بھی تعلق تھا۔



حضرت خلیفہ صاحبؒ کا ہندوستان میں ایک بدعتی پیر کے پاس جانا اور اس سے بدظن ہوکر واپس ہونا

۵ر جنوری ۱۹۹۹ء حضرتؒ سے احقر نے عرض کیا کہ: ہندوستان کی کوئی بات سنائیں! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں سٹھیالہ (ضلع امرتسر) میں اِمام تھا، ایک سفید

ریش بزرگ ہمارے پاس آیا، وہ میرے حجرے میں رہتا تھا جب کبھی سٹھیالہ آتا تھا، میں اس کا عقیدت مند ہوگیا۔ وہ بسیاں (ضلع گرداس پور) میں رہتا تھا، وہاں پر اس کی خانقاہ تھی، چشتیہ سلسلے سے اس کا تعلق تھا، علی محمد اس کا نام تھا، میں اس کی خانقاہ میں اس سے ملنے گیا، اس نے اپنے نانا کی قبر کا طواف کیا، مرید اس کے ساتھ تھے، آخر میں سات چکر لگانے کے بعد اس کے پاؤں کی طرف سجدہ کیا۔ میں واپس چلا آیا اور بدظن ہوگیا، ہر چکر کے آخر میں پاؤں کے برابر آکر سلام کرتا تھا، میں پھر نہیں گیا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی پاکستان آمد اور مدرسے میں داخلہ

جب ہندوستان تقسیم ہوا تو آپؒ (خلیفہ صاحبؒ) اس وقت ہندوستان میں تھے، مہاجرین کے ساتھ پاکستان آئے، لاہور آکر آپ نے غلام محمد شاہ صاحبؒ سے مشورہ کیا کہ میں کتابیں پڑھنا چاہتا ہوں، پاکستان آکر چنیوٹ میں جامعہ محمدیہ میں داخلہ لے لیا، مولانا محمد ذاکر صاحب مہتمم تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے صَرف ونحو اور فارسی وہاں پر شروع کی، شرح مائۃ عامل تک کتابیں پڑھیں۔ فرماتے ہیں: جب ''کتبت بالقلم'' پر اُستاذ نے اس کی تشریح یوں کی کہ علمائے دیوبند قلم سے مدد مانگتے ہیں، جبکہ اولیائے کرام کو نہیں مانتے۔ اُستاذ بریلوی خیالات کا تھا، اس نے علمائے دیوبند کو بُرا بھلا کہا، ہمارا جھگڑا ہوگیا، یہ لڑائی مہتمم تک جا پہنچی، میں نے مہتمم سے کہا کہ: آپ کے مدرسے کے کتب خانے میں اکثر کتابیں علمائے دیوبند کی ہیں، اگر علمائے دیوبند صحیح نہیں تو آپ نے ان کی کتابیں کیوں رکھی ہیں؟ اور کس لئے ان سے اِستفادہ کرتے ہو؟ اس کے بعد مجھے مدرسے سے نکال دیا گیا۔

بیپلاں میں داخلہ

اس کے بعد آپ (خلیفہ صاحبؒ) نے بیپلاں مدرسے میں داخلہ لے لیا اور مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فیض احمد صاحب سے ''کنز الدقائق'' تک

مختلف علوم وفنون کی کتب پڑھیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کا صحاحِ ستہ پڑھنا

اس کے بعد آپ ڈیرہ اسماعیل واپس آگئے، صحاحِ ستہ تک بقیہ کتابیں مدرسہ نعمانیہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب اور حضرت مولانا سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھیں، اس وقت حضرتؒ کی عمر تقریباً ساٹھ سال کے قریب تھی۔

اُستاذ کی قدر دانی

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دینی کتابوں کی تعلیم، مسلم، ترمذی وغیرہ شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب (شاگرد حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) سے پیرانہ سالی میں، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت لینے کے بعد مکمل کیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ اُستاذِ محترم کی عزت کرتے تھے اور ان کے سامنے دوزانو بیٹھتے تھے، حالانکہ عمر میں اُستاذ صاحب سے بڑے تھے۔

طالب علمی کا زمانہ اور ساتوں آسمانوں کی سیر

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: میں نے ساتوں آسمانوں کی سیر طالب علمی کے زمانے میں کی۔ فرمایا: میرے بڑے بھائی حافظ غلام محمد مجھے اپنے دوست کے پاس لے گئے۔ فرمایا: ہم لعل ماہڑہ سے پیدل چلے، پہلی رات ہم نے درابن خورد میں کی، دُوسری رات ہم نے تھوئے فاضل (ڈیرہ شہر کے قریب) میں کی، تیسری رات ہم نے روحلہ میں کی، ہم روحلہ میں حافظ غلام رسول کی مسجد میں آئے، وہ شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانوخیل والے کے دادا تھے، ان کا بڑا درس تھا، بڑے بڑے داڑھیوں والے طالبِ علم ان سے پڑھتے تھے، مسجد اُونچی تھی، اس کی سات سیڑھیاں تھیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے پاؤں مسلسل سفر کی وجہ سے سوجھ گئے تھے (لعل ماہڑہ سے روحلہ تک ۴۵ کلومیٹر کا فاصلہ ہے)۔ فرمایا: جب میں نے مسجد کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو محسوس کیا کہ میں نے قدم پہلے آسمان پر رکھ لیا ہے، اس طرح ہر سیڑھی پر مجھے آسمان پر قدم محسوس ہوا۔ فرمایا: میرے بڑے بھائی حافظ غلام محمد بڑے سخت آدمی تھے، حافظ غلام رسول نے بھائی سے کہا کہ: تم نے چھوٹے بھائی پر ظلم کیا ہے، یہ بچہ ہے، مسلسل سفر کی وجہ سے اس کے پاؤں سوجھ گئے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اب وہ مسجد دریا بُرد ہو گئی ہے۔ روحلہ میں آرام کرنے کے بعد ہم کھرُ ووالی میں گئے۔ فرمایا: اُس وقت طلبہ گھروں پر گھومتے تھے، فرمایا: آج کل اُستاذ بھیک مانگتے ہیں...!

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: گاؤں کا ایک ملک جو شیعہ تھا، اس نے میرا ذمہ اُٹھایا، رات اور دوپہر دونوں وقت کی روٹی وہ میرے لئے گھر سے لاتا تھا۔ فرمایا کہ: ایک دن اس ملک کی بیوی نے کھیت میں مجھ سے جو کٹوائے، اس کے بعد میں ان کے گھر کھانا لینے نہیں گیا، ملک آیا، اس نے بڑی منّت کی، لیکن میں نہ مانا، ایک دن کے بعد اللہ نے دوسرے ملک کو بھیج دیا جو کہ لعل خیل تھا، اس نے کہا کہ صبح شام میرے گھر سے حافظ صاحب کے لئے کھانا آئے گا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت اُستاذ گاموںؒ کی کرامت یہ تھی کہ اگرچہ ان کی زبان پر فالج کا حملہ تھا، لیکن وہ آنکھوں سے اِشارہ کرتے تھے اور ہونٹ ہلاتے، جس سے آواز نکلتی تھی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مجھے بڑے بھائی اُستاذ کی خدمت کے لئے لے گئے تھے، عجیب زمانہ تھا، فرمایا: اس علاقے سے کستوری اور جنت کی خوشبو آتی تھی، ہم محسوس کرتے تھے۔

حضرتؒ کے پہلے شیخ و مرشد

حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات

حضرت خلیفہ صاحبؒ جوانی میں حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند سال حاضری دیتے رہے۔ حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ، خواجہ سراج الدین صاحبؒ موسیٰ زئی شریف والے کے اجل خلفاء میں تھے، حق تعالیٰ نے انہیں تبلیغ واشاعتِ دِین کے لئے قبول کرلیا تھا، کثیر تعداد میں ہندو اور سکھ آپ کی توجہ سے اِیمان والے بنے، آپ نے چاہ حسن آباد میں قصبہ کروڑ لعل عیسن سے پانچ میل دُور مغرب کی جانب ایک خانقاہ تعمیر کی اور اپنے شیخ کی نسبت سے اس کا نام ”خانقاہ سراجیہ“ رکھا۔



حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ شروع میں جلال خان کے حجرے میں رہتے تھے، اس میں تقریباً چھ چھوٹے چھوٹے کمرے تھے، ایک حضرتؒ کا تسبیح خانہ تھا، حضرت خواجہ غلام حسنؒ کے دو خادم تھے، بڑے کا نام محمد حسین اور چھوٹے کا نام صاحب داد تھا۔ صاحب داد پوٹے (ڈیرہ اسماعیل خان) کا رہنے والا تھا، دونوں قوم کے لحاظ سے چڑووے تھے۔ صاحب داد بغیر شادی کے حضرت خواجہ غلام حسنؒ کے بعد فوت ہوئے، جلال، صاحب داد اور محمد حسین کی قبریں حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ میں روضے سے باہر ہیں۔



حضرت خواجہ غلام حسنؒ کے ایک ہی بیٹے تھے، ان کا نام فقیر محمد تھا، فقیر محمد بہت بڑے عالم اور کامل ولی تھے، فقیر محمد خلیفہ گان سے سفارش کراتے تھے کہ والد صاحب ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اجازت دے دیں۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے تھے کہ: مجھے معلوم ہے کہ اگر فقیر محمد روضۂ رسول پر گیا، ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا عشق ہے کہ وہاں پر ان کا دِل پھٹ جائے گا۔

حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور عالمِ استغراق

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ چھ مہینے تک عالمِ استغراق میں رہے، نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، نہ نماز پڑھ سکتے تھے، بے ہوشی کے عالم میں رہتے تھے، ہم چارپائی کو سائے اور دُھوپ میں کرتے تھے، حضرتؒ سرائیکی زبان میں کہتے: ''مرواوترے میڈے نال کے کریندے وے'' (ارے تم کو موت آجائے! میرے ساتھ کیا کر رہے ہو؟) اس کے بعد عالمِ استغراق سے نکلے، چھ مہینے تک نہ کچھ کھایا، نہ پیا۔

حضرت خواجہ غلام حسن کی خدمت میں دوبارہ حاضری

حفظ اور قراءت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برابر نو یا دس سال تک حاضری دیتے رہے، اور حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ سے رُوحانی فیض حاصل کرتے رہے، حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ جب موسیٰ زئی شریف حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے جاتے تھے تو لعل ماہڑہ کے قریب چڑا گاؤں میں ملک تگہ کے ساتھ ایک رات کے لئے رہتے تھے، یہاں سے موسیٰ زئی شریف جاتے تھے۔

اللہ پاک نے صحابہ کرامؓ کو حالتِ ہوش میں رکھا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

اللہ ربّ العزّت نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حالتِ ہوش میں رکھا، کیونکہ اللہ پاک نے ان سے دِین کی دعوت کا کام لینا تھا، وہ دِین کے داعی تھے، تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دِین کے داعی تھے، ان کے صدقے ہم تک دِین پہنچا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حالتِ محویت میں رہتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ:

ہم حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اشراق کی نماز کے بعد دو یا تین گھنٹے تک بیٹھے رہتے تھے، اس کے بعد لوگ کاموں کے لئے چلے جاتے تھے اور خاص خاص لوگ بیٹھے رہتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد سے عصر کی نماز تک حلقہ ہوتا تھا، عشاء کی نماز سے پہلے تمام حضرات ٹھیکریوں پر دُرود شریف اور اِستغفار پڑھتے تھے۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کافی دیر سے کراتے تھے۔

عشاء کی نماز تہائی رات کے قریب تک مؤخر کرنا مستحب ہے، جو کتبِ فقہ میں مذکور ہے (از محمد بلال)۔

حضرت پیر مہر علی شاہؒ گولڑہ شریف والے اور عالمِ اِستغراق

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف والے سات سال تک عالمِ اِستغراق میں رہے، لوگ آتے تھے اور حضرت کی زیارت کر کے چلے جاتے تھے۔ فرمایا: بیپلاں میں میرے ایک ہم سبق تھے، ان کا نام صالح محمد تھا، وہ بھی حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کے مرید تھے۔ وہ ایک دفعہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے ملاقات کرنے چلے گئے، اس وقت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ عالمِ اِستغراق میں تھے، کثیر تعداد میں لوگ حضرتؒ کے اِردگرد بیٹھے تھے، صالح محمد لوگوں کو چیرتے ہوئے حضرتؒ کے قریب گئے اور حضرتؒ کو سلام کر ڈالا، حضرتؒ عالمِ اِستغراق سے باہر نکل آئے، اُٹھ کر بیٹھ گئے اور سلام کا جواب دیا، حضرتؒ نے پوچھا: کس کے ساتھ تعلق ہے؟ جواب دیا: حضرت خواجہ غلام حسنؒ کا مرید ہوں! حضرتؒ نے صالح محمد کو دُعا دِی اور عالمِ اِستغراق میں چلے گئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے خادم نے صالح محمد سے پوچھا کہ: تم کون ہو؟ ولی ہو یا قطب ہو؟ صالح محمد نے کہا: کچھ بھی نہیں ہوں! حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کا تعلق والا ہوں۔ خادم نے عرض کیا: اوہ! یہ تو

نہیں ہے، یہ تیرے پیر کا منہ ہے (مطلب یہ ہے کہ اب معلوم ہوا کہ حضرتؒ نے تیری قدر تیرے پیر و مرشد کی وجہ سے کی)۔ پھر خادم نے کہا کہ: حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: جب اولیائے کرام اکٹھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری دینے کے لئے جاتے تھے تو یہ جٹ (اُونٹ چرانے والا دیہاتی) یعنی حضرت خواجہ غلام حسنؒ سب اولیاء کے آگے آگے ہوتا تھا، یہ اسی کی برکت ہے۔

حالتِ اِستغراق کوئی بڑا مرتبہ یا مقام نہیں ہے، جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں، اگر اِستغراق بڑا مرتبہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اِرشاد صادر نہ ہوتا کہ:

''میرا جی چاہتا ہے کہ نماز خوب لمبی پڑھوں، مگر نماز میں کسی بچے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِستغراق نہ ہوتا تھا، البتہ محمود ضرور ہے (بشرطیکہ اس اِستغراق سے کوئی شرعی عیب پیدا نہ ہو) چنانچہ حالتِ اِستغراق کا ثبوت روایات سے ہوتا ہے۔

①:... حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے، جو ''التکشف'' (ص:۴۱۲) میں صحیح مسلم کی روایت درج ہے:

"فلما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قد غشینی ضرب فی صدری فَفَضْتُ عَرَقًا وَكَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى اللّٰهِ خَوْفًا۔" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۴۱، باب بیان ان القرآن علی سبعۃ أحرف)

ترجمہ:... ''حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے میں ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہوگیا، اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا







اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔"

حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس سے چند اُمور کو مستنبط فرمایا (اس سے چند اُمور معلوم ہوئے):

پہلی بات:... تصرف ثابت ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مارنا، جس سے یہ حالت ہوگئی، تصرف ہے۔

دُوسری بات وجد:... ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوئی، یہ وجد ہے۔

تیسری بات:... اِنتہا درجے میں اس کا غلبہ اِستغراق، اور اِنتہا درجہ ہونا اس سے معلوم ہوا کہ اس میں تشبیہ دی ہے گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، اور ظاہر ہے کہ اگر اللہ کو واقعتاً اس عالمِ دُنیا میں دیکھ لیتے تو ہرگز ہوش وحواس میں نہ رہتے، یہی اِستغراق ہوتا ہے۔

②:... حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے دُوسری حدیث پاک سے بھی حالتِ اِستغراق کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: یہ لڑکی (آپ کی صاحبزادی کی طرف اِشارہ کرکے جو آپ کے ساتھ جارہی تھی) آپ کی ہے؟ آپ بہت غور سے اس کو دیکھتے ہیں کہ ہاں! گھر والے کہتے تو تھے کہ یہ میری لڑکی ہے، یعنی یہ بھی یاد نہیں رہا کہ یہ میری لڑکی ہے۔ گھر والوں کے قول سے اِستدلال کیا۔

اس جگہ جی چاہتا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت ان کی کتاب "شریعت وطریقت کا تلازم" سے قارئین کے لئے نقل کردی جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ کی گیارہویں جلد میں (جو ساری تصوّف ہی کے بارے میں ہے) لکھتے ہیں کہ: لفظ "صوفیاء" قرونِ ثلاثہ میں معروف نہیں تھا، اس کے بعد اس کی ترویج ہوئی، اور یہ لفظ بہت سے ائمہ اور شیوخ کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے، جیسے اِمام احمد بن حنبل، سلیمان دارانی اور سفیان ثوری... رحمۃ اللہ علیہم اجمعین... سے بھی نقل کیا گیا ہے، اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی۔

پھر لکھتے ہیں: صوفیاء کی جماعت سب سے پہلے بصرہ سے ظاہر ہوئی، اور سب سے پہلے جس نے خانقاہ بنائی، عبدالواحد بن زیدؒ کے مریدین تھے، اور عبدالواحد بن زیدؒ، حسن بصریؒ کے خلفاء میں سے تھے، اور اسی زمانے میں بصرہ سب جگہوں سے زیادہ عبادت اور خوفِ خداوندی میں مشہور تھا، اور اسی وجہ سے یہ مشہور تھا کہ فقہ کوفی ہے، اور عبادت بصری ہے۔ پھر عبادِ اہلِ بصرہ کے متعدّد قصے لکھے ہیں، جن میں قرآن پڑھنے سے بعض پر غشی طاری ہو جاتی، اور بعضوں کا مر جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر اس زمانے کے بعض اکابر نے اِنکار بھی کیا، بعض نے اس وجہ سے اس کو تکلف سمجھا، اور بعضوں نے اس وجہ سے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں یہ چیزیں نہیں پائی گئیں۔

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ مغلوب الحال تھا تو اس پر نکیر بھی کی جائے گی، اور جو اپنے حال پر ثابت رہے، وہ اس سے افضل ہے۔ حضرت اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے غشی اور وجد وغیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

یحییٰ بن سعید قسطانی پر ایک دفعہ قرآن پڑھا گیا تو ان پر غشی طاری ہو گئی، اگر کوئی شخص اس حالت کو اپنے سے رفع کر سکتا تھا تو یحییٰ بن سعید رفع کرتے، کیونکہ ان سے زیادہ عقل مند میں نے نہیں دیکھا۔

اور اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے کہ خود ان پر یہ حالت طاری ہوئی اور علی بن فضیل بن عیاضؒ کا قصہ تو بہت مشہور ہے۔

حاصل یہ کہ اس قسم کے واقعات ایسے لوگوں سے کثرت سے ثابت ہیں جن کے صدق پر شبہ نہیں کیا جا سکتا، لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اَحوال جو قرآن میں مذکور ہیں، جیسے قلوب کا ڈھل جانا، آنسوؤں کا بہنا وغیرہ وغیرہ، ان سے اُونچے ہیں، اور ان حالات پر وہ اِنکار کرتے ہیں جن کے دِلوں میں قساوت ہے اور دِلوں پر زنگ لگ چکے ہیں، یہ جن کو دِین سے بغض ہے، یہ طبقہ تو بُرا ہے، اور اس کے بالمقابل بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اَحوال سب سے اَکمل اور اَعلیٰ ہیں۔ یہ دونوں فریق اِفراط و تفریط میں مبتلا ہیں، بلکہ

اس میں تین مرتبے ہیں:

۱:- ایک تو حال ظالم النفس کا جو قاسی القلب ہے، جس کا دِل قرآن کے سننے اور اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے نرم نہیں ہوتا۔ یہ لوگ یہود کے مشابہ ہیں، جن کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے: ''ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ'' (البقرۃ:۷۴) (تمہارے دِل سخت ہوگئے) کہا ہے۔

۲:- اور دُوسرا طبقہ مؤمن، متقی ہے، لیکن ان کے قلوب میں ضعف ہے جو واردات کو برداشت نہیں کرسکتے، لوگ بیہوش ہوجاتے ہیں یا مرجاتے ہیں، اور یہ حالت وارِد کی قوّت اور قلب کے ضعف کی ہوتی ہے، اور ایسی باتیں اُمورِ دینیہ میں بھی پیش آجاتی ہیں کہ بعض آدمی فرطِ خوشی سے یا فرطِ غم سے مرجاتا ہے یا پاگل ہوجاتا ہے۔ اگر اس طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوتی جو حالت ان پر پیش آئی تو ان کو گناہ نہیں اور نہ ان پر شک کرنے کی کوئی وجہ ہے، جیسے قرآن پاک کسی نے جائز طریقے سے سنا ہو اور دِل کی زیادتی اس کی طرف سے پیش نہ آئی ہو، ایسے میں قلب پر جو حالت طاری ہوتی ہے، جس کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اس جیسے اُمور جن سے غیر اِختیاری طور پر بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے، اس میں قولِ فیصل یہی ہے کہ یہ سب اَحوال اگر ان کے اسباب مشروع ہیں اور صاحبِ حال مگر اپنی حالت کو قابو میں رکھنے سے عاجز ہے تو یہ حالت محمود ہے، اور غشی وغیرہ میں جو غیر اِختیاری طور سے اس سے صادر ہوتی ہے، اس میں معذور ہے۔

۳:- اور یہ لوگ ان سے زیادہ اکمل ہیں جو اس حال کو نہیں پہنچ سکے، لیکن وہ لوگ جن کی عقل زائل نہیں ہوتی، حالانکہ ان کو یہی مرتبہ ایمان کا حاصل ہے تو وہ ان سے بھی زیادہ اکمل وافضل ہیں، اور یہی حال حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کو کیا کیا دِکھایا گیا، مگر صبح اس حال میں کوئی تغیر نہ تھا، تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے افضل تھا جو جبلِ طور پر تجلّی سے غش کھاگئے تھے، بے شک موسیٰ علیہ السلام کا حال بہت اُونچا اور جلیل القدر تھا، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ان سے

بھی افضل واکمل تھا، انتہی۔

حضرت خلیفہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ذِکر فرمایا ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں، حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب دامت برکاتہم کو مخاطب ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اگر کسی اللہ والے کی توجہ کا اثر دیکھا ہے تو وہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تھی۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ان کا ایک مرید آیا، وہ بڑا جاگیردار تھا، اس نے گرِنیس کے لٹھے کی قمیص اور شلوار پہنی ہوئی تھی، پگڑی اس نے گلے میں ڈالی ہوئی تھی، وہ حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے ساتھ خانقاہ کے لنگر کے لئے دو خوبصورت دُنبے لایا۔ جاگیردار صاحب کی داڑھی نہیں تھی، حضرت خواجہ صاحبؒ کو ریش بریدہ لوگ اچھے نہیں لگتے تھے، خدام کو کہا کہ: ان کو دُنبوں کے ساتھ خانقاہ کی حدود سے باہر نکال دو! خدام نے نکال دیا۔ اب اس نے کیا کیا کہ جوتیاں اُتار کر ایک جوتی دانتوں میں پکڑی اور حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا، حضرتؒ نے کہا: کیوں تنگ کرتے ہو؟ اپنے سامنے بٹھایا اور ان پر توجہ ڈالی۔ حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ کے یہاں میں موجود تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ جاگیردار حجرے کی چھت سے جا لگے، دو دفعہ یہ عمل ہوا، اس کے بعد اس جاگیردار نے توبہ کرلی اور اس کو داڑھی رکھنے کی توفیق ہوگئی۔ یہ اللہ والوں کا اِصلاح کرنے کا اپنا طریقہ اور رنگ ہوتا ہے۔

(حضرت مولانا علاء الدین صاحب دامت برکاتہم، حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، جو ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ نظامی کی تکمیل انہی

سے کی ہے، اور یہ خود حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی، تعلق مع اللہ اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے بے حد ادب کرتے تھے، اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کی بنا پر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ بھی انہی اُستاذِ محترم نے پڑھائی - از ڈاکٹر صاحب)۔

اسی طرح حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک اور واقعہ بیان کیا کہ:

حضرت خواجہ غلام حسنؒ ایک ہندو کو اپنے باغ میں لے گئے، ہم بھی حضرت خواجہ غلام حسنؒ کے ساتھ تھے، حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے گنا نکال کر دیا اور ایک گنا ہندو کو بھی دیا، ہندو نے کہا: حضرت! آپ بہت کوشش کر لیں، میں مسلمان نہیں ہوں گا۔ حضرتؒ نے باغ میں ان پر توجہ ڈالی، ہندو گر گیا اور بے ہوش ہو گیا، تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آیا، جب اِفاقہ ہوا تو حالت بدلی ہوئی تھی، اور کہا کہ: مجھے کلمہ پڑھاؤ! حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے کلمہ تلقین کیا اور وہ ہندو مسلمان ہو گیا۔



توجہ کیا ہے؟ اور توجہ کی دلیل

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التکشف عن مہمات التصوّف'' میں سب سے پہلے جو وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس کا واقعہ صحیح بخاری سے عربی متن اور ترجمے کے ساتھ نقل فرمایا، جس میں حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ دبانے کا ذِکر ہے، پھر تحریر فرماتے ہیں: بہرحال اس کی ضرورت تھی کہ اس قراءت مأمور بہا کے اَخذ اور تلقی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِستعداد کی تقویت و تکمیل کی جاوے، اس غرض سے فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار دبایا، تاکہ قوت توجہ و رحمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں تصرف کریں۔ اسی طرح اس حدیثؓ سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ انتہیٰ۔



یہ توجہ کی اصل ہے کہ شیخ طالب کے دِل کی طرف متوجہ ہو کر اور ہمتِ باطنی سے نورِ باطنی

اپنے قلب سے اس کے قلب میں ڈالے۔

علاوہ اس کے توجہ کی اصل وہ حدیث شریف ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ:

"اے ابوہریرہ اپنی چادر بچھادے!" تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر بچھادی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر میں تین مرتبہ تین لپ اپنے سینۂ اقدس کی طرف سے بھر بھر کر اس میں ڈالے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اے ابوہریرہ باندھ لے! انہوں نے اس چادر کو باندھ لیا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر اس روز سے میں کوئی بات جو سنی تھی نہ بھولا، برابر مجھ کو یاد رہا۔ علاوہ اس کے اور اَحادیث شریف سے بھی توجہ اور اِلقاء کی اَصلیت ثابت ہے (التکشف)۔

البتہ یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ جو لوگ محض شیخ کی توجہ وتصرف پر قناعت کرلیتے ہیں تو اس تصرف سے جو کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں، ان کو بقاء نصیب نہیں ہوتی۔ اصلی نفع وبقاء اپنی ہی محنت ومشقت کی چیزوں میں ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ شیوخ صرف راستہ بتلانے کے لئے ہیں، کام کرنے کے لئے نہیں، کام تم کو خود کرنا چاہئے، کوئی شخص طبیب کے پاس جا کر اپنے امراض بیان کرے، اور جب وہ نسخہ تجویز کرے تو اس سے کہے کہ: "حکیم صاحب میری طرف سے آپ ہی پی لیں!" تو ظاہر ہے ایسے شخص کو ساری دُنیا احمق کہے گی، بس یہی حالت طالبینِ توجہ کی ہے۔"

حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ اور لوگوں کی تواضع

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

سواگ شریف میں حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ میں ادب کی یہ حالت تھی کہ کوئی جوتا تک نہیں پہنتا تھا، کوئی اُونچی آواز میں بولتا تک نہ تھا، حضرت خواجہ صاحبؒ کے

خادمِ خاص صاحب داد منہ سے خاص آواز نکال کر لوگوں کو بلاتے تھے، اور اُونچی آواز میں قرآن پاک بھی نہیں پڑھتے تھے۔ مسجد اور حجرے کچے تھے۔ حضرتؒ کے خواص (یعنی علماء اور حضرت کے خلفاء) جلال خان وزیر کے حجرے میں رہتے تھے، عام لوگ سردی میں نیچے سوتے تھے۔

ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات یاد آ گئی، فرمایا کہ:

حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ میں کمرے ایک ہی لائن میں بنے ہوئے تھے، سب کے دروازے جنوب کی طرف تھے۔ سردیوں کے دن تھے، انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی، سخت سردی تھی، حضرتؒ مغربی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور ان کا چہرہ شمال کی جانب تھا، ان کو مکھیاں دِق کر رہی تھیں، اس واقعے کو تقریباً ستر سال ہو گئے ہیں، مکھیاں کمرے میں کافی تھیں، حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: غلام رسول دادو بھرا کے بیٹے (''بھِرا'' سرائیکی زبان میں بھائی کو کہتے ہیں، اللہ داد حضرت خواجہ صاحبؒ کے والد صاحب کا نام تھا، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی صاحبؒ پیار سے انہیں دادو بھرا کہتے تھے) ان مکھیوں کو پکڑو! یہ مجھ کو تنگ کرتی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے پھر فرمایا: ان مکھیوں کو پکڑو، یہ بھیڑ بکریاں بن جائیں گی، پھر دوبارہ کہا اور سہ بارہ کہا اور فرمایا کہ: آج تجربہ کر لو! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا کہ: بھیڑ بکریوں کو لے کر کیا کروں گا، دُعا کرو کہ آپ جیسا ہو جاؤں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: تم بڑے ہوشیار ہو! تم کو یہ سب کس نے سکھایا ہے؟ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اس کے بعد حضرت خواجہ غلام حسن سواگی صاحبؒ نے سر جھکایا اور سر اُٹھا کر فرمایا کہ: میرے جیسے ہو گئے! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا کہ: آپ جیسا ہو جاؤں، لیکن پاگل نہ ہو جاؤں! حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اس واقعے کے بعد میں گھر ووالی بستی میں قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے گیا تھا اور وہاں مسجد کی سات سیڑھیوں میں چڑھتے وقت میں نے سات آسمانوں کا نظارہ کیا تھا۔

''نسبت'' کیا چیز ہے؟ اور ''نسبتِ اِتحادی'' کسے کہتے ہیں؟

ایک چیز کا دُوسری چیز سے کوئی خصوصی تعلق قائم ہوجانا ''نسبت'' کہلاتا ہے، بندے کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق قائم ہوجانا ''نسبت'' کہلاتا ہے۔ خصوصی تعلق سے مراد یہ ہے کہ غفلت دُور ہوجائے اور گناہ سے بچنے لگ جائے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان کا دِل معرفت کے نور سے منوّر ہوجائے، تصوّف کی زبان میں لفظ ''نسبت'' اسی کیفیت کے لئے بولا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نسبت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نسبت کے لغوی معنی تعلق اور لگاؤ کے ہیں، اور اِصطلاحی معنی ہیں: بندے کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق، یعنی اِطاعتِ دائمہ و ذِکرِ غالب اور حق تعالیٰ کا بندے سے خاص تعلق یعنی قبول و رضا، جیسا کہ عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ نسبت اللہ تعالیٰ سے ایک خاص قسم کے تعلق کا نام ہے، جس قدر یہ تعلق قوی ہوگا، اسی قدر نسبت قوی ہوگی۔ عمومی نسبت اور تعلق تو ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے ہے، لیکن یہ نسبت ایک خاص قسم کی محبت اور خصوصی تعلق کا نتیجہ ہوتی ہے، جس کی نہ تو کیفیت بیان کی جاسکتی ہے اور نہ کسی چیز کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

نسبت کو سمجھنے کے بعد اب نسبت کی قسمیں سمجھئے!

نسبت کی چار قسمیں ہیں: ۱:... پہلی نسبت اِنعکاسی کہلاتی ہے، ۲:... دُوسری نسبت اِلقائی کہلاتی ہے، ۳:... تیسری نسبت اِصلاحی کہلاتی ہے، ۴:... چوتھی نسبت اِتحادی کہلاتی ہے، اسی چوتھی نسبتِ اِتحادی کا ذِکر اُوپر ہوا۔ اب ہر قسم کی تعریف سمجھئے!

حضرت شیخ الحدیث قطب الاِقطاب مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریرِ بخاری شریف میں ہے: ''حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ

ذِکر فرمایا ہے کہ مشائخ، مریدین پر جو توجہ ڈالتے ہیں، اس کی چار قسمیں ہیں:

۱:۔نسبت انعکاسی

سب سے پہلی قسم نسبتِ اِنعکاسی ہے۔ جو سب سے ضعیف ہے، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فی نفسہٖ مرید میں کچھ ہوتا نہیں، لیکن شیخ کے پاس بیٹھنے سے شیخ کا عکس اس کے دِل پر پڑتا ہے، مجاہدہ اور حضراتِ مشائخ کی صحبت سے قلب کے اندر ایک صفائی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وہ مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے اور اس کے اندر اشیاء منعکس ہونے لگتی ہیں، اور اس کے دِل کے اندر اثر پڑتا ہے، یہ نسبت سب سے ادنیٰ درجے کی ہے، کیونکہ اس کی بقاء صرف اس وقت تک ہے جب تک شیخ کی مجلس میں رہے، اور جب وہاں سے دُور ہوگا، وہ نسبت بھی ختم ہو جائے گی۔ جیسے آئینہ، جب تک وہ سامنے ہے، اس کے اندر عکس موجود رہے گا، اور جب سامنے سے ہٹ جائے گا تو عکس بھی ختم ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا وہ نسبت پختہ نہیں ہوتی، اسی وجہ سے بعض مشائخ کو دھوکا لگ جاتا ہے اور وہ یہ سمجھ کر کہ یہ اس کا اپنا اثر ہے اس کو خلافت دے دیتے ہیں، اور بعد میں اس کا نقص ظاہر ہوتا ہے تو شیخ کو اِعلان کرنا پڑتا ہے کہ فلاں سے یہ حرکات صادر ہوئی ہیں، اس وجہ سے ان کی اِجازت واپس لی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں اِجازت ہی نہیں جو واپس لی جائے، اس لئے کہ اِجازت تو نسبت پر موقوف ہے، اور وہ اس سے خالی تھا۔ اس نسبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر فروش کے پاس رہتا ہو تو جب تک وہ اس کے پاس رہے، اس کا دِماغ عطر سے معطر ہوتا رہے گا، اور جب وہاں سے اُٹھے گا تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔

۲:۔نسبت القائی

دُوسری نسبت جو اس سے اُونچی ہے، اس کا نام ''اِلقائی'' ہے۔ کیونکہ یہاں شیخ اپنی نسبت کو مرید کی طرف اِلقاء کرتا ہے، اور اپنے انوارِ باطنیہ اور قوّتِ رُوحانیہ سے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ اب مرید میں کچھ صلاحیت پیدا ہوگئی ہے، یہ درجہ اوّل سے قوی ہے، مگر ہے یہ

بھی ضعیف۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے چراغ کہ جب تک اس میں تیل رہے گا اور سخت ہوا سے محفوظ رہے گا، جلتا رہے گا، ورنہ بجھ جائے گا۔ اسی طرح شیخ اپنے قلب سے انوار کا تیل اس کے چراغ میں ڈالتا ہے، اور اپنی قوتِ نورانیہ سے اس کو روشن کر دیتا ہے، اب مرید کا کام یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرے اور معاصی کی ہوا سے اس کی حفاظت رکھے، بالخصوص نظرِ بد سے کہ وہ سم قاتل ہے۔



۳:۔نسبت اصلاحی

تیسری نسبت ''اِصلاحی'' کہلاتی ہے۔ یہ اوّل دو سے بہت قوی ہے، اس کے اندر مرید اپنے قلب کو ریاضات اور مجاہدوں سے بالکل صاف کر لیتا ہے، اور شیخ کے توجہ ڈالنے پر اس کے انوارات پوری طرح قبول کر لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی محنت کے بعد نہر کھودے اور اس کو بالکل صاف کرے، اور اس کا دہانہ کسی دریا سے ملا دے، جس کی وجہ سے اس کی نہر میں بھی پانی آ جائے، اب اگر اس نہر میں کوئی خس وخاشاک اور مٹی وغیرہ آئے گی تو پانی کے دباؤ سے خود بخود بہتی چلی جائے گی۔



۴:۔نسبت اتحادی

چوتھی نسبت، نسبتِ اِتحادی ہے کہ شیخ کے ساتھ طبیعت اتنی متحد ہو جائے کہ جو اس کے قلب میں آئے، وہی مرید کے قلب میں بھی آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک باورچی کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا، وہ لکھا ہے کہ باورچی کی خدمت سے خوش ہو کر اسے اپنے حجرے میں لے گئے، اور اس پر توجہ ڈالی، جب باہر نکلے تو دونوں کی شکل وصورت ایک ہو چکی تھی، صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے تو ہوش وحواس دُرست تھے، مگر وہ مدہوش تھا، اور تین دن بعد اِنتقال کر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ مرید کو آہستہ آہستہ ترقی دیتے ہیں، لیکن بعض مشائخ اس کے خلاف کرتے ہیں، جو نقصان دہ ہوتا ہے۔ بہرحال شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تین مرتبہ بھینچا تھا، وہ اسی نسبتِ اِتحادی کے پیدا کرنے کے لئے کیا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پھر اپنی رائے دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نسبت حاصل تھی، وہ نسبتِ اتحادی تھی، یہی وجہ ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا، وہی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی واقع ہوا، پھر اس کی مثالیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہیں (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور لطائف کا جاری ہونا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ:

بڑے بھائی گاموں حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت ان کا صرف لطیفہ قلب جاری تھا، باقی لطائف جاری نہیں تھے، ان کے سامنے حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے ایک عالمِ دِین کو ایک لطیفہ پر نیا سبق دیا، تو انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری اور دِل میں کہا کہ اگر میں عالمِ دِین ہوتا تو حضرتؒ مجھے بھی دُوسرا سبق دیتے۔ اس رات کو مسجد میں سو رہے تھے، حضرت خواجہ حسنؒ رات کو مسجد میں آئے، یہ اِستقبال کے لئے اُٹھنا چاہتے تھے، مگر نہ اُٹھ سکے، حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہاتھ میں عصا تھا، حضرتؒ نے قریب آ کر عصا کا سرا گاموں کے لطیفہ رُوح، سر، نفس، خفی اور اِخفاء وغیرہ پر یکے بعد دیگرے رکھا اور ہر لطیفہ پر تین دفعہ اسمِ ذات (اللہ کے نام) کی ضرب لگائی، گاموں بھائی فرماتے ہیں: اسی وقت میرے سارے لطائف چالو ہو گئے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے بھائی حافظ گاموں ساری ساری رات اللہ پاک کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

اِشاروں سے لطائف کا جاری ہونا

لطائف کا ذِکر ہو رہا تھا، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے

فرمایا: میرے تین شیخ تھے، تینوں کے تین وقت کے قطب وغوث اور قیوم تھے، اوران کے اِشاروں سے لوگوں کے لطائف جاری ہوجاتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ تھے، دُوسرے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور تیسرے حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔



عالمِ خلق و عالمِ امر و عالمِ مثال

اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوقات ذی مادّہ وذی مقدار پیدا کی ہیں، ان کو مادّیات کہتے ہیں۔ تمام اجسامِ علویہ وسفلیہ ایسے ہی ہیں۔

اور بعض مخلوقات مادہ ومقدار سے مجرد (خالی) پیدا کی ہیں، ان کو مجردات کہتے ہیں، اور اَرواحِ انسانیہ اور دیگر لطائف، قلب، روح، سر، خفی، اخفی، ایسے ہی ہیں اور یہی مراد صوفیاء کے اس قول کی ہے کہ لطائف فوق العرش ہیں۔ مادّیات کو عالمِ خلق اور مجردات کو عالمِ اَمر کہتے ہیں۔



اور عالمِ مثال انہی دونوں عالم کے درمیان ہے، یعنی غیر مادّی ہونے میں عالمِ اَمر کے مشابہ ہے، اور مقداری ہونے میں عالمِ خلق کے مشابہ ہے، چونکہ عالمِ اَمر میں مقدار نہیں، اور خواص مقدار میں سے ہے، اس لئے عالمِ اَمر غیر محدود ہوا، اور چونکہ اس میں مادّہ بھی نہیں، اور زیادہ تر علت انفعال (تاثر ضعف) کا یہی مادّہ ہے، اس لئے اس عالم کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے (از التکشف)۔

صوفیاء کے نزدیک لطائف چھ میں صرف لطیفہ نفس عالمِ خلق سے ہے، باقی سب عالم امر سے ہیں۔ وہ لطائفِ ستہ یہ ہیں:

① قلب، ② رُوح، ③ سر، ④ نفس، ⑤ خفی، ⑥ اخفیٰ۔ یہ کشف سے دریافت ہوئے ہیں (کشف کے معنی بندہ لکھ چکا) لیکن ان کے افعال خاصہ سے ظاہراً ان

کے تعداد اِستدلال ممکن ہے غیر سے لطیفہ نفس بقیہ لطائف کے مضاد ہے۔ باقی لطائف آپس میں متناسب ہیں۔ ان لطائف کے مقامات کے تعین میں کچھ اِختلاف بھی ہے، اور اِختلاف کی وجہ صوفیاء کے کشف کا اِختلاف ہے، کیونکہ سارے لطائف آئینے کی طرح ہیں، جس میں عکس نظر آتا ہے، جس شخص کو جہاں کسی لطیفہ کا نور نظر آیا، اس نے اس کا مقام سمجھ لیا، اور کسی کو مقامِ اصلی مکشوف ہوا (از شریعت وطریقت، التکشف)۔

مختلف علامات لطائف کے جاری ہونے کی: ① لطائف میں حرکت، ② لطائف میں انوار آتے ہیں، ③ لطائف میں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے، ④ حرارت محسوس ہوتی ہے، ⑤ رذائل سے متنفر ہوجاتے ہیں، ⑥ قلب ذِکر کرتا ہے، جو مقامات سالک سے رہ جاتے ہیں، وہ وہاں طے ہوجاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

''دو جگہ ہم بہت ڈرتے تھے کہ ہمارے عیوب نہ کھل جائیں، ایک حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صرف شبِ جمعہ میں ذِکر بالجہر کرتے اور دُوسرے حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔''

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے شیخ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کے بعد حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طلب، اِصلاحِ نفس کی اور حق تعالیٰ کے خصوصی تعلق کے حاصل کرنے کی برابر جاری رہی، بلکہ بڑھتی ہی چلی گئی اور حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں کیسے مرشد کی تلاش کا جذبہ اُبھرا، جس کا اب ذِکر شروع ہوتا ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

تلاشِ مرشد میں اِستخارہ اور رہنمائی

حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ اپنے گاؤں ماہڑہ تشریف لے آئے، وہاں کی جامع مسجد میں حفظ کے طلبہ کو قرآن پڑھاتے

تھے اور وہاں پر ان کے ساتھ رہتے تھے، اسی دوران حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے مرشد کی تلاش میں اِستخارہ شروع کیا، تقریباً ایک سال تک اِستخارہ کیا، اِستخارہ حضرتؒ کا ہر وقت ہوتا تھا، جب بھی حضرتؒ دِن کو یا رات کو سوتے تھے تو یہ مختصر دُعا اِستخارے کی پڑھتے رہتے تھے: ''یا علیم علّمنی، یا خبیر اخبرنی، یا رشید ارشدنی'' پورے ایک سال تک اِستخارہ جاری رہا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

ایک سال کے بعد مجھے اِشارہ ہوا کہ آپ قطب جنوبی کے قریب جائیں، وہاں پر ایک بزرگ ہیں، آج کل دُنیا میں مانے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ رابطہ قائم کریں، چونکہ قطب جنوبی براعظم افریقہ میں ہے اور وہ بہت دُور تھا اور میں مسکین اور غریب تھا، اس لئے اللہ سے بار بار یہ عرض کرتا تھا کہ یا اللہ! یہ تیرے لئے تو بہت آسان ہے تو ایک سیکنڈ میں مجھے وہاں پہنچا سکتا ہے، لیکن میرے لئے مشکل ہے۔ لہٰذا میرا اِستخارہ جاری رہا۔ ایک دن میں نے خواب میں ایک کوٹھی دیکھی، وہاں پر ایک کمرہ تھا، جس میں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے مجھے بیعت کیا، ان بزرگ کو میں نے ہندوستان میں جالندھر میں ایک بہت بڑے جلسے میں دیکھا تھا، اس جلسے میں حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ وغیرہ موجود تھے، یہ جلسہ انگریزوں کے خلاف تھا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ بزرگ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرتؒ کی لاہور پیدل روانگی اور حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری

حضرت خلیفہ غلام رسولؒ نے ماہڑہ سے بذریعہ کشتی دریا عبور کیا اور بستی بختاور سے نوتک اور پھر منکیرہ کے راستے لاہور کا پیدل سفر اِختیار کیا، چونکہ غربت تھی، کرایہ نہیں تھا، اس لئے آپؒ لاہور پیدل روانہ ہوئے، یہ غالباً ۱۹۶۰ء کے اَوائل کی بات ہے، تقریباً

دس روز میں آپؒ لاہور پہنچے، جوتا پھٹ گیا تھا، پاؤں سوجھ گئے تھے، آپؒ (خلیفہ صاحب) فرماتے تھے کہ: دورانِ سفر کیا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ ہیں، راستے میں ذِکر وفکر میں مشغول ہوتا تھا۔ آپؒ فرماتے ہیں: میں ہوا کی طرح لاہور پہنچ گیا، جب شیرانوالہ پہنچا تو پاؤں سے خون رِس رہا تھا، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت گھر میں تھے، جب مسجد آرہے تھے، راستے میں خون کے قطرے زمین پر پڑے ہوئے دیکھے، خون کے قطروں کو دیکھ کر کشف ہوگیا کہ کوئی اللہ کا نام سیکھنے آیا ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی عنایات

شیرانوالہ میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آگئے! جی حضرت آگیا! حضرت لاہوریؒ بہت خوش ہوئے۔ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ فرماتے ہیں: جو کچھ عنایات ہوئیں اس موقع پر ہوئیں۔ وہاں پر ایک حاجی علم الدین صاحب امرتسر والے رہتے تھے، انہوں نے جوتی خرید کردی۔ حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اِستخارہ سنایا اور سفر کی رُوداد بتائی، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: میرے شیخ حضرت خواجہ غلام حسن سواگ تقسیمِ ہند سے پہلے فوت ہوچکے ہیں، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو حالات سنائے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اللہ اللہ شروع کردیا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت خلیفہ صاحبؒ تین ماہ رہے۔

حضرت لاہوریؒ کا معمول اور حضرتؒ کے ساتھ خصوصی شفقت

حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہر درس کے آخر میں ہر جمعہ کو اِعلان کیا کرتے تھے کہ اپنا خرچہ لاؤ! اپنا کھاؤ اور پیو! بازار سے چیزیں خرید کر مجھے دِکھا کر کھاؤ! حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے کشف عطا کیا تھا، پتا چل جاتا تھا کہ یہ چیز حرام کی ہے یا حلال کی؟ حضرت لاہوریؒ کہا کرتے تھے: جو میں کھانے کو کہوں، وہ کھاؤ! نیم کے

درخت کے نیچے کھانا پکایا کرو۔ میں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: میں غریب آدمی ہوں، میں تو ہر تین ماہ کے بعد نہیں آسکتا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم مولوی صابر کو بلایا اور کہا: یہ مولوی صاحب ہیں، اس کا کھانا، روٹی، چائے آپ کے ذمہ ہے! انہوں نے کہا: ٹھیک ہے!

آپؒ (خلیفہ صاحب) فرماتے ہیں:

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے میرے لئے کھانا آتا تھا، باقی لوگ زمین پر سوتے تھے اور حضرت نے مجھے سونے کے لئے چارپائی دی تھی۔ میں ۱۴ ر رمضان المبارک کو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ۱۴ ر ذوالحجہ تک رہا، میں مکمل تین مہینے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا، حضرت نے مجھے اسی دوران تین ماہ کے بعد خلافت دی۔ اس کے بعد میں ڈیرہ اسماعیل خان واپس آگیا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی علم الدین نے واپسی کا کرایہ دیا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی لاہور سے ڈیرہ اسماعیل خان واپسی

لاہور سے واپسی پر آپ نے ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں تجارت گنج کی مسجد میں ڈیرہ ڈالا۔ اس سے پہلے حضرت موسیٰ زئی شریف موضع چودھواں تشریف لے گئے، وہاں پر حضرت دوست محمد قندھاری، حضرت خواجہ عثمان دامانی اور حضرت خواجہ سراج الدین ...رحمۃ اللہ علیہم... کے مزارات پر حاضری دی، حضرت خلیفہ صاحبؒ کا وہاں پر خانقاہ میں ایک چلّہ گزارنے کا اِرادہ تھا، ظہر کی نماز وہاں خانقاہ حضرتؒ کی مسجد میں پڑھی، ختمِ خواجگان میں شریک ہوئے۔ ختم کے بعد مینار کے سائے میں قرآن پاک کی تلاوت شروع کی۔ وہاں پر صاحبزادہ عبدالحلیم صاحب سے ملاقات ہوئی، ان کے دادا میاں باران صاحب کلاچوی کے خلیفہ تھے، آپ کو صاحبزادگان نے چائے پلائی، صاحب زادہ شمس الدین ...مرحوم... آپؒ کے پاس آئے، اس وقت چھوٹے تھے، خان پور میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ

سے پڑھتے تھے، صاحبزادہ شمس الدین نے کہا: میں واپس خان پور جارہا ہوں، میری چھٹی ختم ہوگئی ہے اور کہا کہ: آپ کے لئے گھر سے ناشتہ روٹی آئے گی، حضرت خلیفہ صاحبؒ وہاں پر حجرے میں رہنے لگے، آپؒ (خلیفہ صاحب) خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں دس دن تک مراقب رہے، آپؒ (خلیفہ صاحب) فرماتے ہیں کہ: اِرادہ چالیس دِن کے قیام کا تھا، لیکن حضرات نے دس دِن کے بعد واپسی کی اِجازت دے دی۔

موضع لعل ماہڑہ میں درس وتدریس

مدرسہ نعمانیہ میں درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد خلیفہ صاحبؒ نے ماہڑہ میں مدرسہ کھولا اور قرآن پڑھانا شروع کیا، لیکن طلبہ وہاں نہ آسکے۔

تجارت گنج کی مسجد میں قیام

حضرت خلیفہ صاحبؒ ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں تجارت گنج کی مسجد میں رہنے لگے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کا کسی کو علم نہ تھا، انہی دنوں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب ڈیرہ اسماعیل خان مدرسہ نعمانیہ تشریف لائے، انہوں نے حلقۂ ذِکر کے بعد راز افشا کیا کہ مولوی حافظ غلام رسول، حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ ہیں، اس کے بعد لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی عنایت

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ کھانا بازار سے ضرورۃً کھاؤ اور مجھے دِکھا کر کھاؤ۔ وہاں لنگر عام کا نظم نہیں تھا، ہر ایک اپنے کھانے کا اِنتظام خود کرتا تھا، اور لوگ زمین پر سوتے تھے۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے فرمایا:

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف مجھے چارپائی دی تھی، لیکن بعد میں، میں چارپائی ہونے کے باوجود زمین پر سوتا تھا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: صرف میرے

لئے کھانا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے آتا تھا۔ احقر (ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) نے عرض کیا: حضرت! یہ تو اس کھانے کی برکت ہے کہ اللہ نے اس مقام تک پہنچا دیا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں ہے!

لاہور سے مجھے اللہ ملا ہے

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: ایک عاشق سے کسی نے پوچھا: آپ کو کونسا شہر اچھا لگتا ہے؟ کہا: شہر تو بہت دیکھے ہیں، لیکن وہ اچھا لگتا ہے جس میں ہمارا محبوب رہتا ہے! اس لئے حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مجھے لاہور کے انسان، گلیاں اور کتے بھی اچھے لگتے ہیں، کیونکہ لاہور سے مجھے اللہ ملا ہے!

جس کی تربیت حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، میں اس کو شاگردی میں لینے سے قاصر ہوں

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ:

شمال والے ابا خیل (ایک گاؤں کا نام ہے جو ضلع لکی مروت صوبہ سرحد پاکستان میں واقع ہے۔ از ڈاکٹر عبدالسلام صاحب) میں حضرت نابینا صاحب (سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ از ڈاکٹر صاحب) کے ہاں جلسہ تھا۔ ہم پیدل گئے تھے، سخت گرمی تھی، میرے ساتھ سیّد ہادی شاہ تھے، میرا خیال تھا کہ نقشبندیہ سلسلے میں حضرت نابینا صاحب سے بیعت ہو جاؤں، حضرت نابینا صاحب نے مجھے ایک رُکوع پڑھنے کے لئے کہا (چونکہ حضرت صاحب حافظ وقاری بھی تھے) میں نے پندرہویں پارے کا ایک رُکوع پڑھا۔ جلسے میں تقریباً ہر ایک شخص کے پاس بندوق تھی، حضرت خلیفہ صاحبؒ قرآن پاک پڑھ رہے تھے، بڑا پیارا قرآن پڑھتے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں سیّد ہادی شاہ صاحب کے ساتھ حضرت نابینا صاحب سے ملا، حضرت نے فرمایا: غلام رسول؟ ہادی شاہ نے کہا: ماہڑہ والے غلام رسولؒ ہیں، حضرت نے کہا: میں جانتا ہوں، حضرت خلیفہ ہیں

(حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملنے کے بعد حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ اس لقب سے مشہور ہوئے)۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ ہندوستان سے علمی سفر کر کے پاکستان آئے تھے، کئی سال گزر گئے تھے، اس کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی تصوّف وسلوک میں اختیار کی۔ اس کے بعد میں نابینا صاحب کے پاس آیا، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ان کی بڑی عجب پہچان تھی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے دِل میں چوری تھی، میں جاننا چاہتا تھا کہ حضرت نابینا صاحبؒ سارا دِن قرآن پڑھتے ہیں، رات کو اس ''بڈھے'' کا اللہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ میں نے سیّد ہادی شاہ صاحب سے کہا کہ خلیفہ صاحب کہاں سوئیں گے؟ جواب دیا: آپ کے پہلو میں سوئیں گے۔ نابینا شاہ صاحب ٹھاٹھا (خوب خوب) مسکرانے لگے۔ نابینا صاحب رات کو ''قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ'' (آل عمران: ۲۶، ۲۷) پڑھتے رہے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرتؒ جب یہ آیت بار بار پڑھتے تھے، یہ آیت میرے دِل میں گولی کی طرح لگتی تھی۔



ہادی شاہ صاحب سے حضرت نابینا صاحب نے پوچھا کہ: خلیفہ صاحب کیوں آئے ہیں؟ جواب دیا کہ: نقشبندیہ میں سبق لینے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔ نابینا صاحب نے سر جھکا لیا، متوجہ ہوئے، اور خلیفہ صاحبؒ سے کہا کہ: فلاں فلاں مقام آپ نے طے کئے ہیں، اس کی علامات کیا ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا کہ میں نے بتادیا، پھر نابینا صاحب نے فرمایا: جس کی تربیت حضرت لاہوریؒ نے کی ہے، میں اس کو شاگردی میں لینے سے قاصر ہوں۔ یعنی نابینا صاحبؒ بہت بڑے آدمی تھے، خیال کرتے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ مجھ سے بیعت ہو رہا ہے، لیکن کتنے عظیم آدمی تھے، کتنے اُونچے مقام کے آدمی تھے، ان میں کتنی کسرِ نفسی تھی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

میرے ایک دوست تھے، عالمِ دِین تھے، وہ پیری مریدی کرتے تھے، اس نے دو

آدمیوں کے ذمہ لگایا کہ خلیفہ غلام رسول مجھ سے بیعت ہو جائے، اس کے کچھ مقامات رہتے ہیں۔ میں نے کہا: میرے لئے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کافی ہیں۔ اس نے پندرہ دن مجھے رکھا، جمعہ کا دن تھا، جمعہ پڑھنے کے بعد میں نے کہا: یہ مجھے گرفت میں لینا چاہتا ہے، اس لئے میں نے ان کو گرفت میں لیا۔ میں نے جمعہ سے پہلے انہیں کہا کہ: جمعہ کی نماز کے بعد تنہائی میں آپ سے میں کچھ معروضات عرض کروں گا۔ جمعہ کے بعد ہم دونوں اُوپر کمرے میں چلے گئے، اس نے مرید کو کہا چارپائی ڈال دو، وہ مجھ سے علم اور عمر میں بڑے تھے، وہ چارپائی کی پائینتی کی طرف بیٹھ گئے، مجھے سر کی طرف بٹھا دیا، ہم مراقب ہو گئے، الحمدللہ! حضرات کی برکت سے میں تو نکل گیا، بات کرنی مناسب نہ تھی، جب ہم مراقب ہو گئے، میں خالی ہو گیا، مجھے درد ہو گیا، وہ مجھ سے پہلے اُٹھ نہیں سکتا تھا، میں قادریہ کے حضرات کی طرف متوجہ ہو گیا، اس نے ہوں، ہاں شروع کی، میں نے سر اُٹھایا، وہ کہنے لگا: خلیفہ صاحب! اتنا لمبا مراقبہ ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ اگر آپ سر نہ اُٹھاتے میں ساری رات بیٹھا رہتا۔ پوچھا: کیا دیکھا؟ میں نے کہا: دو شیر دیکھے، ایک شیر اور ایک ببر شیر! اس نے کہا: بس یہ نسبت ہے، ببر شیر نقشبندیہ ہے اور دُوسرا شیر قادریہ ہے۔ نقشبندیہ قادریہ پر غالب آ گیا۔ خلیفہ صاحبؒ نے کہا: میں نے اس سے پوچھا: آپ نے کیا دیکھا؟ کہا: تین منزلہ مکان دیکھا، کہا نیچے والی منزل کو میں طے نہ کر سکا، نیچے والی منزل ولایتِ صغریٰ تھی، اُوپر والی ولایتِ کبریٰ تھی۔ اس نے کہا کہ: خلیفہ صاحب! ایک آپ نے طے کر لی، دو اور باقی تھیں۔ دُوسرے دن ان کے دارالعلوم گئے، اس نے ذمہ لینے والے آدمی سے پوچھا کہ: بات بن گئی یا نہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ نہیں مانتا! میں نے اپنے دوست سے کہا کہ: آپ نے اس میدان میں قدم نہیں رکھا، آپ تو مجھے خالی نظر آتے ہیں۔ خلیفہ صاحبؒ نے کہا: میں نے کل مراقبے میں ڈھول دیکھا ہے جو اندر سے خالی ہوتا ہے، اور خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں سیدھی کی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے کل مراقبے میں کچھ نہیں دیکھا، میں نے جانے

کے لئے اِجازت مانگی، انہوں نے کہا: میں تو آپ کی عزّت کرتا ہوں، آج میرے لئے ٹھہر جاؤ، میں نے کہا: آپ کے علم کی ضرور قدر کرتا ہوں، بہر حال حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: نابینا صاحب کا یہ حال تھا کہ وہ صاحبِ کمال تھے، نابینا صاحب سمجھ گئے، یہ بے چارے نہ سمجھ سکے (یعنی نابینا صاحب دِل کی آنکھ رکھتے تھے، اور وہ صاحب اس مقام کے نہ تھے، یہ دونوں میں فرق تھا)۔

بیعت کا سلسلہ اور حلقۂ ذِکر

آپ (خلیفہ صاحبؒ) شروع میں بیعت کرنے سے گھبراتے تھے، آپ نے پہلے پہلے ایک حجام کو بیعت کیا، وہ بھی سفارشی تھا، اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے تجارت گنج کی مسجد میں حلقۂ ذِکر شروع کردیا، ڈیرہ اسماعیل خان کے لوگ خوب متوجہ ہوئے، مسجد بھر جاتی تھی۔ اس وقت کے بڑے بڑے بیوروکریٹ، ڈی سی، ڈی آئی جی، کمشنر تک حضرتؒ کے حلقے میں شامل ہوتے تھے، لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر حضرتؒ نے حلقہ لگانا چھوڑ دیا اور اس کے بعد مخلوقِ خدا کی اِنفرادی طور پر تربیت کرنے لگے، اور اللہ کے فضل وکرم سے آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے، اور ہزاروں کی تعداد میں تشنگان اس جاری چشمے سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں، عام لوگ پڑھا لکھا طبقہ اور علمائے کرام سارے متوجہ ہیں۔

نقشبندیہ نسبت کی کہانی

قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں نقشبندیہ نسبت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

جس وقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اِجازت دی، اس وقت حضرت خلیفہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ: نقشبندیہ میں میرے چند اسباق باقی ہیں،

مجھے اس کی تلقین کریں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: تم کمزور ہو، دونوں سلسلوں کو نہیں نبھا سکو گے، پھر اگر تمہیں کوئی نقشبندیہ سلسلے کا بزرگ مل جائے تو ان سے اِستفادہ کرلیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے تیسرے شیخ علامہ مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔(حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ میں سے گزرے ہیں، اور پاکستان کے وفاق المدارس کے پہلے رئیس اور مدیرِ اعلیٰ تھے اور علمی بلند پایہ کے حامل تھے-از ڈاکٹر صاحب)۔

نقشبندیہ نسبت کے لئے اِستخارہ اور بشارت

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز ہونے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ ڈیرہ اسماعیل خان واپس آئے، حضرتؒ کے کچھ اسباق نقشبندیہ سلسلے کے رہتے تھے، جوانی میں حضرتؒ نقشبندیہ کے کچھ اسباق حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے لئے تھے، کچھ اسباق باقی تھے، تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ دُنیا سے رُخصت ہو گئے تھے، نقشبندیہ سلسلے میں تکمیل کے لئے حضرتؒ نے دوبارہ اِستخارہ شروع کردیا، یہ اِستخارہ چھ سے نو مہینے تک جاری رہا، ایک دن خواب میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ نقشبند... رحمۃ اللہ علیہم ... کی زیارت ہوئی، حضرت خواجہ نقشبندؒ نے حضرت مجدد صاحبؒ سے کہا کہ: خلیفہ صاحب اگر نقشبندیہ سلسلے میں کوشش کریں تو ان کے اسباق ایک مہینے میں مکمل ہو جائیں گے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں: مجھے بڑی خوشی ہوئی، میں اس تلاش میں تھا کہ کسی نقشبندیہ سلسلے کے بزرگ سے ملاقات ہو جائے۔ پھر دوبارہ خواب دیکھا، جس میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، ایک اور بزرگ کی خواب میں

زیارت ہوئی، حضرت مجدد صاحبؒ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے کہا کہ: اگر خلیفہ صاحب ان بزرگ سے رابطہ کرلیں جو کہ ''قیومِ زمانہ'' ہیں، تو ان کے اسباق پندرہ دِن کے اندر پورے ہوجائیں گے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: مجھے وہ بزرگ خواب میں دکھائے گئے اور ایک خاص چیز جو دِکھائی گئی، وہ قمیص نہیں تھی بلکہ کُرتا اور کُرتے کے نیچے والا (دامن) حصہ واضح طور پر دِکھایا گیا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں: میں خواب سے بیدار ہوا تو بڑی خوشی ہوئی، میں اس بزرگ کی تلاش میں نکلا، لوگوں سے، علماء سے ان کا حلیہ بیان کرتا تھا، کہتے ہیں کہ سرگودھا میں ایک عالمِ دِین مفتی صاحب میرے دوست تھے، وہ پیری مریدی کیا کرتے تھے اور مجھے اکثر کہتے تھے: خلیفہ صاحب مجھ سے بیعت ہوجاؤ! ایک دفعہ وہ مولوی صاحب مجھے اپنے ساتھ ملتان لے گئے، وہاں پر وفاق کے علماء کا مشورہ تھا، جس میں مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حضرت درخواستی صاحبؒ وغیرہ بڑے بڑے علماء شریک تھے، حضرتؒ کہتے ہیں: اس مشورے میں، میں نے ایک عالمِ دِین کو دیکھا، میں نے سرگودھا کے مولوی صاحب سے ان عالمِ دِین کا نام پوچھا، انہوں نے مولانا شمس الحق افغانیؒ بتایا۔ میری خوشی کی اِنتہا نہ رہی، میں نے تخلیہ میں ان سے وقت مانگا، انہوں نے قبول کرلیا، اور عشاء کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں بلایا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ: جب باقی لوگ سوگئے، میں علامہ کے کمرے میں گیا، سلام کیا، حضرتؒ اُٹھ بیٹھے، میں نے اپنے سارے حالات حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تک ان کو سنائے، اور اپنا اِستخارہ اور خواب سنایا۔ حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: آپ فلاں فلاں بزرگ سے مل لیں، میں نے کہا: میرا اِستخارہ اور خواب مکمل ہے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میں نے آپ سے تعلق جوڑنا ہے، بات رہ گئی کُرتے کے دامن کی، حضرتؒ نے تعبیر بتائی کہ اس سے مراد نسبت ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں: میں نے علامہ سے رابطے کے لئے کہا، حضرت

افغانی نے کہا: میں کوئٹہ جارہا ہوں، وہاں پر وفاق کی اکیڈمی بن گئی ہے اور اکیڈمی کا مجھے ڈائریکٹر بنایا ہے۔ حضرت افغانی نے کہا: میں جب چھٹیوں میں گھر ترنگزئی (چارسدہ) جاؤں گا تو تم کو خط لکھ دوں گا، پھر آپ ترنگزئی آجائیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ سرگودھا سے واپس ڈیرہ تشریف لائے اور ڈیرہ میں قیام کے دوران پھر خواب دیکھا۔ اِشارہ ہوا کہ آپ کی زندگی کے صرف دو دِن باقی ہیں، آپ حضرت افغانی سے رابطہ کریں۔ حضرتؒ کہتے ہیں کہ: میں صبح صبح ماہڑہ سے ڈیرہ روانہ ہوگیا اور وہاں ایک آدمی سے پچاس روپے قرضہ لیا، لیکن اس نے کہا: میں آپ کو صرف دس روپے دے سکتا ہوں اور واپسی کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ حضرتؒ کہتے ہیں: دس روپے لے کر میں ڈیرہ روانہ ہوگیا، ڈیرہ میں اپنے دوست حاجی حق داد (مرحوم) کلاچی والے کے پاس گیا، وہ اس وقت شہزاد فضل داد کے گھر کے ساتھ رہتا تھا، حضرتؒ نے رات ان کے ساتھ گزاری، سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں کوئٹہ جانا چاہتا ہوں۔ دُوسرے دِن حضرتؒ اور حاجی حق داد عبدالرحیم بھٹنی (جو کہ حضرت لاہوریؒ کے مرید تھے) کی دُکان پر آئے، حضرتؒ نے ان سے دس روپے قرضہ مانگا، لیکن چونکہ ان کو حضرتؒ کی مسکینی کا علم تھا، اس نے قرضہ نہ دیا، حضرتؒ نے دِل میں کہا کہ میں نے... نعوذ باللہ... کفر کرلیا کہ اپنے اللہ سے منہ موڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس موقع پر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک واقعہ سنایا۔

اللہ رَبّ العزّت بغیر منّت کے دیتا ہے

فرمایا کہ: حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا، حضرت خواجہ عثمانؒ، حضرت سراج الدینؒ موسیٰ زئی شریف والے کے شیخ اور حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے خلیفہ تھے۔ اس شخص نے حضرت خواجہ عثمانؒ سے کہا کہ: میں اپنا باغ آپ کو وقف کرنا چاہتا ہوں! حضرتؒ نے کہا: مجھے باغ کی کیا ضرورت ہے؟ اس شخص نے کہا کہ: لنگر کے لئے دینا چاہتا ہوں! حضرت خواجہ عثمانؒ نے اس موقع پر ایک شعر کہا اور عرض کیا کہ

اب تو لنگر اللہ کے فضل سے چل رہا ہے، جب ضرورت ہوگی پھر دیکھا جائے گا، وہ شعر یہ ہے:

دوست مارا ز دہد و منّت نہد
رازق ما رزق بے منّت دہد

ترجمہ:... "یعنی دُنیاوی دوست اِحسان جتا کر روزی دیتا ہے، جبکہ رازق رَبّ العزّت بغیر منّت کے روزی دیتا ہے۔"

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے دوست حاجی حق داد نے حضرتؒ کو دس روپے دیئے اور فورٹ سنڈے مین تک ٹکٹ خرید کر دیا۔ رات حضرتؒ نے ٹانک اَڈّے پر گزاری، صبح سویرے گاڑی فورٹ سنڈے مین کے لئے روانہ ہوئی، حضرتؒ کے لئے فرنٹ سیٹ ٹک تھی، حضرتؒ کے ہمراہ خواجہ زاہد (جمعیت علمائے اسلام کے کارکن) کے چچا تھے۔ صبح کی نماز ٹانک میں ادا کی۔ عشاء کے وقت فورٹ سنڈے مین پہنچے، خواجہ زاہد کے چچا کے رشتہ دار کے ہاں قیام کیا، وہاں پر ان لوگوں نے حضرتؒ کو دو نئے کپڑوں کے جوڑے سلوا کر دیئے، اور جب لوگوں کو پتا چلا کہ یہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، لوگوں نے رقم کی صورت میں حضرتؒ کو بہت ہدیے دیئے۔ دو دِن گزارنے کے بعد حضرتؒ کوئٹہ روانہ ہوئے، وہاں پر رات کو حضرت مولانا سعید احمد صاحب مٹورے والے کے ساتھ رہے۔ شیخ الحدیث مولانا سعید صاحب حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، حضرت مولانا کے ہمراہ ٹانگے پر اکیڈمی تشریف لے گئے، اکیڈمی کوئٹہ شہر سے چھ میل دُور تھی، حضرت افغانیؒ، خلیفہ صاحب کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور خوش بھی ہوئے۔ پوچھا: میں نے تو آپ کی طرف خط لکھا ہے، آپ یہاں کیسے آگئے؟ حضرتؒ نے اپنا خواب بیان کیا، حضرت افغانیؒ نے اس وقت ایک سبق دیا اور کہا کہ: کل اس وقت دوبارہ آجائیں۔ حضرت افغانیؒ نے خلیفہ صاحبؒ سے حالات پوچھے، حضرتؒ نے حالات بتائے، حضرت

افغانیؒ نے دُوسرا سبق دیا، اور چند دِن کے بعد تیسرا مراقبہ بتادیا اور کہا کہ: ایک ایک مراقبہ کرتے رہیں۔ حضرتؒ سارے کے سارے مراقبے روزانہ کرتے تھے اور تلاوت کے لئے علیحدہ وقت نکالتے تھے، حضرتؒ نے اوقات کو تقسیم کیا اور لوگوں کی ملاقات کے لئے صرف ایک گھنٹہ مقرّر کیا، بہرحال جب حضرت افغانیؒ کو پتا چلا کہ حضرت خلیفہ صاحبؒ سارے اسباق کی اکٹھی بیک وقت مشق کرتے ہیں، حضرتؒ نے اِجازت دے دی اور کہا کہ: خلیفہ صاحب! میرے دروازے ہر وقت آپ کے لئے کھلے ہیں۔ حاجی حق داد صاحب نے حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب فاضل دیوبند کلاچی والے کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کے حالات سنائے تو قاضی عبدالکریم خلیفہ صاحبؒ کی ملاقات کے لئے کلاچی سے فورٹ سنڈے مین پہنچ گئے، حضرت خلیفہ صاحبؒ کوئٹہ سے فورٹ سنڈے مین آئے، دونوں کی ملاقات فورٹ سنڈے میں ہوئی، فورٹ سنڈے میں کئی مرد اور عورتیں حضرت خلیفہ صاحب سے بیعت ہوئیں۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: میں کوئٹہ میں حضرت شمس الحق افغانیؒ سے اسباق لے رہا تھا، ایک دن عصر کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ چمن میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، مجھے اپنے سامنے ایک کرسی پر بٹھایا، حضرتؒ اخبار پڑھنے میں مصروف تھے، لیکن میرے قلب کی طرف متوجہ تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: میرا لطیفہ قلب جاری ہوگیا اور میرا قلب پھٹنے کے قریب تھا۔ میں نے حضرتؒ کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے کہ: حضرت! بس کرو، مزید برداشت نہیں کرسکتا۔ حضرتؒ فرمانے لگے: خلیفہ صاحب! بس، بس۔ میں نے کہا: حضرت! بس کرو، مزید سکت نہیں ہے (اللہ والوں کی توجہ کا خاص اثر ہوتا ہے)۔

مزید فرمایا کہ: ایک دفعہ علامہ حضرت شمس الحق افغانیؒ مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل

خان تشریف لائے تھے، مہمان خانے میں ان کا رات کا قیام تھا، ان کی خدمت میرے ذمہ تھی، میں ساری رات جاگتا رہا اور ان کی خدمت کرتا رہا، صرف تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگی، میرا سارا جسم پاؤں سے لے کر سر تک اسمِ ذات سے طلاطم مار رہا تھا، یہ ان حضرتؒ کی توجہات کی برکات تھیں۔

حضرت لاہوریؒ، حضرت افغانیؒ اور حضرت دین پوریؒ کی برکات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ سے) فرمایا: اس دن جو سادہ سا دیہاتی سانولے رنگ والا آیا ہوا تھا وہ کسی اور کا مرید تھا اور حضرت خلیفہ صاحبؒ کے حلقے میں داخل ہونا چاہتا تھا، حضرتؒ نے اس پر توجہ کی اور اس کے سارے لطائف چالو ہو گئے اور وہ عالمِ اِستغراق میں چلا گیا، حضرتؒ نے فرمایا: مجھے خود سمجھ نہیں آتا کہ یہ لطائف کیسے چالو ہو جاتے ہیں، حالانکہ میں تو خالی ہوں۔ فرمایا: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ سارے ایک ایک لطیفہ پر تلقین کیا کرتے تھے۔ فرمایا: یہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی برکات ہیں۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رَحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں خلافت کے بعد ایک چوتھی منامی خلافت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ (سلسلۂ نقشبندیہ) سے خلافت ملنے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ اکثر حضرت حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو اِیصالِ ثواب کیا کرتے تھے، قلبی تعلق بھی تھا، ملاقات کا شوق تھا، خواب میں حضرت اِمداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، (خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:) میں نے حضرت (حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) سے عرض کیا، حضرت حاجی صاحبؒ نے چاروں نسبتوں کا اِلقاء فرمایا، اور چار نسبتوں کی اِجازت دے

دی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ اس زمانے میں موضع ماہڑہ میں طلبہ کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے، تو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے اُستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین سے پوچھا کہ خواب میں خلافت معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت اُستاذ صاحب نے کہا کہ: معتبر ہے، اس لئے میں نے اپنے آپ کو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف منسوب کیا کہ میں ان کے غلاموں (خدام) میں سے ہوں۔

بارگاہِ شیخ میں رسائی کا واقعہ، ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی زبانی

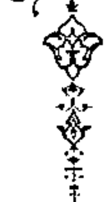
احقر (حضرت ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہٗ) حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کندیاں شریف والے سے ۱۹۹۰ء میں بیعت ہوا، احقر اس وقت گومل یونیورسٹی شعبۂ فارسی میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر متعین تھا، اس کے ساتھ بندہ کی ایک پرائیویٹ پیتھالوجی لیبارٹری تھی، بندہ ان دِنوں اِنتہائی مصروف تھا، پڑھانے کے علاوہ لیبارٹری میں مصروفیت، تبلیغ کے کام کے ساتھ وابستگی اور طب کے شعبے میں ریسرچ کے کام میں مصروفیت کی وجہ سے شیخ کے ساتھ برائے نام رابطہ رہتا تھا، اور سال میں کہیں ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لئے زیارت کا موقع مل جاتا تھا۔ بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ اگر شیخ نزدیک ہو، اور اس کے ساتھ رابطہ متواتر ہو تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے، یہ بات ذہن میں اکثر آتی تھی اور ایک ہیجانی کیفیت کا دِل پر غلبہ تھا، آخرکار اللہ ربّ العزّت نے سوچ اور فکر کو حقیقت میں بدل دیا۔ ۱۹۹۲ء کی بات ہے ایک دفعہ پشاور یونیورسٹی میں شعبۂ فارسی کے طلبہ کا اِمتحان لینے گیا، پروفیسر محمد انور ربانی صاحب جو کہ آج کل گورنمنٹ کالج لکی مروت کے پرنسپل ہیں، میرے ساتھ تھے، ان کا پشاور میں کسی سرجن سے معائنہ کروانا تھا، رات کو پشاور یونیورسٹی کے ریسٹ ہاؤس میں قیام تھا، تبلیغ اور تصوّف پر بات ہو رہی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ (کندیاں) سے بیعت ہوں، کندیاں دُور ہے، میں بہت مصروف ہوں، جس کی وجہ سے حاضری کا موقع بہت کم ملتا ہے۔ عرض کیا: اگر ڈیرہ اسماعیل خان میں کوئی اللہ والے

ہوتے تو زیادہ فائدہ ہوتا۔ پروفیسر انور ربانی نے کہا کہ: ڈیرہ میں ایک اللہ والے موجود ہیں، حضرت احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ ہیں، انہوں نے ان سے ملاقات کرانے کا وعدہ کرلیا۔

عیدالفطر کا دِن تھا، احقر اپنے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن کے ساتھ پروفیسر انور ربانی صاحب کی خدمت میں آیا، ربانی صاحب نے کہا کہ: حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب کے پاس چلتے ہیں۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: وہ موجود ہوں گے؟ میرا اغلب خیال تھا کہ وہ عید منانے اپنے گاؤں لعل ماہڑہ بچوں کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ جواب ملا: ہاں موجود ہوں گے! ہم تینوں گاڑی میں سوار ہوکر حضرتؒ کی مسجد محلّہ نوازش علی حاضر ہوئے، دِن کے تقریباً گیارہ بجے تھے۔ حضرتؒ مسجد کے صحن میں چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، سر کے نیچے اِینٹ رکھی ہوئی تھی، حضرتؒ کی اس بے سروسامانی کی حالت کو دیکھ کر بندہ کے دِل پر ایک چوٹ لگ گئی، دِل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ اللہ والے بزرگی سے خالی نہیں۔ حضرتؒ نیند سے جاگ گئے، پروفیسر ربانی نے میرا تعارف کرایا، حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محمد خان صاحب سے بیعت ہیں، اس لئے آپ کی بیعت مکمل ہے، اور خواجہ محمد خان صاحب ولیٔ کامل ہیں، البتہ آپ کی رُوحانی تربیت کروں گا۔ حضرتؒ نے احقر کے لطیفہ قلب پر اسم ذات کی ضرب لگائی اور اس کے فوراً بعد مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا: ڈاکٹر صاحب! مبارک ہو، آپ کا قلب جاری ہوگیا ہے۔ میں نے دِل میں کہا: حضرت میرا دِل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ پھر فرمایا: جب گھر چلے جاؤ، سونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر مراقب ہوجاؤ اور لطیفہ قلب پر اسم ذات کا ذِکر کرتے رہو۔ احقر نے جب مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرتؒ نے جو مبارک باد دِی تھی وہ صحیح تھی، چونکہ احقر کا طب کے پیشے سے تعلق ہے، معلوم ہوا کہ دِل جاری ہے، اس وقت حضرتؒ کے کشف کا اندازہ ہوا، اس طرح احقر نے حضرتؒ کے رُوحانی مدرسے میں داخلہ لیا اور یہ رُوحانی سفر شروع ہوا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کا ایک مبارک خواب اولیائے کرام کی ضیافت

رمضان المبارک کی ایک رات تراویح کے بعد احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) کے پاس ''اِکمال الشیم'' کتاب تھی، جس کا حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مطالعہ شروع کر دیا، احقر جب سحری کے وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سحری لایا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ڈاکٹر صاحب! ایک خوشخبری سناؤں گا۔ اور فرمایا: میں نے اس گھر کا حق ادا کر دیا۔ اشراق کے بعد بتایا کہ رات کو آپ کا سارا گھر نور سے بھرا ہوا تھا، اور یہ نور آسمان تک پھیلا ہوا تھا، سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر تقسیم ہند کے پہلے کے دیوبند کے علماء وفقہاء حضرات کی زیارت ہوئی، اہل اللہ اور علماء کا ایک کثیر مجمع تھا، قیامت کے موضوع پر حضرات نے بیانات کئے، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: آپ بھی بیان کریں، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کی، لیکن حضرت درخواستیؒ کے اِصرار پر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مختصراً آخیر میں بیان کیا۔ پھر دستر خوان بچھ گیا، اور دستر خوان ڈاکٹر صاحب کا تھا، اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خدمت کر رہے تھے، حضرت غلام غوث ہزارویؒ کہہ رہے تھے کہ: خلیفہ صاحب! مجھے نیچے سے دال اور گوشت نکال کر دے دیں۔ خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: رات میں نے ان حضرات کو ایصالِ ثواب کیا تھا۔







کرامت کی تعریف

کرامت کی تعریف حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی میرٹھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الرشید میں ص: ۱۰۰ پر یہ فرمائی ہے:

''کرامت اس خرقِ عادت کا نام ہے جو متبع السنۃ کامل التقویٰ مؤمن سے صادر ہو۔ کرامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس ولی کو جو مظہرِ کرامت بنا ہے، اس کا علم بھی ہو، ورنہ یہ لازم ہے کہ قصد و اِرادہ اس کے ساتھ متعلق ہو۔

①:... پس کہیں علم وقصد دونوں ہوتے ہیں (کہ صاحبِ کرامت کو اپنی کرامت کا علم بھی ہوتا ہے اور اس کا قصد بھی ہوتا ہے)۔

②:...اور کہیں دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوتا (یعنی صاحبِ کرامت کو اپنی کرامت کا نہ علم ہوتا ہے نہ قصد)۔

③:...اور کہیں علم ہوتا ہے، قصد نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا عبدالباری ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید تصوّف وسلوک میں رسالہ کراماتِ اِمدادیہ سے نقل فرمایا ہے کہ:

''کرامت اس اَمر کو کہتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانونِ عادت سے خارج ہو، اگر وہ امر خلافِ عادت نہیں تو کرامت نہیں، اور جس سے وہ اَمر صادر ہوا ہے، اگر وہ کسی نبی کا اپنے کو متبع نہیں کہتا، وہ بھی کرامت نہیں، جیسے جوگیوں، ساحروں وغیرہ سے ایسے اُمور سرزد ہوجاتے ہیں، اور اگر اِتباع کا مدعی تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں، خواہ اُصول میں خلاف کرتا ہو، تو جیسے اہلِ بدعت، یا فروع میں جیسے فاسق وفاجر، اس سے بھی اگر ایسا اَمر صادر ہو، وہ بھی کرامت نہیں، اِستدراج ہے۔ بس کرامت وہ کہلائے گی جب ایسے فعل کا صدور متبع کامل التقویٰ سے ہو، اب بھی ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی عجیب فعل سرزد ہوجاتا ہے، اس کو غوث، قطب، قرار دے دیتے ہیں، خواہ اس کے عقائد واعمال کیسے ہی ہوں۔ بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ: اگر کسی کو ہوا میں اُڑتا دیکھو، یا پانی پر چلتا، مگر شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو۔''

حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامتِ معنوی ہے، جس کو اِمتیاز کے لئے کمال کے عنوان سے تعبیر کردیا جاتا ہے، جیسے شریعت پر مستقیم رہنا، مکارمِ اخلاق کا خوگر ہونا، نیک کاموں کا بے تکلف صادر ہونا، عاداتِ خصمیہ سے قلب کا طاہر ہوجانا اور کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا، یہ وہ کرامت ہے، جس میں اِستدراج کا اِحتمال نہیں، اور یہ وہ یکتائی ہے، جس



کا کوئی ساجھی نہیں'' (تذکرۃ الرشید ص:۲۰۰)۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصل کرامت تو یہی تھی جس کا ذِکر ابھی ہوا، جس کو کرامتِ معنوی اور کمال سے تعبیر کیا جاتا ہے، تاہم کرامتِ حسّی بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر ہوتی تھی، جس کا یہاں ذِکر ہے۔ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی کرامات کا حق ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔



①:... چنانچہ جب حضرت مریم علیہا السلام کو دَردِزہ آیا اور وہ ان کو ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا اور وہ کہنے لگیں: ''یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾ وَ هُزِّیْۤ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ﴿۲۵﴾'' (مریم) کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ فرشتے نے ان کو پکارا کہ رنج مت کرو تمہارے رَبّ نے تمہارے نیچے ایک نہر پیدا کردی ہے، اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر تر وتازہ کھجوریں گریں گی۔



چنانچہ مفسرین کے ایک قول کے مطابق وہ تنا خشک سے سرسبز ہوا، اور اس سے تر وتازہ کھجوریں غیر موسم میں گریں۔ یہ کرامت ہے۔

②:... اصحابِ کہف غار میں تین سو نو سال زندہ سوتے رہے، ہر آفت سے محفوظ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ''وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾'' (الکہف)۔



③:... حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں آصف بن برخیا نے کہا کہ: ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذِکر فرمایا: ''اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ'' (النمل:۴۰)۔

چنانچہ وہ یمن سے تختِ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی آنکھ جھپکنے سے پہلے فلسطین لے آیا، یہ کرامت ہی ہے۔

④:... حضرت زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کی،

تو وہ ان کے کمرے میں جا کر رزق پاتے تو پوچھتے: کہاں سے آیا؟ وہ کہتی تھیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

''كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ'' (آل عمران: ۳۷)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی بے شمار کرامتیں ہیں، جس کو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیاۃ الصحابہ'' جلد ثالث میں ''التائیدات الغیبیہ'' کے عنوان سے تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، جس کا جی چاہے اس کا مطالعہ کرے، ایمان میں ترقی کا ذریعہ ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی ایک کرامت

احقر مؤرخہ ۹ را کتوبر ۱۹۹۸ء کو کسی کام سے اسلام آباد گیا، وہاں پر عزیز الرحمٰن ڈیروی کے ہاں مقیم تھا، ان کے والد ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ڈیرہ میں ایک ذِکر ''اَللّٰہُ، اَللّٰہُ'' کا بتایا تھا، جس کی وہ ڈیرہ میں پابندی نہ کرسکے، لیکن اسلام آباد میں چونکہ فارغ تھے، خوب پابندی کے ساتھ اور زیادہ مقدار میں اس ذِکر کو کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ: جمعہ کی نماز میں نے مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کی مسجد میں پڑھی، فرمایا: جب میں نے سنتوں کا سلام پھیرا تو دائیں طرف تھوڑی دُور حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مسجد میں بیٹھا پایا، میں تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو کوئی اور صاحب تھے، میں یہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام تو ساتھ نہیں ہے، وہ پنڈی اکیلے کیسے آگئے، حالانکہ ان کو اُٹھانا بٹھانا پڑتا ہے، بات جاری رکھتے ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ: جب میں نے فرضوں کا سلام پھیرا تو پھر حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو موجود پایا، اس وقت چونکہ بہت رش تھا، اس لئے جب رش کم ہوگیا حضرتؒ کے پاس گیا،

لیکن وہ کوئی اور آدمی تھا۔

اسی قسم کا واقعہ حضرت ڈاکٹر عبدالسلام زِیدمجدہٗ نے بندے کو سنایا کہ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم... میں حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹھے دیکھا، اژدہام کی وجہ سے سوچا کہ نماز کے بعد ملتے ہیں، نماز کے بعد اس جگہ پہنچے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور دُوسری اہم باتیں جو احقر نے وقتاً فوقتاً محسوس کیں

احقر نے ۱۹۹۲ء میں حضرتؒ سے تعلق جوڑا، اس کے فوراً بعد رمضان المبارک کا مہینہ تھا، احقر رات کو سوتے وقت ایصالِ ثواب کے بعد اور قرآنی آیات کی تلاوت کے بعد عجیب خوشبو محسوس کرتا تھا، کبھی کبھی تراویح کے دوران یہ سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، سب سے پہلے یوں ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ جو انتہائی سادہ اور مخلص ہیں، اور گرہ مدہ سے ان کا تعلق ہے (حاجی احمد) وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے تھے، رات ان حضرات کا کھانا احقر کے ہاں تھا، احقر نے ان حضرات کو ثرید کھلائی، جسے ہماری قوم میں عرفِ عام میں ''ثوبت'' کہتے ہیں، کھانا کھانے کے بعد ہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب کے مدرسے کے مہمان خانے میں چھوڑنے جارہے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے اپنی مسجد محلّہ نوازش علی پاوندہ بازار کی سکونت چند سال کے لئے چھوڑ دی تھی، اور شیخ الحدیث صاحب کے مدرسے کے مہمان خانے میں چند سال قیام رہا، کیونکہ وہاں پر اٹیچ باتھ کی سہولت موجود ہے، جب ہم سرکلر روڈ پر اسلامیہ ہائی اسکول کے قریب گزر رہے تھے کہ گاڑی میں اچانک عجیب کستوری کی طرح خوشبو شروع ہوگئی، احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: حضرت! عجیب عجیب خوشبو آرہی ہے، اچانک شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ ہوتا رہتا ہے!

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک توجہ سے سارے لطائف کا جاری ہونا

ایک دفعہ شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانوخیلی (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) والے نے کہا کہ: میں نے ۱۹۷۸ء میں ایک کتاب میں سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ پڑھا جو کہ حضرت سیّد ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا، اور فرمانے لگے کہ: حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب جہاد کے دورے پر تھے تو مختلف مقامات پر لوگوں کو اکٹھا کر کے کسی ایک پر توجہ ڈال کر اس کے سارے لطائف چالو ہو جاتے تھے، اور وہ مجمع اس شخص کے حوالے کر دیتے تھے، اور پھر دُوسروں کی تربیت کرتے تھے۔ فرمایا: میں سوچ میں پڑ گیا کہ آج کل تو اس قسم کے بزرگوں کی موجودگی ناممکن ہے، لیکن جب حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے اُوپر توجہ کی اور میرے سارے لطائف جاری ہو گئے تو مجھے سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ یاد آ گئی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے کچھ حالات ان کے خلفاء اور مریدین کی زبانی

احقر (راقم الحروف) نے حضرتؒ کے چیدہ چیدہ خلفاء اور کچھ مریدین سے حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلومات کیں، ان حالات کو عوام الناس کی خاطر کتاب کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ شیخ احمد کا تعلق گرہ مدہ سے ہے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوّلین اور اجل خلفاء میں سے ہیں، پیشے کے لحاظ سے اسکول میں اُستاذ ہیں، تبلیغ میں ماشاء اللہ چار مہینے لگا چکے ہیں، انہوں نے حضرت خلیفہ صاحبؒ کے چند واقعات بیان کیے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی غائبانہ توجہ اور ذِکر کی تلقین

فرمایا: جمعہ کی رات تھی، میں سویا ہوا تھا، اپنے گھر میں ایک آواز سنتا ہوں، جیسے

آدمی دروازے پر کھڑا ہو، جب گھڑی دیکھی تو تہجد کا وقت تھا، میں نے وضو کیا، لالٹین جلائی، گھر والی نے کہا: میرے دِل میں سخت درد ہے، میں نزدیک گیا، میرا ہاتھ کسی نے اس جگہ پر رکھا جہاں درد تھا، صبح میں ڈیرہ اسماعیل خان شہر آیا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد (محلّہ نوازش علی) کے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے، جہاں پر ہماری ملاقات ہوئی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے گزشتہ رات آپ کو آواز دی، میں نے آپ کو ذِکر تلقین کیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر تمہارے گھر والوں کو بھی ذِکر بتایا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک پیشین گوئی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ اجل غالباً حاجی احمد (مدہ والے) نے احقر سے کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن فرمارہے تھے کہ: جب تک میری ساری اولاد کی شادی نہیں ہوتی اور وہ اپنے اپنے روزگار پر نہیں لگے، اس وقت تک اللہ ربّ العزّت کی ذات سے اُمید ہے کہ زندگی ان کے ساتھ وفا کرے گی۔

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب کی روایت

موضع لونی، تحصیل کلاچی سے ان کا تعلق ہے، حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، انہوں نے فرمایا کہ: حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب فاضل دیوبند جب فوت ہوگئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی قبر پر مراقبہ کیا اور فرمایا کہ: جب میں شاہ صاحب کی قبر کی طرف تمہارے گھر سے چلا، ان کی قبر مجھے نظر آرہی تھی، آپ کی نظر میں شاہ صاحب مردہ ہیں، فرمایا: آپ صاحبِ بصیرت لوگوں کو لے آئیں، ان سے پوچھیں کہ شاہ صاحب کا مقام کیا ہے، اللہ پاک نے ان کو قبر میں غوثیت عطا کی ہے۔

صاحبِ قبر پر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اثر

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب نے فرمایا: میرے ماموں مولانا محمود صاحب فاضل

دیو بندکوٹ اعظم والے پہلے حضرت مدنیؒ کے مرید تھے، اس کے بعد ایسے ہی رہے، فوت ہونے سے چند سال قبل مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ (چکوال) سے بیعت ہوگئے، لیکن حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی خصوصی محبت تھی۔ فرمایا: جب بھی حضرت صاحب خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائیں، مجھے بتادیا کریں۔ میں ان کو کوٹ اعظم اطلاع دے دیتا تھا اور وہ لونی حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے تھے۔ مرض الوفات میں مجھے فرمایا: حضرت صاحب کے پاس جا کر ان کو میرا خصوصی سلام عرض کرو اور میری طرف سے خصوصی وظیفہ کہہ دیں۔ لیکن یہ بات نہ ہوسکی۔ مولانا اس مرض میں رُخصت ہوگئے، وفات کے بعد میں نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی، فرمایا: کسی دن آجائیں کوٹ اعظم میں ان کی قبر پر فاتحہ پڑھیں گے۔ کچھ مدّت بعد میں ڈیرہ گیا، مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں میرا قیام تھا، صبح ہم نے لونی آنا تھا، جب ہم بیدار ہوئے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ رات میں نے حضرت اِمداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح کے لئے فاتحہ پڑھی، پھر میں مولوی محمود صاحب کی طرف متوجہ ہوگیا، اللہ کے فضل سے ان کے ساتوں لطائف قبر میں چالو ہوگئے، اس کے بعد ہم لونی سے ہوتے ہوئے کوٹ اعظم چلے گئے اور ان کے لئے کوٹ اعظم میں فاتحہ پڑھی۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹے کی خوشخبری دی

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب فرماتے ہیں: ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی! اللہ تم کو بیٹے سے نوازے گا، میں نے عرض کیا: حضرت! ان کا نام کیا رکھوں؟ فرمایا: نام بعد میں بتاؤں گا! چند دِن بعد آپ لونی میں آئے تو میں نے عرض کیا: حضرت! نام تو بتادیں۔ فرمایا: ان چار ناموں میں سے ایک نام

رکھ لو۔ میرا یقین تھا کہ اللہ مجھے بیٹا دے گا، بیٹا ہوا اور میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق نام رکھ دیا۔

لونی میں نسبتِ قادریہ کا دیکھنا

شاہ صاحب نے بتایا: حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جب پہلے پہل میں لونی آیا تھا تو لونی والوں کی پیشانیوں کو دیکھا، ان کی پیشانی پر میں نے قادریہ نسبت لکھی ہوئی دیکھی، لیکن وقت پر متوجہ نہ ہوئے، صرف پندرہ یا بیس لوگ بیعت ہو گئے، باقی لوگ اس کے بعد بیعت ہوئے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ علّیّین میں مقام

شاہ صاحب نے فرمایا: صبح کی نماز کے بعد پانچ دس منٹ مراقبہ کرتا ہوں، ایک دن مراقبے کے دوران میں عرشِ معلیٰ پر پہنچ گیا، مجھ سے پوچھا گیا: کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا: حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے آیا ہوں، جواب ملا: حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں نہیں ہیں، وہ اعلیٰ علّیّین میں ہیں، جو یہاں سے اُوپر کا مقام ہے۔

کشف کے متعلق وضاحت

حدیث پاک سے اس کی تائید ہوتی ہے:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: قال الله تعالیٰ: من عادیٰ لی ولیًا فقد آذنته بالحرب، وما تقرّب إلیّ عبدی بشیء احب إلیّ من اداء ما افترضت علیه، وما یزال عبدی یتقرّب إلیّ بالنوافل حتّٰی احبه، فإذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به، وبصره الذی یبصر به، ویده التی یبطش بها، ورجله

التي يمشي بها ....إلخ۔ (الحديث اخرجه البخاری، حدیث نمبر:۶۵۰۲، باب التواضع)۔"

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتے ہیں کہ: جو شخص میرے مقبول بندے سے عداوت کرے، میں اس کو اِشتہارِ جنگ دیتا ہوں، اور میرا بندہ مجھ سے کسی ایسے ذریعے سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ادائے فرائض سے زیادہ محبوب ہو، اور میرا بندہ برابر مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں، پھر جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی شنوائی ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی بینائی ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو لیتا ہے، اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (مطلب یہ ہے کہ اکثر اس کے ان جوارح سے کوئی کام میری مرضی کے خلاف نہیں ہوتا، الا لعارض لا یدوم - از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مستجاب الدعا ہونا

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ احقر، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ: میرا کام ہے، میرے لئے دُعا کریں، میں نے کہا کہ اگر ۲۴ گھنٹے میں میرا کام نہ ہوا تو میں آپ سے خفا ہوجاؤں گا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اللہ ۲۴ گھنٹے سے پہلے وہ کام کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں: واقعی الحمدللہ! وہ کام ۲۴ گھنٹے سے پہلے پہلے ہوگیا۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا زبردست اثر

ایک دفعہ احقر صبح چھٹی کے دن حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد (محلّہ نوازش علی) کے حجرے میں حاضر ہوا، سردیوں کے دن تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ اکیلے تھے، کوئلے کی انگیٹھی جلا رکھی تھی، حال احوال کے بعد احقر اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں مراقب ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد احقر نے محسوس کیا کہ سینہ پھٹنے کے قریب ہے، اور اگر یہی حالت مزید تھوڑی دیر کے لئے جاری رہی تو دِل پھٹ جائے گا۔ احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھٹنے کو پکڑلیا کہ حضرت! بس کرو، بس کرو! حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: کیوں ڈاکٹر صاحب؟ احقر نے عرض کیا: حضرت! مزید برداشت نہیں ہے۔



ایک دفعہ رمضان المبارک میں تراویح کے دوران کبھی کبھی یہ حالت ہو جاتی تھی۔ جب احقر نے ۱۹۹۲ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رُوحانی تعلق قائم کیا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ڈاکٹر صاحب! آپ میرے پاس بہت تاخیر سے آئے، حالانکہ میں بھی ڈیرہ میں تھا، اور تم بھی ڈیرہ میں تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور توجہ نہیں ڈال سکتا، توجہ کے لئے بڑی قوّت لگانی پڑتی ہے۔ احقر نے درخواست کی کہ: میں بہت مصروف ہوں، مجھے شارٹ کٹ (مختصر) راستے پر لے جائیں! حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا ہی کریں گے! اللہ ربّ العزّت کے فضل وکرم سے ۱۹۹۵ء میں تکمیل ہوگئی۔ حضرتؒ کی تربیت کا انداز عجیب تھا، ہر سالک کو اِنفرادی طور پر توجہ اور باقاعدگی کے ساتھ اسباق دیتے تھے، ایسا بہت کم شیوخ کو کرتے دیکھا گیا ہے۔





حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مبارک خواب

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے شادی کی، اولاد ہوئی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے اور غالباً پانچ یا چھ بیٹیاں ہیں، باقی سب کی شادی ہوگئی، صرف ایک چھوٹی بیٹی رہ گئی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر غربت، افلاس، بیماریوں اور پریشانیوں نے گھیرے رکھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ شہر میں اپنی مسجد محلّہ نوازش علی اور بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب کے مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں رہتے تھے اور دو یا تین مہینے کے بعد گھر کا چکر لگاتے تھے۔ گھر میں اکثر بیماری رہتی تھی، افلاس وغربت بھی رہتا تھا، جس کی وجہ سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پریشانی رہتی تھی۔ غالباً ۱۹۹۸ء میں عیدالاضحیٰ کی رات حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا جب احقر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عید کی مبارک باد دینے کے لئے گیا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو خوشخبری سنائی اور ایک خواب بیان کیا کہ فضا (ہوا) کے اندر تخت معلّق ہے اور اس تخت پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شمس الحق افغانی، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی اور حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور سلسلے کے اکابرین بیٹھے ہوئے ہیں، اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ: آپ پریشان کیوں ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ: آخر میں انسان ہوں، مجھے غربت، افلاس، بیماریوں نے گھیرا ہوا ہے، اس لئے پریشان ہوں۔ حضرات جواب دیتے ہیں کہ: آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ہم نے آپ کو خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ دیے ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ کون سے خواجہ غلام حسن؟ وہ تو فوت ہوگئے ہیں! حضرات کہتے ہیں کہ: یہ (ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہٗ) تمہارے لئے خواجہ غلام حسن ہے! حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ: اگر یہ میرے لئے خواجہ غلام حسن ہیں تو میں اس کے لئے خواجہ سراج بن جاؤں گا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو خوشخبری سنائی۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی

کوئٹہ سے واپسی کے ایک سال بعد آپ کی شادی ہوئی، شادی کے وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی، حضرتؒ نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ایک یا دو سال کے بعد شادی کی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کا وافر حصہ شادی سے پہلے مجاہدات وریاضت میں گزارا (گویا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملنے کے بعد شادی ہوئی اور تکمیلِ علم بھی مدرسہ نعمانیہ میں اسی وقت کیا)۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کے کچھ واقعات

کشف کی حقیقت اور شریعتِ مطہرہ میں اس کا درجہ

کشف کے متعلق قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ اپنی کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''کشف اکابرِ سلوک کے نزدیک سلوک کا مدار نہیں، لیکن شریعتِ مطہرہ کے خلاف بھی نہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزرنا اور ان سے عذابِ قبر کی آواز سننا جو پیشاب اور چغل خوری سے ہو رہا تھا، مشہور حدیث ہے، اور حدیث کی سب کتابوں میں موجود ہے، یہ کشفِ قبر کے متعلق تھا، اور کشفِ قبور کے بارے میں حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اروج ص: ۲۸۳ میں لکھا ہے کہ: اہلِ فراست کی تو اللہ جل شانہٗ نے مدح کی ہے اس آیت میں: ''اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾'' (الحجر) مُتَوَسِّمِیْن سے مراد فراست والے ہیں۔ حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی آیتیں لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ فراستِ صادقہ اس قلب کے لئے ہے جو گندگیوں سے پاک وصاف ہو چکا ہو، اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کر چکا ہو، تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے اس نور سے دیکھتا ہے جو

اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب میں رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ پاک ہے کہ: مؤمن کی فراست سے بچو! وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اور یہ فراست اس میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے پیدا ہوئی، کیونکہ دِل جب اللہ تعالیٰ سے قریب ہوجاتا ہے تو بُرے خیالات، جو حق کی پہچان اور اِدراک سے مانع ہوتے ہیں، اس سے دُور ہوجاتے ہیں، اور اس کے لئے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے، اور وہ اسی نور سے وہ چیزیں دیکھتا ہے جسے وہ لوگ نہیں دیکھ سکتے، جو اللہ تعالیٰ سے دُور اور محجوب ہوں، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے:

''جب میں اس سے (بندے سے) محبت کرتا ہوں تو اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کے آخر میں ہے یعنی وہ مجھ سے ہی سنتا ہے اور مجھ سے ہی دیکھتا ہے اور مجھ سے ہی پکڑتا ہے اور مجھ سے ہی چلتا ہے۔''

پس جب یہ حالت ہوجاتی ہے، بندے کا دِل صاف وشفاف آئینے کی طرح بن جاتا ہے، اس کے قلب پر حقائق کی صورتیں منعکس ہوتی ہیں اور اس کی کوئی فراست غلط نہیں ہوتی، کیونکہ بندہ جب اللہ کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہی چیز دیکھتا ہے جو حقیقت ہوتی ہے، جب اللہ کے ساتھ سنتا ہے تو وہی چیز سنتا ہے جو حقیقت میں ہوتی ہے، اور یہ علمِ غیب نہیں، بلکہ حق تعالیٰ اس کے دِل میں ڈال دیتا ہے، جب قلب پر نور غالب ہوجاتا ہے تو اس کا فیضان اعضاء پر بھی ہوتا ہے، اور وہ نور دِل سے آنکھ کی طرف آتا ہے، پھر اس آنکھ سے اس نورِ قلب کے موافق نظر آتا ہے۔ مثلاً حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے بیت المقدس کو دیکھ لیا، اور مدینہ منوّرہ میں خندق کھودتے وقت شام کے حالات، شہر صنعاء کے شہر پناہ کے دروازے اور مدائنِ کسریٰ کو دیکھ لیا، اور جب غزوۂ موتہ میں اُمراء کی شہادت ہوئی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دیکھ لیا، اور نجاشی کی حبشہ میں جب موت ہوئی تو مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو جب وہ نہاوند میں لڑ رہے تھے، دیکھ لیا تھا، مدینہ میں منبر سے آواز دی۔ اور

کچھ لوگ قبیلہ مذحج سے ان کے پاس آئے، ان میں اشتر نخعی بھی تھا تو بہت غور سے اُوپر سے نیچے تک اس کو دیکھا اور پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: مالک بن حارث! فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے قتل کردیتے! مسلمانوں پر اس کی وجہ سے بہت پریشانی دیکھتا ہوں۔ (یہ قاتلینِ عثمان کے لیڈروں میں سے تھا)۔ مسجدِ حرام میں ایک دفعہ اِمام محمدؒ اور اِمام شافعیؒ تشریف فرما تھے، ایک شخص داخل ہوا، اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرا خیال ہے یہ بڑھئی ہے! اور اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ لوہار ہے! پھر دونوں نے اس سے پوچھا، تو اس نے کہا: پہلے میں لوہار تھا، اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں" (شریعت وطریقت کا تلازم ص:۲۰۵ تا ۲۰۷)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "التکشف" میں فرماتے ہیں:

دِل کی بات بتادینا یہ علمِ غیب نہیں، بلکہ کشف ہے، علمِ غیب اس علم کو کہتے ہیں جو بلاواسطہ ہو اور یہ خاصۂ خداوندی ہے۔ اور جو علم بذریعہ کشف ہو، اس میں کثیف واسطہ ہے، اس لئے وہ علمِ غیب نہیں (التکشف ص:۶۰)۔

البتہ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ شریعت میں کشفی علوم کوئی حجت نہیں، اگر کوئی کشف قواعدِ شرعیہ کے موافق ہے تو قابلِ عمل ہوگا، ورنہ واجب الترک ہے (تجدید تصوّف وسلوک ص:۹۰، از حضرت مولانا عبدالباری ندوی خلیفہ اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے کشف کے کچھ واقعات

یہ واقعہ مولانا ڈاکٹر خیر محمد صاحب نے بتایا کہ: حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے اہلِ کشف بزرگ ہیں۔ فرمایا کہ: ہم پانچ آدمی مٹورہ سے ڈیرہ اسماعیل خان آئے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد محلّہ نوازش علی پونده بازار میں ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری آمد کی اِطلاع نہ تھی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دن اپنے گاؤں لعل ماہڑہ کے لئے روانہ ہوگئے، جاتے وقت ساتھ والے حجام صادق سے







کہہ دیا تھا کہ: میرے پانچ مہمان آئیں گے، ان کو لعل ماہڑہ بھیج دینا، کہا: ہم لعل ماہڑہ بھی گئے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے پہلے سے پانچ آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔

دُوسرے واقعے میں فرمایا کہ: ایک دفعہ ہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ڈیرہ سے مٹورہ لے گئے، کہا میں (ڈاکٹر مولانا خیر محمد) دولت شاہ اور عبدالمتین شاہ صاحب تینوں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے، مٹورہ کے بڑے قبرستان سے جب گزر رہے تھے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبور کے احوال سنائے، جب ہمارے دادا کی قبر پر آئے تو مراقب ہوگئے اور کہا کہ اس قبر سے عجیب خوشبو آرہی ہے، پھر ایک قبر پر مراقب ہوئے اور کہا کہ یہ نصرت فقیر کی قبر ہے، کمال کا آدمی ہے، لیکن سیّد نہیں اعوان ہے، پھر تیسری قبر پر آئے بوستان کے والد کی قبر پر کہا: یہ بیٹا ہے، پہلے والا باپ تھا، کہا یہ اس قسم کی خوشبو ہے، پھر ایک جلندر کی قبر پر آئے اور کہا کہ اس قبر سے خوشبو آرہی ہے، ڈاکٹر نے کہا: حضرت! یہ تو زیادہ مشہور ہے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلے والا اس سے مقام میں زیادہ تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رورو کر دُعا کرتا تھا کہ مجھے لوگوں کے عیوب پر خبر والا نہ بنا۔ فرمایا: پھر یہ دُعا قبول ہوگئی، فرمایا: مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا، میں نے نماز پڑھائی، نماز کے دوران میں نے ٹریکٹر کے چلنے کی آواز سنی اور مجھ پر نماز میں تھرتھراہٹ شروع ہوگئی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں فارغ ہونے جاتا ہوں، اور دُور چلے گئے، جب دیر کردی تو میں نے دیکھا کہ ایک قبر پر مراقب ہیں، میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو فرمایا کہ: صاحبِ قبر کو عذاب ہو رہا تھا، یہ آواز ٹریکٹر کی نہیں، بلکہ صاحبِ قبر کے چلّانے کی آواز تھی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اس کے لئے کچھ پڑھا جس سے عذاب میں کمی آگئی۔

ڈاکٹر سیّد آدم شاہ صاحب کی روایت حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کے متعلق

ڈاکٹر صاحب آج کل ڈیرہ اسماعیل خان میں مقیم ہے، شعبے کے لحاظ سے ایف آر سی ایس سرجن ہیں، ان کے نانا وقت کے اکابر اولیاء اللہ میں تھے۔ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ڈاکٹر عبدالسلام (راقم الحروف) کی لیبارٹری (ساؤتھ سرکلر روڈ ڈی آئی خان) میں گیا، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے جانتے نہیں تھے، میری پہلی ملاقات تھی، میں تبلیغ کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام سے باتیں کر رہا تھا، ڈاکٹر صاحب نے کہا: ساتھ والے کمرے میں ایک بزرگ بیٹھے ہیں، ان سے دُعا کرالیں۔ میں نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم میرے لئے دُعا کرو! پھر پوچھا: سیّد غلام بادشاہ آپ کا کیا لگتا تھا؟ میں نے کہا: میرے گاؤں کے ہیں۔ پھر کہا: حیدر شاہ آپ کا کیا لگتا ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے دادا ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دُعا دِی، میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دُعا دِی۔ کئی دنوں کے بعد میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح پتا چل گیا کہ یہ دونوں بزرگ حضرات میرے رشتہ دار ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: دونوں آپ کے ساتھ ایک دائیں جانب اور دُوسرے بائیں جانب کھڑے تھے۔





مراقبہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا شرعی ثبوت

کسی مضمون کو زیادہ سوچنا اور اس کو پیشِ نظر رکھنا یہ مراقبے کی حقیقت ہے، جس کی تعلیم اہلِ سلوک میں ممتاز ہے، اور اس کو راسخ کرنے کے لئے اِبتدا میں تجربے سے اس کی ضرورت ثابت ہوئی ہے، کہ کوئی وقت متعین مقرر کر کے اس فکر میں مشغول رہے، اس حدیث میں اس کی اصل موجود ہے، کیونکہ محض اُمورِ مذکورہ کے یقین پر یہ ثمرات مرتب ہونا

بغیر اس کے کہ چند دِن ان اُمور کے پیشِ نظر رکھنے کا قصداً اِہتمام کیا جائے، عادۃً بہت مشکل ہے اور یہی مراقبے کا حاصل ہے (مأخوذ از التکشف)۔ اسی کو آسان لفظوں میں یوں سمجھا جائے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات یا کسی مضمون کا دِل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود مدّت تک اس غرض سے کہ اس کا غلبہ سے اس کے مقتضا پر عمل ہونے لگے، تدبر تام سے متوجہ ہونا اور اس کا تصوّر مواظبت کے ساتھ رکھنا "مراقبہ" کہلاتا ہے، جو قلب کے اعمالِ مقصودہ میں سے ہے، ان مراقبات سے تصوّر ناقص راسخ ہوجاتا ہے اور اسی رُسوخ میں مشائخ، عوام سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾ (الاحزاب) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: "الإحسان ان تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك" (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۰۴، باب قوله إن الله عنده علم الساعة) اِحسان یہ ہے کہ اللہ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اِرشادِ نبوی ہے: "احفَظِ الله تَجِدْهُ تُجَاهَكَ" (اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو، اپنے مقابل پاؤگے)۔ حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو" کا جو مطلب ہے، وہی مراقبے کا حاصل ہے جو اہلِ طریق کی عاداتِ لازمہ میں سے ہے، باقی اس کی خاص ہیئت تو وہ صرف اس کے کرنے کے لئے ہے، مقصود بالذات نہیں، اس لئے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں (التکشف ص:۴۰۱) (از محمد بلال عفی عنہ)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین دامت برکاتہم کے درس کا ایک واقعہ

احقر نے کسی عالمِ دِین سے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ٹرین کے سفر کی کرامت کا کوئی واقعہ سن رکھا تھا، ایک دن حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ٹرین والا واقعہ بیان کرنے کو کہا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: شیخ کبھی خود اپنی تعریف نہیں کرتا،

یہ تو مریدین کا کام ہے وہ شیخ کے متعلق معلومات اکٹھی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے صرف ایک واقعہ اپنا خود اساتذہ کو بیان کیا ہے:

ایک دفعہ مشکوٰۃ شریف کی ایک لمبی حدیث کے دوران واقعہ پیش آیا، یہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث تھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب حدیث کی تشریح کر رہے تھے، میں درس کے دوران مراقب تھا، اتنے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں تشریف لائے، ان کے ساتھ کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، ایک صحابی جو سب سے آخر میں تھے، میں نے ان سے نام پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں ابوہریرہ ہوں! جب درس ختم ہوگیا، میں نے اُستاذ صاحب سے واقعہ بیان کیا، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک بیان کیا۔

مراقبے میں سلاسلِ اَربعہ کے اولیاء کا اِجتماع اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کی خدمت کرنا

۸ رمضان المبارک، ۱۰ فروری ۱۹۹۵ء کو جمعۃ المبارک کا دِن تھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز کے بعد مراقب ہوئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ مبارکہ ہے کہ مراقبے سے پہلے ایصالِ ثواب ضرور کرتے ہیں، سورۃ الفاتحہ، سورۃ الاخلاص، معوّذتین، کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت، کلمہ سوم اور اِستغفار پڑھ کر اس کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، انبیائے کرام علیہم السلام، ملائکہ مقربین، جمیع اہلِ بیت، جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، جمیع پیرانِ کبار اور خصوصاً اپنے شیوخ کا نام لے کر سب کو بخش کر سب حضرات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور سب حضرات کا فیض بقول حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان کی طرف مبذول ہوتا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: آج انہوں نے حضرت اسکندری رحمۃ اللہ علیہ اور علی متقی (اِکمال الشیم) کو بھی یاد کیا۔ مراقبے کے دوران حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا

کہ سارے اکابرین بشمول حضرت اسکندری اور علی متقی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ایک اعلیٰ مکان میں تشریف فرما تھے، دیوبند کے سارے حضرات اور اہل اللہ بھی موجود تھے، ایک جم غفیر تھا انسانوں کا، سب حضرات نے تقریریں کیں، موضوع آخرت اور موت کا تھا، وہ مکان راقم الحروف کے مکان کے بالکل متصل تھا، سارے حضرات قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے موجود تھے، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریر کی، مغرب کی طرف ان کا منہ تھا، قیامت پر تقریر کر رہے تھے، اس کے بعد حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ: خلیفہ صاحب! آپ بھی تقریر کریں، سب نے تقریریں کیں۔ آخری تقریر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ حضرت عبداللہ درخواستیؒ نے آدمی بھیجا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تقریر کریں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: میں تو تقریر نہیں کرسکتا، مجھے تقریر کرنا نہیں آتی! حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کچھ تو کہو! پھر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو یا تین منٹ تقریر کی، اس کے بعد کھانے کا اِنتظام تھا، دسترخوان ڈاکٹر عبدالسلام کا تھا، خدمت حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے، حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے نیچے والا سالن دیں! سالن میں گوشت اور آلو زیادہ تھے۔ یہ مکان جس میں سارے حضرات موجود تھے، ڈاکٹر عبدالسلام کے گھر کے متصل تھا، مکان سارا ڈاکٹر صاحب کا معلوم ہو رہا تھا۔

نفس، انسان کے قلب پر حملہ آور ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں فرمایا ہے کہ: ایک دن میں عشاء کی نماز کے بعد گھر آیا، میرے ساتھ میرے ایک دوست حاجی خالق داد (کلاچی والے) تھے، ہم دونوں مراقب ہوئے۔ میں نے نفس کو دیکھنے کی خواہش کی، دیکھتا ہوں کہ ایک خنزیر ہے، اس کی سونڈ بالکل سوئی کی طرح لمبی اور باریک ہے، اس کا پچھلا حصہ کمزور ہے، اور سینہ شیر

کی طرح پھیلا ہوا ہے، اس کی آنکھیں بالکل چھوٹی تھیں، اور کان بھی چھوٹے چھوٹے تھے، میں نے خنزیر سے پوچھا کہ تم آدمی پر کیسے حملہ کرتے ہو؟ اس نے کہا: جو چیز میرے دِل میں ہوتی ہے، اس کو میں انسان کے دِل میں اِلقاء کرتا ہوں، اور میں سوئی کی نوک قلب کے اندر داخل کر دیتا ہوں۔

''مدینہ کے کتوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھو!'' حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ منوّرہ سے عشق

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا بلال (مقیم مدینہ منورہ) سے فرمایا کہ: میرا اسلام مدینہ منوّرہ کی گلیوں، دیواروں، پہاڑوں کو کہہ دو، کیونکہ ان پہاڑوں پر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی ہے، وہ ارضِ مقدس، مقدس زمین اور شہر ہے، بڑا پیارا ملک ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ آپ کو اَدب کی توفیق دے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مدینہ کے کتوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھو! کہا: مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اے اللہ مجھے مدینے کے کتوں میں شمار کرنا۔ فرمایا: آپ کا مقام مہاجرین کا ہے، آپ نے کراچی سے مدینہ طیبہ ہجرت کی ہے، ہمارے لئے ہمیشہ دُعا کرتے رہا کرو۔ جب بھی دربارِ نبوّت میں حاضری ہو، میرا صلوٰۃ وسلام عرض کریں، یاروں کو بھی سلام کہہ دیں، بقیع والوں کو، اَزواجِ مطہرات کو، شیخ الحدیث، قطب الاقطاب کو بھی میرا اسلام عرض کرو، اُحد کے پہاڑ کو بھی میرا اسلام دو، اصحابِ اُحد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی سلام دو، اگر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آپ کی زندگی میں ہو جائے تو ان کو بھی میرا اسلام کہو۔ فرمایا: اس مٹی کو مٹی نہ کہنا۔ فرمایا: حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ مدینہ طیبہ میں پندرہ دن رہے، پندرہ دن چھوٹا بڑا اتقاضا نہ کیا۔ اِمام ابوحنیفہؒ بارہ دن رہے، کھاتے پیتے تھے، چار پانچ دن کے بعد علماء سے اِجازت طلب کی، علماء نے دو دِن اور ٹھہرنے کی درخواست کی، کرتے کرتے بارہ دن گزر گئے، کہا: مزید سکت نہیں، مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا قاضی عبدالکریم (فاضل دیوبند) کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان والے جب پہلی دفعہ حج پر گئے، پہلے مدینہ گئے، پھر مکہ گئے، وہاں پر قاضی صاحب سے ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم ملے، اس نے قاضی صاحب سے کہا کہ: مدینہ چلتے ہیں! قاضی صاحب نے بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا کہ: یہ اللہ کا گھر ہے! اس عالم نے کہا: یہ اللہ کا گھر ہے، لیکن اللہ یہاں پر نہیں رہتا، مدینہ طیبہ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہتے ہیں۔ قاضی عبدالکریم صاحب نے جب یہ سنا تو ان کی چیخ نکل گئی اور وہ دوبارہ اس ہندوستانی عالم کے ساتھ مدینہ طیبہ گئے۔ فرمایا: مصر کا ایک نوجوان مواجہ شریف کے قریب آیا اور کہا: یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہتے ہیں! چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہوگئے اور رُوح نکل گئی۔ فرمایا: روضۂ اقدس کو دیکھ کر کئی عشاق لوگ مر گئے اور جان پر کھیل گئے۔ فرمایا: خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا فقیر محمد تھا، بہت بڑا عالم دِین، فقیر منش اور بہت بڑا زاہد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا، مریدین حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے سفارش کرتے کہ فقیر محمد کو حج یا عمرے کے لئے بھیج دیں، آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ یہ گیا نہیں کہ اس کی رُوح نکل جائے گی، یہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ فقیر محمد نے کہا: حج میرے اُوپر فرض نہیں، میں تو مدینہ طیبہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا: فقیر محمد! روضۂ مبارک کو دیکھتے ہی فوت ہو جائے گا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: افسوس ہم وہاں پر فوت نہ ہوئے، وہاں پر خوش قسمت لوگ ہی فوت ہوتے ہیں، اور وہاں پر ان کے جنازے پڑھے جاتے ہیں۔ فرمایا: حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ جہان کو کہا تھا کہ: اگر اللہ پاک نے مجھے بخش دیا تو آپ کے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔ اگر اللہ نے مجھے بخش دیا تو اپنے متعلقین سب کو ساتھ اِکٹھا لے کر جاؤں گا۔ حضرت مولانا بلال صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ دُنیا اور آخرت میں مجھے اپنے متعلقین میں شمار کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک شعر اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا بلال صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عربی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور موت کے بارے میں شعر سنائے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شعر سن کر آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بخاری شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شعر آتا ہے، پھر ایک شعر پڑھا:

یادگار ما غریباں کوئے تو
انبساط عید دیدن روئے تو

ہم غرباء ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے ہیں، ہماری خوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنے سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھنا ہی ہماری عید ہے، ہماری اور توفیق تو نہیں، ہم غریب ہیں، لیکن یار کے کوچے کو یاد کرتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے کب جائیں گے؟ ہم عید کی خوشی یہ مناتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہمارے سامنے ہو۔

خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زیارت کرنا

حضرت خلیفہ صاحبؒ فرماتے ہیں: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زیارت ہندوستان میں ہوئی، میں سو رہا تھا، غلام محمد شاہ صاحب نے مجھے دائیں پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر جگایا کہ اُٹھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، ہم دونوں اکٹھے گئے، ایک بڑا تالاب تھا، اس کے شمال غربی کونے میں ایک کمرہ تھا، اس کمرے کے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر پاؤں نیچے لٹکائے بیٹھے ہیں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک جنوب کی طرف تھا، جس وقت ہم تالاب کے جنوبی گوشے پر چڑھے، میں نے غلام محمد شاہ صاحب سے کہا کہ: وہ سامنے حضور پُر نور بیٹھے ہیں، شاہ صاحب نے مجھے کہنی ماری کہ خاموش ہو جاؤ، ادب کا مقام ہے، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب تھے کہ میرے دِل میں آیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داڑھی کے سفید بال گن لوں، بد قسمتی سے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام نہ ہو سکے، کیونکہ میں اسی وقت نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔

دُوسری زیارت

دُوسری مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تجارت گنج منڈی میں ہوئی، اس موقع پر مفتی محمود صاحب الیکشن ہار گئے تھے، آپ فرماتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: علمائے کرام کو میرا اسلام دو! فرمایا: اگر تم ہار جاؤ تو ہمت نہیں ہارنی، باہمت ہو کر لگے رہو۔ میں بڑا حیران تھا کہ علمائے کرام کو کس کے ذریعے پیغام دُوں؟ میرے پاس صاحبزادہ عبدالحلیم چودھوان والے تشریف لائے، وہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، وہ ملتان جا رہے تھے، وہاں پر وفاق کی میٹنگ تھی، میں نے حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا، حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کراچی، پشاور، لاہور، کوئٹہ سے جید علماء آئے ہوئے تھے، سارے علماء جمع تھے، حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھا اور مفتی محمود صاحب کو کہا کہ یہ خط علمائے کرام کو سنا دیں۔ مفتی محمود صاحب نے خط پڑھا، حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: دوبارہ پڑھیں! مفتی صاحب نے دُوسری بار پڑھا، جب ختم ہو گیا تو حضرت درخواستی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تیسری بار پڑھو! علماء دنگ رہ گئے، علماء نے مشورہ کیا اور کہا کہ اس دفعہ علماء الیکشن ہار جائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ہمت نہیں ہارنی ہے، پھر مفتی محمود صاحب ایک دن صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بن گئے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عمرے (حرمین شریفین) کے دو سفر

اللہ رَبّ العزّت کے کرم اور توفیق سے احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) نے حضرت کے ساتھ حرمین شریفین کے دو سفر کئے۔ ایک سفر ۱۹۹۳ء میں ہوا، اور دُوسرا ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے ہیں کہ: ڈاکٹر صاحب کی بدولت میں نے وہ پیارے پہاڑ دیکھے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جوانی میں میری تمنا تھی کہ حرمین شریفین کی زیارت کرلوں، اللہ نے بڑھاپے میں دو دفعہ زیارت کرادی۔ فرمایا: اب بھی دِل کرتا ہے کہ اللہ پھر ایک مرتبہ زیارت کرادے۔ فرمایا: ڈاکٹر عبدالسلام نے پہلے عمرے میں مجھے ریڑھی پر پھرایا مکہ اور مدینہ دونوں میں، دُوسری دفعہ جب میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا: ریڑھی نہیں لینی ہے، دُوسری دفعہ جب جدہ ایئرپورٹ کے لاؤنج میں پہنچے، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں گر گیا، ڈاکٹر صاحب نے مجھے اُٹھایا، میں نے دِل میں کہا کہ ہمارے ہاں تو یہ رواج نہیں ہے کہ مسافر کو دھکے نہیں دیتے، اس کو دُھر دُھر نہیں کرتے۔ دُوسری دفعہ جب سعی سے فارغ ہوئے اور سعی والے برآمدے سے حرم کی طرف بڑھے تو راستے میں پھر میں گر گیا۔ فرمایا: ڈاکٹر صاحب نے مجھے اُٹھایا، میں نے دِل میں کہا کہ ہمارے ہاں اگر کتے کو روٹی نہیں دیتے تو اس کو دُھر دُھر نہیں کرتے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے دِل میں کہا کہ اگر میں تیسری مرتبہ گر گیا، میرا طواف مکمل کرادیں، کیونکہ اِحرام میں تھا، مجھے رونا بھی آیا اور دِل میں کہا کہ اگر میں پھر گر گیا تو ڈاکٹر صاحب سے کہوں گا کہ: مجھے طواف مکمل کراکے، مجھے گھسیٹ کر پہاڑوں میں پھینک دیں، کیونکہ میری منظوری شاید اللہ کے ہاں نہیں، دُعا منظور ہوئی اور اسی دن میں نے آٹھ طواف بغیر ریڑھی کے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کئے۔ راقم الحروف حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رات کو اپنی پنڈلیوں میں درد سے متعلق بتا

رہے تھے، فرمایا: اللہ نے اپنی طاقت دِکھلائی کہ تم جیسے کمزور کو میں طواف کراؤں گا اور پھر روزانہ کئی طواف کرتے تھے۔ پھر مدینہ میں ریڑھی (وہیل چیئر) نہیں لی، وہاں اللہ نے ہمیں خزرج والوں کے حوالے کردیا۔

مدینہ طیبہ کی حاضری کے تأثرات

عمرے سے واپسی کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مدینہ طیبہ حاضری کے تأثرات بیان کریں۔ فرمایا کہ: اُستاذ شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب نے بھی یہی سوال کیا، فرمایا کہ: مکہ و مدینہ شریف کے حالات سنائیں! فرمایا کہ: یہ کتاب میں لکھنے کی باتیں نہیں ہیں، بہرصورت مدینہ منوّرہ کے یہ حالات تھے کہ میرے سینے میں اس قدر وسعت تھی کہ اگر آسمان اور زمین میرے سینے پر رکھ دیئے جاتے تو وہ اس میں سما جاتے۔ اور خاص کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر توجہ تھی کہ میں یقین کے ساتھ یہ تصوّر کرتا تھا کہ یہ وجود ایسے ہوتا تھا جیسا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ فرمایا: مدینہ منوّرہ میں مجبوری کی وجہ سے باتیں کرتا تھا، وگرنہ دِل نہ چاہتا تھا، اگر نہ بولتا تو لوگ کہتے بڑا متکبر اور مغرور ہے۔

تبلیغی کام کے بارے میں تأثرات

تبلیغی جماعت کے بارے میں فرمایا کہ اب تو یہ جماعت اِنتہا کو پہنچ گئی ہے، پہاڑ گونج رہے ہیں، آسمانوں سے لبیک کی آوازیں آرہی ہیں، اب تو ملائکہ اس جماعت والوں پر فخر کرتے ہیں۔ حضرت نے مولانا بلال صاحب سے فرمایا کہ: روضۂ پاک کے سامنے اتنا روئیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی جالی ہل جائے اور ایک خاص مقصد کے لئے دُعا کے لئے اِرشاد فرمایا۔

غالباً ۱۹۹۷ء کی بات ہے، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لاہور چلنا ہے، احقر نے وجہ پوچھی، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت مولانا احمد علی



لاہوری رحمۃ اللہ علیہ خواب میں آئے تھے اور فرما رہے تھے کہ خلیفہ صاحب! ہمیں بھول گئے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے، احقر اور ڈرائیور اپنی گاڑی میں لاہور گئے۔ ایک ڈاکٹر صاحب کی کلینک میں قیام تھا، جمعہ کی رات عشاء کے وقت شیراں والا، حضرت مولانا اجمل قادری کی مسجد میں گئے، ذکر کا حلقہ لگ چکا تھا، دوڈھائی سو کا مجمع تھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آمد پر مولانا اجمل قادری بہت خوش ہوئے، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا نے منبر پر بٹھایا، اور پھر مجمع سے خطاب کر کے کہا کہ: آپ نہایت خوش قسمت لوگ ہیں، آج آپ کے اندر حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں، مولانا نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا اور سارا مجمع ایک لائن میں کھڑا ہوا، اور باری باری آ کر حضرتؒ سے سب نے مصافحہ کیا۔ رات کا کھانا ہم نے مولانا کے ساتھ کھایا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا صاحب نے تخلیہ میں کچھ باتیں کیں، رات کو دیر سے کھانے سے فارغ ہوئے، پھر مولانا اجمل قادری کے ایک تعلق والے کے ساتھ ان کے گھر گئے، انہوں نے قہوہ (سبز چائے) پلائی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گھر کے لوگ بیعت ہوئے اور احقر، مولانا اجمل قادری کے بیٹے ڈاکٹر اکمل اور حضرتؒ تقریباً رات کے ڈیڑھ بجے میانی قبرستان گئے، وہاں پر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہم نے حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر مراقبہ کیا اور فاتحہ پڑھی۔ رات کے ڈیڑھ بجے میانی قبرستان لاہور میں اس مراقبے کا عجیب منظر تھا۔



شیخ کے پوتے سے محبت

ملاقات کے وقت جب حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اجمل قادری سے مصافحہ کیا تو ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آنکھیں پُرنم تھیں، اور جاتے وقت بھی ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، کیونکہ مولانا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت

لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔

رائے ونڈ مرکز آمد اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرکز تبلیغ میں رُوحانیت محسوس کرنا اور قدسی مخلوقات کو دیکھنا

احقر نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ دوپہر کو آرام کرنے کے بعد آج رائے ونڈ جائیں گے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طیب لاہور والے احقر کے میزبان تھے، وہ ان دنوں جماعت میں بیرون ملک البانیہ جا رہے تھے، ان سے طے ہو گیا تھا کہ مغرب کے وقت ہم حضرت کو لے کر رائے ونڈ آئیں گے اور آپ کی وساطت سے مرکز میں اکابرین سے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوگی۔ مغرب کی نماز سے دس یا پندرہ منٹ پہلے ہم رائے ونڈ مرکز کی مسجد میں پہنچے، جیسے ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں قدم رکھا، احقر سے کہا: ڈاکٹر صاحب! اُوپر تو دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ حضرتؒ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دُہرائے۔ مغرب ہم نے جماعت کے ساتھ مرکز میں پڑھی۔ حاجی عبدالوہاب صاحب رائے ونڈ مرکز میں موجود نہیں تھے، پروفیسر طیب صاحب کی وساطت سے حضرت مولانا جمشید صاحب سے ملے۔ مولانا جمشید صاحب نے ایک جماعت کو بلایا جو کہ حال ہی میں چین میں کام کر کے آئی تھی، اس جماعت نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چین کی کارگزاری سنائی۔ اس کے بعد مولانا نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کھانے کے لئے کہا، لیکن ہمارا کھانا کسی اور کے ہاں طے تھا، اس کے بعد مولانا جمشید صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دُعا کے لئے کہا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا مانگی، اس کے بعد ہم رائے ونڈ مرکز سے رُخصت ہوئے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا میں ایک فقرہ کہا کہ: اللہ اس کام کو نظرِ بد سے بچائے (آمین!)۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی جماعت کی نصرت کے لئے جانا

۱۳/اپریل ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفتی سراج الدین صاحب، محمد رمضان لیکچرار (ملنگ والے) اور احقر عرب کی ایک سال کی پیدل جماعت کی نصرت کے لئے گاڑی پر نیاز آباد تشریف لے گئے، صبح سات بجے کا وقت تھا، جماعت والے خصوصاً عرب حضرات بہت خوش ہوئے، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور فرمایا کہ: آپ اہلِ عرب اُستاذ ہیں، قرآن پاک آپ کے ہاں اُترا تھا۔ ایک گھنٹہ بیٹھنے کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لمبی دُعا کی اور اس کے بعد ہم واپس آگئے۔ دُوسرے دن عشاء کے بعد احقر نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ کل عربوں کی جماعت کی مسجد میں عجیب انوارات تھے اور بہت زیادہ تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ لوگ ذمہ داری ہمارے سروں پر ڈال رہے ہیں اور حجت قائم کررہے ہیں، ہمارا کیا ہوگا، ہم سے اللہ پوچھے گا۔ فرمایا: میری خواہش ہے کہ تین دِن لگادوں، لیکن کیا کروں؟ یعنی ضعیف اور کمزور ہوں، حضرت مفتی حسین احمد صاحب سے فرمایا کہ آپ کی توجہ اور دُعا کی ضرورت ہے۔

کسرِ نفسی اِخفاء اچھی چیز ہے

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب مولانا حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت دی کسی کو معلوم نہیں تھا، یہ راز کی بات تھی، ایک سال کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب ڈیرہ اسماعیل خان مدرسہ نعمانیہ تشریف لائے، مولانا عبید اللہ انور صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: خلیفہ صاحب! ذِکر کا حلقہ لگاتے ہو؟ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ سستی کی وجہ سے ایسا ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے مسجد میں عصر کی نماز کے بعد ذِکر کا حلقہ لگایا اور حلقہ میں حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے متعلق لوگوں کو بتایا اور

لوگوں کو ترغیب دی کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب، حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، ان کے حلقہ ذِکر میں شرکت کیا کریں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب نے کہا کہ: ہمیں کیوں نہ بتایا؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: کیا میں لوگوں سے کہتا کہ میں بزرگ بن گیا ہوں؟ اِخفاء اچھی چیز ہے۔ اسی طرح حضرت افغانیؒ کی خلافت کا حال تھا، جب شیخ الحدیث حضرت مولانا سراج الدین صاحب کوئٹہ تشریف لے گئے اور وہاں پر ان کو معلوم ہوا کہ حضرت افغانیؒ صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت دی ہے تو مسکرا کر کہنے لگے کہ پتا نہیں حضرت خلیفہ صاحب خلافت کے گنڈھ باندھ کر کیا کریں گے؟ شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب نے جب یہ بات سنی تو ناراضگی کا اِظہار کیا اور فرمایا: یہ تو اللہ پاک کی دین ہے، جس کو نواز دے۔ فرمایا: ہم لوگ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، کیا انہوں نے ہم کو خلافت دی ہے؟ یہ تو جس پر اللہ پاک کی کرم نوازی ہو جائے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ اخفاء کی چیزیں ہوتی ہیں، اپنی صفات کو بیان کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔





مریدین کے ساتھ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حسنِ سلوک

ان چند سالوں میں احقر نے محسوس کیا کہ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر مرید کے ساتھ اپنے معیار کے مطابق برتاؤ کرتے تھے، خاص کر مسکین، بے سہارا اور غریب مریدین کے ساتھ ان کا سلوک دیدنی ہوتا تھا، اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے، تربیت کے علاوہ ان کے ذاتی کام کاج کو بڑی ہمدردی سے لیتے تھے اور اکثر مریدین کو سفارشی رقعہ دے کر احقر کے پاس بھیجتے تھے، ایک دن احقر نے ان سے سوال کیا کہ حضرت صاحب! آپ نے اب مریدین کا دُنیاوی اور پرائیویٹ کاموں کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے! حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مریدین کا ایسا خیال رکھتے تھے جیسا کہ خاندان کے افراد کا

خیال رکھا جاتا ہے۔

حسنِ سلوک اور مریدین کی ضرورتوں اور پریشانیوں کے لئے فکر مند ہونا

ایک دفعہ احقر گرمیوں میں جیپ لے کر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں میں عام گاڑیاں نہیں جاسکتی تھیں، صرف جیپ سے سفر مکمل ہوتا تھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ گرہ مدہ جائیں گے۔ مدہ گاؤں میں حضرت کے کافی مریدین ہیں، انتہائی سادہ لوگ ہیں، خوب ذاکر لوگ تھے، احقر نے عرض کیا: حضرت! سخت گرمی ہے، سفر انتہائی مشکل اور دُور کا ہے، اور علاقہ غیر ہے۔ لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِصرار کیا اور کہا کہ گرہ مدہ (گاؤں) میں میرے ایک مرید کے بھائی کو کسی نے گولی ماردی ہے اور وہ فوت ہوگیا ہے، اس کی دُعا کے لئے جائیں گے، ہم ظہر کے وقت سخت گرمی میں روانہ ہوئے، اور مغرب کے بعد اندھیرے میں وہاں پہنچے، وہاں پر رات گزاری اور صبح ناشتے کے بعد دُوسرے گاؤں لونی کے لئے روانہ ہوگئے، وہاں پر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اُستاذ صاحب کے بارے میں احقر سے فرمایا کرتے تھے کہ ان کا سر تو چھوٹا ہے، لیکن دماغ اس کے اندر بہت بڑا ہے، فرماتے تھے: میں نے ان جیسا رونے والا عالمِ دِین نہیں دیکھا۔ فرماتے تھے: ٹھیک رات کے ڈھائی بجے وہ تہجد میں رَبّ العزّت کے سامنے کھڑے ہوجاتے اور دُعا کے وقت داڑھی کے بالوں کو پکڑ کر روتے کہ اے اللہ! ان سفید بالوں کی لاج رکھ لے۔

فرمایا: ایک مرتبہ ضیاء الحق کے دور میں غالباً عثمان علی شاہ صوبہ سرحد کے گورنر تھے، وہ حضرت کے مریدین میں سے تھے، شیخ الحدیث کو اپنے ساتھ پشاور لے گئے اور اپنے ایک بیٹے کی گومل یونیورسٹی میں بطور لیکچرار تعیناتی کی حضرت سے سفارش کرائی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گورنر صاحب کے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ: شیخ الحدیث صاحب، اُستاذِ محترم کے بیٹے کی درخواست پر دستخط کرو۔ اور اس طرح ان کی پوسٹنگ

ہوئی، حالانکہ اس وقت حضرت کے تینوں بیٹے بے روزگار تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کے لئے ان کو نہ کہا۔ یہی معاملہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مریدین کے ساتھ تھا، ان کے کام لوگوں سے کرواتے تھے، لیکن اپنے بیٹوں کی کبھی پروانہ کی۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت ومجاہدہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی احمد نے بتایا کہ ایک دن ہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بیٹھے تھے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عید کی مبارک باد دینے گئے تھے، غالباً یہ ۱۹۸۰ء کے آس پاس کی بات ہوگی، مسجد کی چٹائی ایسے گرم تھی کہ عصر کے وقت چٹائی پر پاؤں جلتے تھے، مسجد کے حافظ سے پوچھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کہاں گزارا؟ جواب دیا اسی چٹائی پر گزارا ہے! حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کمرے سے نکلے اور حافظ صاحب سے فرمایا کہ ان کو کمرے کی چارپائی پر سلادو! فرمایا: حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ: میں چلتا پھرتا آپ کو دیکھتا ہوں، ایک دن فرمانے لگے: ایسے نفی اثبات کروجیسا کہ ۱۰۳ یا ۱۰۴ کا بخار ہوتا ہے، اگر ایسا نہ کیا تو میرے پاس مت آؤ۔

(یعنی ذِکرِ الٰہی کی اتنی حرات اور گرمی پیدا ہوجائے، حضرت مولانا عمر پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: عشقِ الٰہی کی آگ سے تمام رذائل رُوحانیہ جل کر راکھ ہوجاتے ہیں، نہ حسد باقی رہتا ہے، نہ بغض، نہ عداوت، نہ کینہ، اسی لئے حضراتِ صوفیاء کثرت سے ذِکر کراکر حرارت اور گرمی پیدا کردیتے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو اس طرف متوجہ فرمارہے ہیں کہ بے شک بعض مرتبہ مرشد کی توجہ سے طالب کے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، جو خود محنت کرنے سے پیدا نہیں ہوتی، مگر صرف اس کیفیت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اگر خود کچھ نہ کیا جائے تو یہ کیفیت باقی نہیں رہتی، اس کی مثال حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں کہ جیسے آگ کے سامنے بیٹھنے سے بدن

گرم ہو جاتا ہے، لیکن گرمی باقی نہیں رہتی، جہاں سامنے سے ہٹ کر ہوا لگی بدن میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی، اسی طرح اس کیفیت میں بھی پیر سے جدا ہوتے ہی یا توجہ کا اثر کم ہوتے ہی کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔ پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے علاوہ اپنی کمائی کی قدر بھی خوب ہوتی ہے، اور مفت کی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔ مشہور ہے کہ ایک شخص ادھوڑی کا جوتا دوشالے سے جھاڑ رہا تھا، لوگوں نے پوچھا: یہ کیا؟ تو کہا کہ: دوشالہ میرے والد کی کمائی ہے اور جوتا میری کمائی کا ہے۔

ہر کہ اوارزاں خرو ارزاں دہد
گوہرے طفلے بقرص نان دہد

اور جو لوگ اپنے بوتے پر کام کرتے ہیں، ان کی حالت ساری عمر یکساں رہتی ہے، البتہ انہیں شور وغل، اُچھل کود نہیں ہوتی، اور نہ یہ مطلوب ہے'' (ماخوذ از تجدید تصوّف وسلوک ص:۹۶)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: گرہ مدہ کے اکثر نوجوانوں کے دِل پاک ہیں، میں جب ان کو دیکھتا ہوں تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ ایک دفعہ احقر (راقم الحروف) حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گرہ مدہ گیا، وہاں پر رات کو قیام کیا، احقر کو مدہ کے لوگوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفات نظر آئیں۔

سکوت کی مجلس

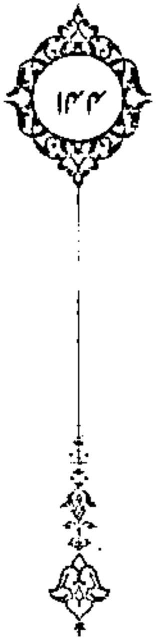
مؤرخہ ۲۶ رفروری ۱۹۹۵ء کو ۲۵ رمضان المبارک کا دِن تھا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میرے والدین، بھائی وغیرہ اور سارے خاندان کا تعلق حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کچھ وقت گزارا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ محفل میں خاموشی ہوتی تھی، سارے اہلِ مجلس سرنگوں ہوتے تھے، بولنے کی

طاقت نہیں ہوتی تھی، حضرت صاحب خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ دو یا تین دن کے بعد کسی مرید سے پوچھتے: ہاں بھائی! کیا کر رہے ہو؟ آگے سے جواب ملتا: گھر جانا چاہتا ہوں! حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: نہیں، ایک دو دِن رہو! پوچھتے: کچھ اللہ اللہ کرتے ہو یا نہیں؟ جواب ملا: ہاں کرتا ہوں! اگلا سبق دے دیتے تھے اور فرماتے تھے: اللہ اللہ زیادہ کیا کرو!



بہت کم لوگ سلسلے چلاتے ہیں

رمضان کا مہینہ تھا، ہم نے صبح کی نماز سحری کا وقت ختم ہونے کے فوراً بعد پڑھی، اُونچی آواز آ رہی تھی، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: کیا عیدگاہ (ڈیرہ اسماعیل خان) کی جامع میں درس ہو رہا ہے؟ احقر نے کہا: مسجد شہداء میں مولانا حکیم حبیب اللہ صاحب قرآن پاک کا درس دے رہے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: وہ مولانا عبدالحی صاحب ملتان والے کے خلیفہ ہیں۔ راقم الحروف نے کہا کہ وہ پیری مریدی کا کام نہیں کرتے۔ فرمایا: بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو سلسلے کو چلاتے ہیں۔ پھر فرمایا: میں نے سلسلے کو خوب چلایا۔ مردوں وعورتوں دونوں کو تلقین کرتا ہوں، کوئی کرے یا نہ کرے۔ فرمایا: ہماری پہلی ضرب ہی کافی ہے (ضرب سے مراد اُنگلی کے اِشارے سے لطائف پر اللہ کے نام کو قوّت کے ساتھ کہنا، جس میں شیخ کی ایک خاص توجہ شامل ہوتی ہے)۔ فرمایا: اگر اس دُنیا میں پتا نہ چلے، قبر میں ضرور پتا چلے گا کہ کسی اللہ والے نے ضرب لگائی تھی، وہ کام کر گئی! پھر فرمایا: خواجہ عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہی مسجد دہلی میں جمعہ کی نماز کے لئے آتے تھے، وہاں پر لوگوں کے قلوب پر توجہ ڈالتے تھے، لوگ کہتے: حضرت! یہ تو نابلد لوگ ہیں! خواجہ صاحب فرماتے: مجھے معلوم ہے، لیکن میں توجہ دیتا ہوں، کیونکہ توجہ اور ضرب قبر اور آخرت میں کام دے گی۔ فرمایا: حضرت خواجہ عبید اللہ، اِمامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔



شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالکریم دامت برکاتہم فاضل دیوبند کے دوخواب اور حضرت خلیفہ صاحبؒ کے لئے بشارت

ایک مرتبہ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاضی عبدالکریم صاحب سے ملنے تشریف لے گئے، پانچ کلو "انوارِٹول" آم بھی حضرت قاضی صاحب کے لئے ہدیہ لے گئے تھے، حضرت قاضی صاحب کی طبیعت بھی ٹھیک نہ تھی، زبان پر چھالے آگئے تھے، قاضی صاحب نے حضرت کا حال پوچھا، پھر فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حجرے میں بیٹھا ہوں اور ایک شخص آتا ہے، وہ کہتا ہے کہ حضرت آگئے ہیں، میں حجرے سے باہر نکل آتا ہوں اور وضو کر کے مسجد میں جاتا ہوں، حضرت خلیفہ صاحب اِمامت کر رہے ہوتے ہیں، خوب خشوع، ڈر اور خوف کی قراءت کرتے ہیں، مسجد ساری مقتدیوں سے بھری ہوتی ہے، کہتے ہیں: مجھے برآمدے میں پہلی صف میں جگہ مل جاتی ہے، راستے میں ہم نے میاں باران رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی، کچھ دیر کے لئے مراقبہ کیا، واپسی پر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی) کو اپنے حالات سنائے، حضرت نے قاضی صاحب کا ایک اور خواب بیان کیا کہ قاضی صاحب نے مدرسے سے لڑکے کو بھیجا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی آدمی کہتا ہے: حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب سے مدرسے کے لئے دُعا کراؤ، اس لئے میں دُعا کے لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں، حضرتؒ نے فرمایا: وہ کوئی اور خلیفہ غلام رسول ہوگا! کہا: نہیں، تمہارے بارے میں تھا!

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنات کا گزر محسوس ہونا

ماہِ رمضان کی سحری کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ تاریخ ابن کثیر جلد اوّل پڑھ رہے تھے، ایک حدیث مبارک حضرت کے سامنے سے گزری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب جن میرے پاس سے گزرتے تھے یا گزر جاتے تھے تو گرم ہوا کا جھونکا پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ سردی کے موسم میں وہ رات کو





عشاء کی نماز کے بعد اپنے گاؤں لعل ماہڑہ سے گھوڑی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، حضرتؒ اپنی بیٹی کے گھر جا رہے تھے، راستے میں کنگول کے درخت تھے، اور اِدھر اُدھر جوار (مکئی) کے کھیت تھے، جب گھوڑی ان درختوں کے قریب آئی تو گھوڑی رُک گئی اور اس نے کان کھڑے کر لئے، حضرتؒ نے کہا: میں سمجھ گیا کہ یا تو کوئی بڑا سانپ ہے یا جن ہے، میں نے گھوڑی کی گردن پر تھپڑ مارا اور کہا کہ میں جو تیرے اُوپر بیٹھا ہوں، آخر مسلمان ہوں، اور غوثِ اعظم، محبوبِ سبحانی کا غلام ہوں، چل اللہ کا نام لے کر! یہ سن کر گھوڑی چل پڑی۔ جب میں درختوں سے گزر گیا اور ایک منڈیر کے اُوپر چڑھا تو پیچھے سے ہوا کا گرم جھونکا آیا، حالانکہ وہ سخت سردیوں کی رات تھی، وہ گرم ہوا کا جھونکا چار فرلانگ کے فاصلے تک محسوس ہوا اور اس کے بعد ختم ہو گیا۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب عادت

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب احقر کے ساتھ گاڑی میں سفر میں ہوتے تھے تو احقر نے اکثر دیکھا اور محسوس کیا کہ حضرت دائیں ہاتھ کی اُنگلیوں کو عجیب حرکت دے رہے ہیں، محسوس ہوتا تھا کہ کسی غیبی طاقت کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں اور قدرت کے عجائبات کے متعلق حیرانی کا اِظہار کر رہے ہیں۔

احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب) کے لئے پیشین گوئیاں اور بشارت

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے راقم الحروف سے فرمایا کہ: ڈاکٹر صاحب! اللہ کے فضل سے دِن دُگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، تراویح میں قرآن سنتے وقت عجیب مناظر ہوتے ہیں، اور ہر حال، ہر وقت درجات مختلف ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے اِرشاد فرمایا کہ: اگر آپ صرف چار گھنٹے سر جھکاتے تو پتا نہیں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے اور کیا پاتے۔ بہر حال حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ: آپ نے ڈاکٹری بھی کرنی ہے، وہ بھی خدمت ہے، اور ساتھ ساتھ یہ بھی (اللہ، اللہ) کرنا ہے،

حضرتؒ نے فرمایا: میاں باران صاحب مرحوم کلاچی والے تونسہ (خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ) سے کچھ لے کر آئے، ڈاکٹر اس فقیر سے کچھ لے کر کلاچی لے گیا ہے۔

حضرتؒ کی خودداری اور اُمراء سے اِستغناء

مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا کہ: حضرت خلیفہ صاحب بڑے خوددار آدمی ہیں، ایک دفعہ جسٹس عثمان علی شاہ (مرحوم) قائم مقام گورنر صوبہ سرحد ان کے پاس آئے، یہ حضرت خلیفہ صاحبؒ کے مرید بھی تھے، حضرتؒ کو اپنے ساتھ پشاور لے جانے کے لئے کہا، لیکن حضرتؒ نے اِنکار فرمادیا، اس کے بعد میں حضرتؒ کے پاس گیا اور کہا: مثورہ میں کسی کو دَم کرنا ہے، حضرتؒ میرے ساتھ گاؤں آگئے اور فرمایا: عثمان علی شاہ اور آپ کا رُتبہ برابر ہوسکتا ہے؟ فرمایا: صدر ضیاء الحق نے حضرتؒ کو خط لکھا تھا کہ آپ کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہو، یعنی پلاٹ بنگلہ یا کوٹھی کی تو میں حاضر ہوں۔ فرمایا: میں وہ خلیفہ نہیں ہوں، اگر میں ہوتا تو آج میرے بنگلے ہوتے! فرمایا: آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اِسلام نافذ کردیں! خیر محمد صاحب نے کہا کہ: یہ خط میں نے خود دیکھا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی اولاد

آپؒ کے تین بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے کا نام عبیداللہ، منجھلے کا نام صفی اللہ اور چھوٹے کا نام سیف الرحمٰن ہے۔ تینوں بیٹے شادی شدہ ہیں، بیٹیوں میں سے چار کی شادی ہوچکی ہے، ذِکر و شغل کی لائن میں تینوں کی تکمیل ہوچکی ہے، اور سب کے سب حضرتؒ کے مجاز ہیں، دُنیاوی تعلیم کے لحاظ سے چھوٹا بیٹا سیف الرحمٰن میٹرک پاس ہے۔ حضرتؒ نے احقر (راقم الحروف) کو وصیت کی، جس طرح میری زندگی میں میری اولاد اور گھر والوں کا خیال رکھتے ہو، میرے دُنیا سے جانے کے بعد بھی اسی طرح خیال رکھنا ہے، بلکہ اس سے زیادہ رکھنا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرا بڑا بیٹا عبیداللہ (فخر عالم) اللہ والا ہے۔ آپؒ نے کہا: جب عبیداللہ ماںؒ کے پیٹ میں تھا، میں نے خواب دیکھا کہ

ہمارا بچہ ہوا اور اس کو قبر میں رکھا، نکالا، کئی بار ایسا ہوا، اس وقت میں نقشبندیہ میں حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ سے اسباق لے رہا تھا، میں نے ان کو خط لکھا اور خواب بیان کیا۔ حضرت افغانیؒ نے تعبیر دِی کہ یہ فنا اور بقاء دونوں کر کے آئے گا۔ آپؒ (حضرت خلیفہ صاحبؒ) کے بیٹے بیٹیاں، اہلیہ سب خوب ذاکر ہیں اور اعمال کا خوب اِہتمام کرتے ہیں، بہت مہمان نواز ہیں، مہمانوں کی آمد اور خدمت پر خوش ہوتے ہیں، جب مہمان نہیں ہوتے تو خفا اور ناراض ہوتے ہیں، جب مہمان آجاتے ہیں تو پھر خوش ہو جاتے ہیں۔

احقر کو حضرتؒ کی نصیحت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے احقر کو نصیحت کی کہ جس طرح میری موجودگی میں آپ میرے اہل وعیال کا خیال رکھتے ہیں، میری وفات کے بعد بھی آپ اسی طرح میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں گے۔

حضرتؒ کے ملفوظات



کشف اور اَسرار سوائے شیخ کے اور کسی کو نہیں بتانے چاہئیں۔

مؤرخہ ۱۳/مارچ ۱۹۹۵ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: آج صبح چار بجے عجیب سائرن سنا۔ فرمایا: میرا بڑا بھائی حافظ گاموں جو کہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا، آسمانوں کی اَذان سنا کرتا تھا، پھر ایک دن والد صاحب کو بتایا، اس کے بعد اَذان سنائی دینی بند ہوگئی۔ فرمایا: اسی لئے ایسے اَسرار سوائے شیخ کے کسی کو نہیں بتانے چاہئیں۔ فرمایا: ان کو خضر علیہ السلام کی زیارت بھی ہوئی۔

(ف) اللہ تعالیٰ اُمورِ غیب میں سے جس کو جتنا سنانا اور دِکھانا چاہتا ہے، اِنسان اتنا ہی دیکھتا اور سنتا ہے، اور یہ ایک غیر اِختیاری چیز ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

شیخ کی بات پر یقین

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: جب ان کے بھائی

گاموں بیمار تھے، تو ان کے بیٹے حافظ حفظ الرحمٰن کو فکر تھی کہ والد صاحب مرجائیں گے، گاموں کہتے تھے کہ: میں جب تک فوت نہیں ہوں گا جب حضرت خواجہ حسنؒ میرے پاس تشریف نہیں لائیں گے، کیونکہ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ان کو ایک دفعہ کہا تھا، چنانچہ ایک دن ان کے بیٹے نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ حسن صاحبؒ دو بزرگوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں، ان کے والد نے شیخ کا اِستقبال کیا، حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے ان دو بزرگوں (جو کہ فرشتے تھے) کو کہا کہ: یہ میرا خاص آدمی ہے، ان کا خاص خیال رکھیں، اس کے بعد حافظ گاموں کا اِنتقال ہوگیا۔

کرو اور بھول جاؤ!

۱۲ر رمضان المبارک ۲ر فروری ۱۹۹۶ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت علامہ سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوّف کا لب لباب پوچھا، حضرتؒ نے جواب دیا: کرو اور بھول جاؤ!



علم سے تکبر پیدا ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت تھانویؒ کی خدمت میں بیعت کے لئے لے گئے، حضرت تھانویؒ نے کہا: آپ ان کو خود بیعت کرلیں! حضرت مدنیؒ نے کہا: میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں۔ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نے کہا: مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے پاس چلے جاؤ، وہ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ہیں، ان کی سفارش چلے گی، وہ حضرت تھانویؒ کے بھید جانتے ہیں۔ جب مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے سفارش کی تو حضرتؒ مان گئے، لیکن ساتھ کہا کہ بیعت کے لئے دو شرائط ہیں:

پہلی شرط:... سیّد سلیمان ندوی نے قرآن میں معنی میں ایک جگہ غلطی کی ہے، اس کو صحیح کریں، اخبار میں کٹنگ دیں، اور میرے پاس بھجوائیں۔

دُوسری شرط:...دُوسری شرط یہ ہے کہ کسی سے کلام نہیں کریں گے، یعنی چپ کا روزہ رکھیں گے، میری مجلس میں جہاں پر جگہ ملے، وہاں پر بیٹھیں گے۔

حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ نے دونوں شرائط منظور کرلیں، جب چالیس دن گزر گئے، حضرت تھانویؒ نے خلافت سے نوازا۔ حضرت سیّد سلیمان ندویؒ نے دُوسری شرط کی وجہ پوچھی، فرمایا: وہ اس لئے تھی کہ آپ کے دماغ سے علم کا خناس (نشہ) نکل جائے۔ فرمایا: علم سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا: اس واقعے کو بیان کرنے والے حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(یہ بات بڑوں کے لئے وہی کہہ سکتے ہیں، ہم جیسے اس کے نقل کرنے کے بھی قابل نہیں۔ از محمد بلال عفی عنہ)۔

اللہ اللہ کہنے والا سیفِ قاطع ہوتا ہے

احقر کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب نے ناچیز کے گھر میں چند رمضان گزارے، ایک رمضان میں تراویح کے لئے کچھ تاخیر ہوگئی، تراویح حضرتؒ مدرسہ نعمانیہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی ہمراہی میں قاری خلیل کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ یہ غالباً ۱۹۹۵ء کا رمضان تھا، راقم الحروف کے گھر (واقع جامع مسجد عیدگاہ) اور مدرسہ نعمانیہ کے دوران فاصلہ اچھا خاصا تھا، گاڑی کی چابی برخوردار عبدالرحمٰن جیب میں بھول کرلے گئے تھے، وہ محلے کی مسجد میں تراویح کے لئے جاچکے تھے، ان سے چابی منگوائی، جب ہم نے گاڑی اسٹارٹ کی، جماعت کھڑی ہونے میں پانچ منٹ باقی تھے، اور ہم نے نماز مدرسہ نعمانیہ میں پڑھنی تھی، حضرتؒ نے کہا: آج نماز سے رہ گئے! ناچیز نے حضرتؒ سے کہا: ہم اِن شاء اللہ! جماعت کی نماز ضرور حاصل کرلیں گے۔ قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمیں جماعت مل گئی اور اچھی خاصی مل گئی، جب نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: (اہل اللہ کہتے ہیں) جب سالک روزانہ مختلف لطائف پر بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کہتا

ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (سیف قاطع) بنا دیتا ہے، یعنی اس کی بات تلوار کی طرح کاٹتی ہے، کیونکہ وہ اس کی اپنی بات نہیں ہوتی، وہ اللہ کی بات ہوتی ہے۔

بدعملی کو محسوس کرنا

(حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے) فرمایا کہ: حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ گرہ مدہ میں کھانا کھایا، حضرتؒ کی عادت ہے کہ کھانا کھانے کے بعد وہاں پر بیٹھ کر کچھ دِین کی باتیں (مجلس) کرتے ہیں، اس دن خلافِ معمول مجھے کہا کہ: مجھے اُٹھالو! وہ میزبان آ گیا، کہا: چائے تیار ہے! حضرتؒ نے چپکے سے کہا: مجھے لے جاؤ! یہاں پر بدمعاش رہتے ہیں۔ احمد نے کہا: وہ گھر پھر تباہ ہو گیا۔

بے نمازی کا کھانا بدبودار تھا

(حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے) فرمایا: ایک دفعہ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گھر میں ثوبت (ثرید) کھائی، ہم نے کھانا کھالیا، حضرتؒ نے کہا: میں تو کھانے سے کھیلا، میں نے اندھیرے میں کھانے میں کنویں بنائے کھانا نہیں کھایا، کھانے سے بو آتی تھی، ان کے کپڑوں سے بو آتی تھی۔ حضرتؒ سے میں نے وجہ پوچھی، حضرتؒ نے فرمایا: وہ بے نمازی ہیں۔ فرمایا: ساتھ والے گھر سے بھی بو آتی ہے!

اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیا کم ہے

۱۷ رمضان المبارک مؤرخہ ۷ رفروری ۱۹۹۶ء کو فرمایا کہ: ایک دفعہ مجنوں گھر سے نکلا، اُونٹنی پر سوار تھا، اُونٹنی کا چھوٹا بچہ تھا، وہ گھر پر رہ گیا، مجنوں عشق کے اندر محو تھا، جس وقت یہ لیلیٰ کے عشق میں محو ہو جاتا تھا، اُونٹنی واپس ہو کر اپنے بچے کی طرف چلنے لگتی تھی، وگرنہ آگے کی طرف چلتی تھی، یہ عمل جاری رہا۔ اُونٹنی کو بچے کا عشق تھا، اور مجنوں کو لیلیٰ کا عشق، ہر عمل کا رَدِّ عمل ہوتا ہے، مجنوں نے سوچا کہ اس طرح منزل طے نہیں ہوگی، اور منزلِ مقصود پر پہنچنا مشکل ہو جائے گا، اس لئے اس اُونٹنی کو چھوڑ کر پیدل چلنا چاہئے، اُونٹنی سے چھلانگ

لگائی، ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے، زخموں سے چور ہو گیا، کچھ دیر بے ہوش رہا، جب ہوش آیا، اب چونکہ معذور تھا، لیکن حوصلہ نہ ہارا اور پیٹ کے بل چلنے لگا، اس موقع پر مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عشق مولائے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بحر او اولیٰ بود

اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیا کم ہے، کم نہیں ہوسکتا، اس لئے گیند بن جاؤ، یہ بہتر ہے، یعنی عشاق محنت مشقت کرتے ہیں، تب تو اس مقام تک پہنچتے ہیں، اس دُنیا کا معشوق بغیر محنت کے نہیں ملتا تو خدا ایسے مل جائے گا بغیر سر جھکائے؟ جب تک عاشق محنت اور مشقت نہیں کرے گا، عمل کے بغیر اللہ کیسے مل سکتا ہے؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک شخص تھا، وہ مصوّر کے پاس گیا اور کہا: میری پشت پر شیر بنا دو تا کہ لوگ مجھ سے ڈریں، کہا: آسان بات ہے، رقم لگے گی۔ جب سوئی چبھوئی تو وہ چیخ اُٹھا، کہا: یہ کیا کیا؟ کہا: شیر کی دُم بنا رہا ہوں! کہا: دُم کی ضرورت نہیں! پھر اس نے سوئی چبھوئی، کہا: یہ کیا کر رہے ہو؟ جواب دیا: شیر کا سر بنا رہا ہوں! کہا: چھوڑو! بہر حال وہ گھبرا گیا۔

مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

شیر بے گوش سر شکم کے دید
ایں چنیں شیر خدا ہم نے مرید

ایسا شیر جس کا کان، سر اور پیٹ نہ ہوں، کسی نے نہیں دیکھا، اس طرح کا شیر تو اللہ نے نہیں بنایا، میں کیسے بناؤں؟

چوں نہ داری طاقت سوزد زون
از چنی شیر زیاں بس دم مزن

اگر تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں کہ سوئی برداشت کرسکو، تو شیر کا نام کیوں لیتے

ہو؟ شیر کا نام تو وہ شخص لے جو برداشت کرسکے، ریاضت، مجاہدہ کرسکے، عمل کرسکے، محنت مشقت کرسکے۔ ایک تسبیح سے اللہ نہیں ملتا، اور بھی اعمال ہیں، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِتباع نہیں کرو گے، ولی نہیں بن سکتے۔

اللہ والوں کے نزدیک فنا کی تعریف

۱۴ رمضان المبارک مؤرخہ ۴ فروری ۱۹۹۶ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جب سالک اللہ اللہ کرتا ہے، اس کو فنا اور بقا حاصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فانی فی اللہ بے رنگ فرماتے ہیں کہ: جب سالک چالیس سال تک تخلیہ اختیار کرلے اور ہر روز چالیس ہزار اسم ذات اور چالیس ہزار مرتبہ نفی اِثبات کرے تو چالیس سال کے بعد فنا کو پہنچے گا۔

اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فنا یہ ہے کہ جتنے خصائل ورذائل ہیں، سب کے سب کم ہوجائیں، یہ فنا ہے۔

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی کے نزدیک فنا تین قسم کی ہوتی ہے:

① فنائے خلق:...مخلوقات سے اُمید بھی باقی نہ رہے۔

② فنائے ہویٰ:...اللہ کے بغیر دِل کے اندر کوئی خیال نہ رہے۔

③ فنائے اِرادہ:...یعنی کوئی اِرادہ کسی قسم کا دِل کے اندر نہ ہو، دِل کے اندر کوئی آرزو نہ ہو، لیکن اِرادہ والی فنا حضراتِ عالی درجات نقشبندیہ والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص چین سے آئینہ لے آیا، انہوں نے ہدیہ پیش کیا، اس کو خوش کرنے کے لئے۔ حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ جس وقت میں تیل لگاؤں اور کنگھی کروں یہ میرے سامنے رکھو، حفاظت کرو کہ ٹوٹنے نہ پائے۔ ایک دن جیسے ہی خادم نے اُٹھایا، شیشہ ٹوٹ گیا، یہ بڑا شرمندہ ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کیا

جواب دُوں گا کہ یہ کیا ہوگیا۔ جب وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ شیشہ ٹوٹ گیا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بہت خوب کہ دُنیا کا اسباب ختم ہوگیا۔ خادم نے کہا:

از قضا آئینہ چینی شکست

حضرتؒ نے فوراً جواب دیا:



خوب شد اسبابِ خود بینی شکست

ایک دفعہ حضرتؒ کو بادشاہ نے خط لکھا، سنجر کا بادشاہ تھا کہ میں تم کو سنجر کی ولایت دیتا ہوں، ملک دیتا ہوں، حضرتؒ نے جواب لکھا:

چوں چھتر سنجری رُخِ بہ ختم سیاہ باد
در دِل بود اگر ہوسِ ملک سنجرم



سنجر کے بادشاہ کے چھتر کی طرح میرا نصیبہ ہو، اگر میرے دِل میں ملک سنجر کی ادنیٰ ہوس بھی ہو:

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز بہ یک جونمی خرم

جس دِن سے ملک نیم شبی کی خبر ملی ہے، میں ایک دانہ جَو کے بدلے میں بھی اس ملک کو لینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ ملک سیاہ تم کو نصیب ہو۔ ایک جَو کا دانہ ایک طرف، ایک طرف تمہارے سارے ملک کی قیمت، جس دِن سے اللہ نے مجھے آدھی رات کو اُٹھنے کی توفیق نصیب فرمائی ہے، ایک جَو کے دانے کی قیمت بہت زیادہ ہے، تمہارا ملک ذلیل ہے، اللہُ مولانا ولا مولٰی لکم، (اللہ ہی ہمارا ولی ہے، تمہارا ولی نہیں ہے)۔



اہل اللہ تین قسم کے ہوتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ بقول حضرت

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اہل اللہ تین قسم کے ہوتے ہیں:

①:... جوں جوں بوڑھے ہوتے جائیں گے، توں توں حریص ہوتے جائیں گے (یعنی آخرت میں اللہ کی ملاقات کے حریص)۔

②:... جوں جوں مالدار ہوتے جائیں گے توں توں سخاوت آتی جائے گی۔

③:... جتنی قدر و منزلت بڑھتی جائے گی، نفس ان کا عاجزی، تواضع، فروتنی اور اِنکساری اِختیار کرتا جائے گا۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں اپنے سلسلے کے بزرگوں کے حالات کو یاد کرتا ہوں کہ وہ لوگ کیا کرتے تھے اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ تو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ بعض اوقات رُوح نکلنے کا خطرہ ہوتا ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: آپ اللہ کے ساتھ جو سلسلہ کرتے ہیں، وہ صداقت سے کریں، ہمارے اندر وہ چیز نہیں ہے، ہمارے اندر ریا ہے، جب لوگ آتے ہیں، ہم لوگ مراقب ہو جاتے ہیں، اور جب لوگ چلے جاتے ہیں، وساوس ہم کو گھیر لیتے ہیں۔

دُوسرا دِل ہے نہیں کہ شادی کرلیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: ایک صاحب نے کہا کہ: دِل اللہ کو دے دیں، بدن اللہ کی مخلوق کو دے دیں۔ فرمایا: میرے رشتہ کے پَر دادا شیخ حافظ محمد صدیق صاحب برجھنڈی شریف والے مجرد تھے، انہوں نے شادی نہیں کی تھی، لوگوں نے کہا: شادی کرلیں، اولاد ہو جائے گی، نسب باقی رہے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سندھی زبان میں جواب دیا: سائیں! دِل ہِک اِے اِے یار کو دے بیٹھے ہیں، اب شادی کرکے کیا کریں گے؟ دُوسرا دِل ہے نہیں کہ شادی کرلیں۔ (اس سے مقصد یہ ہے کہ دِل ایک ہے، اللہ کو دِیا جائے، یہ اِستثناء کی صورت ہے، بعض اہل اللہ پر غلبہ حال ہوتا ہے، ورنہ عام اُصول تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِتباع میں شادی کرنی چاہئے)۔

حضوری دوطرح کی ہوتی ہے اور علم تین طرح کا ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضوری دو قسم کی ہوتی ہے، ایک یہ ہے کہ لطائف کا جاری ہوجانا اور پھر ان کی حفاظت کرنا یعنی ان کو چالو رکھنا۔ دُوسرے قسم کی حضوری تعلق مع اللہ ہے، اس میں سالک کی توجہ دِل کی طرف ہوتی ہے، اس کو توجہ یادداشت بھی کہتے ہیں، اور سالک یہ کہے: مقصود من توئی و رضائے تو۔ پھر فرمایا: دائمی حضوری کی تعریف اہل اللہ نے یوں کی ہے، بقول حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ: حضوری یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کا مشاہدہ ہو۔

بقول حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: نیند سے بیدار ہونے پر توجہ اللہ کی طرف ہو۔ فرمایا: جب دائمی حضوری حاصل ہوجاتی ہے، پھر آنکھیں سوتی ہیں، لیکن دِل جاگتا رہتا ہے، جیسے نبی علیہ السلام فرماتے تھے کہ: میرا دِل جاگتا ہے، لیکن آنکھیں سوتی ہیں۔

فرمایا کہ: علم تین طرح کا ہوتا ہے:

①:...علم الیقین ②:...عین الیقین ③:...حق الیقین

فرمایا کہ: علم الیقین میں سالک کی توجہ دِل کی طرف ہوتی ہے اور عین الیقین میں سالک کی توجہ اللہ کے نام کی طرف ہوتی ہے، یعنی سالک حقیقی آنکھوں سے جو کہ سر میں ہیں، اللہ کے نام کو دیکھتا ہے۔ فرمایا: حق الیقین یہ ہے کہ تم اپنے دِل کو حضوری میں لے آؤ، جب حضوری حاصل ہوجائے کہ قلب حضور میں غرق ہوجائے اور اسمِ ذات کے مفہوم میں غرق ہوجائے اللہ کے اخلاق سے متعلق ہوجائے یہ حق الیقین کا مقام ہے۔

نسبت کا بڑا مقام ہے

مؤرخہ ۱۴ر اگست ۱۹۹۸ء کو احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) اور حضرت عبدالرحیم شاہ صاحب ریسرچ آفیسر (خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ) رتہ کلاچی عشاء کی نماز سے پہلے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے، شاہ صاحب نے فرمایا کہ: ڈاکٹر (راقم الحروف) کی برکت سے ہم کو بھی حاضری نصیب ہو جاتی ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: برکت والے تم ہو، کیونکہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہو۔ فرمایا: کتاب میں پڑھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس خچر پر سوار ہوئے، اس کے پیشاب کی تعظیم کرنا بھی محبت کی علامت ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: میں نے اُستاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب سے دریافت کیا کہ پیشاب تو پیشاب ہوتا ہے، فرمایا کہ نسبت کو دیکھنا پڑتا ہے کہ نسبت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ فرمایا کہ: حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ اپنی گھوڑی میرے والد صاحب کے پاس بھیجا کرتے تھے، میرے والد صاحب کے پاس اعلیٰ قسم کا گھوڑا تھا۔ فرمایا: والد صاحب گھوڑی کے پیشاب کی جگہ ریت بچھا لیتے تھے، اور جب گھوڑی پیشاب کر لیتی تھی، اس پیشاب کو اُٹھا کر جنگل میں لے جا کر زمین کھود کر اس میں دفن کر دیتے تھے، تاکہ اس پر کوئی اور پیشاب نہ کرے، فرمایا: یہ ادب کا مقام تھا، اور نسبت کی قدر دانی تھی۔

لطائف میں اِنقباض اور اس کی وجوہات

مؤرخہ ۳۰ر مئی ۱۹۹۸ء کو عشاء کی نماز کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: آج شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانوخیلی (ڈیرہ اسماعیل خان) والے حاضر ہوئے تھے، انہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: عصر کی نماز کے بعد وہ مراقب ہوئے اور ان کو قبض ہو گیا۔ بڑی کوشش کی کہ لطائف چالو ہو جائیں، لیکن عشاء تک یہی حالت رہی، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی مختلف وجوہات ہیں:

۱:...لایعنی باتوں میں لگ جانا۔

۲:...عورتوں سے اِختلاط کرنا۔

۳:...حرام لقمے کا اندر چلے جانا۔

احقر نے پوچھا کہ لطائف کیوں بند ہو جاتے ہیں؟ جواب دیا کہ: اللہ پاک کی تجلیات جو عرشِ معلّیٰ سے گزر کر لطائف پر وارِد ہوتی ہیں، وہ آنا بند ہو جاتی ہیں۔ فرمایا: اصل میں لطائف کا مقام مافوق العرش ہے، یعنی ان کا بسیرا عرش سے اُوپر (بالا) ہے، کیونکہ لطائف کا تعلق عالمِ اَمر سے ہے، جبکہ انسان کا تعلق (عنصر) عالمِ خلق سے ہے۔ فرمایا: یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے عالمِ اَمر والی چیز کو عالمِ خلق میں جگہ عطا فرمائی۔

تشریح:... واردات کا اِنقطاع جو کسی مصلحت سے ہوتا ہے، قبض ہے، اس کا ثبوت بھی حدیث پاک سے ہے:

"عن عائشة رضی الله عنها فی حدیث طویل حزن النبی صلی الله علیه وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منه مرارا کی یتردّی من رؤوس شواهق الجبال فکلما او فی بذروة جبل لکی یلقی منه نفسه تبدّی له جبریل فقال: یا محمد! انك رسول الله حقا فیسکن لذالك جأشه وتقرّ نفسه۔" (رواه البخاری ج:۲ ص:۱۰۳۴، حدیث نمبر:۲۹۸۲، باب اول ما بدیٔ به رسول الله صلی الله علیه وسلم من الوحی الرؤیا الصالحة)

ترجمہ:... "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نبوّت میں جبکہ وحی کچھ روز کے لئے رُک گئی، اس درجہ غمگین ہوئے کہ غم کی وجہ سے کئی مرتبہ اس اِرادے سے تشریف لے گئے کہ پہاڑ کی بلندی پر سے گر کر جان دے دیں، لہٰذا جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی غرض سے چڑھتے، تو جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کو نظر آتے اور فرماتے: اے محمد! مغموم مت ہوں، آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو سچ مچ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو سکون ہو جاتا اور جی ٹھہر جاتا۔"

قبض کے طاری ہونے کی وجوہات

①:... کبھی بُرے اعمال کی وجہ سے سالک سے نیک اعمال کی لذّت ختم ہو جاتی ہے۔

②:... کبھی کبھی فتور اور سستی کی وجہ سے طبعی طور پر پیش آتی ہے، اور کبھی اِمتحان کی مصلحت سے کہ یہ حق کا طالب ہے یا لذّت کا، اللہ کی جانب سے وارِد کی جاتی ہے۔

③:... حالتِ قبض کے مقابل حالتِ بسط ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل ولطف کے ورد سے قلب کو سرور اور فرحت ہونا بسط کہلاتا ہے۔

④:... کبھی بعض حکمتوں کی وجہ سے قبض طاری کیا جاتا ہے، مثلاً سالک کی اصلاح کے لئے یا سنبھالنے کے لئے بھی بسط کو چھین لیا جاتا ہے تاکہ عجب و کبر میں مبتلا نہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ:

"عن محمد بن خالد السلمی عن ابیه عن جده قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان العبد إذا سبقت له من الله منزلة لم یبلغها بعمله ابتلاه الله فی جسده او فی ماله او فی ولده ثم صبره علی ذالك حتّٰی یبلغه المنزلة التی سبقت له من الله۔ رواه احمد وابوداؤد۔"

(مشکوٰۃ ص:۱۳۷)

یعنی جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص رُتبہ مقدر ہوتا ہے، جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کرسکتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم، یا اس کے اہل، یا

اس کے مال کو کسی بلا میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر وہ صبر کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس مرتبے کو حاصل کر لیتا ہے، جو اللہ کی طرف سے مقدّر ہوا تھا۔

حضرت شیخ العرب والعجم حاجی اِمدادُاللہ مہاجری مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

قبض حقیقتاً بصورتِ قہر لطف ہے۔

قبض سے عُجب کا علاج ہوتا ہے، عبدیت کی حقیت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے، قبض فی نفسہٖ تو مضر نہیں، مگر جب اس کا سبب کوئی فعل قبیح ہو تو وہ قبض مضر ہے، اس کی اِصلاح یہی ہے کہ اس فعل کا تدارک کیا جائے، اسی کو خلیفہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں (از شریعت وطریقت ص:۳۲۰)۔



قبض کا علاج

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قبض کا کیا علاج ہے؟ فرمایا:



①:...زبان سے نفی اِثبات کا ذِکر کرنا۔

②:...مراقبہ کرنا۔

③:...قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

④:...دُرود شریف پڑھنا۔

⑤:...اِستغفار کرنا۔



جو دولت ان کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت تھانوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے لوگ پوچھتے تھے: آپ خود اتنے بڑے علماء، محدث اور مفسر ہیں،

آپ حضرات حضرت اِمدادُاللہ مہاجر مکی کی خدمت میں کیوں جاتے ہیں؟ یہ حضرات جواب دیتے ہیں کہ: جودولت ان کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

مراقبہ حقیقتِ احمدیہ وحقیقتِ محمدیہ کا ثمرہ

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان دونوں مراقبات کا ثمرہ یہ ہے کہ حقیقتِ محمدی میں دومیموں کا اِجتماع محبیت اور محبوبیت کی جانب اِشارہ ہے، اوراس مقام میں سالک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کے ساتھ اپنی کمال مناسبت مشاہدہ کرتا ہے، اور یادرکھنا چاہئے کہ حقیقتِ محمدیہ ظہور اوّل اور حقیقۃ الحقائق اور اولیائے کرام کے حقائق اور ملائکہ کرام کے حقائق، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظل اور بروز ہیں، اور حقیقت میں جمیع حرکات وسکنات اور جملہ اُمور دِینی ودُنیوی میں حضرت محبوب رَبّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کرنی بے حد پسند لگتی ہے، اس مقام میں دُرود شریف پڑھنا بے حد ترقی بخش ہے (خاص طور پراس کے لئے اس دُرود شریف کی کثرت کی تلقین فرماتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ'')۔

یادرکھنا چاہئے کہ حقیقتِ احمدی کا ثمرہ یہ ہے کہ اس مراقبے میں محبوبیتِ ذاتی سالک پرایسا غلبہ کرتی ہے کہ محبوبیتِ صفاتی ختم ہوجاتی ہے۔ اور محبوبیتِ ذاتی کی تعریف یہ ہے کہ محبوب کی محبت کا محبّ یعنی عاشق پرغلبہ اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی نظر کے آگے محبوب کے خدوخال اور صفاتِ جمیلہ سب چھپ جائیں، اورصرف ذات ہی ذات محبوب کی نظر میں جلوہ گر ہو۔

حضرت محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''معیار السلوک'' میں لکھتے ہیں:

حقیقتِ محمدی اس مقام کو حقیقت الحقائق اور حقیقتِ محمدی بھی کہتے ہیں، یعنی تمام

مخلوقات کی حقیقت، اور اس مقام میں تعلق ان کمالات سے ہے جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ہے، اور یہ جسم پاک وہ ہے کہ جو شبِ معراج میں ربّ کے نزدیک عرشِ معلیٰ پر پہنچا، یہ جسم نورانی وہ ہے کہ جس کے قرب اور رفعت کے مقابلے میں حضرت جبریل علیہ السلام مقامِ سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر کر اور یہ کہہ کر رہ گئے:

گر یک سر موئے برتر پرم

فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ:... "اگر میں ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھوں،

تو تجلیٔ ذاتِ حق میرے پَر پرواز جلا ڈالے۔"

یہ جسم لطیف وہ ہے کہ جس نے ربّ کے نزدیک اس قدر قربت حاصل کی کہ جس کو خلعتِ "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ﴿۹﴾" (النجم) ملا ہے، اور یہ جسم مبارک وہ ہے کہ جس پر خود خدا دُرود بھیجتا ہے اور یہ فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾" (الاحزاب)

ترجمہ:... "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے مؤمنو! تم بھی ان پر دُرود وسلام بھیجو۔"

اس مقام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب آجاتی ہے (جس کے متعلق اِرشادِ نبوی ہے:

"لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون احبَّ إلیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" (مشکوٰۃ ص:۱۲)

یعنی ایمان کامل اس وقت ہوتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ ہو)۔ غرضیکہ اس مقام کا اِنعام واِکرام خداوندی

ایسا ہوتا ہے کہ جس کے لکھنے سے قلم قاصر ہے، اور بیان کرنے سے زبان عاجز، اور خیال اپنی رسائی میں سرنگوں ہے۔

حقیقتِ احمدی:... یہ مقام حقیقتِ احمدی بڑا جلیل القدر اور عالی مقام ہے، اس میں عجیب وغریب عنایاتِ الٰہی اور تجلیاتِ ذاتی لامتناہی سے مشرف ہوتا ہے اور اس دائرہ حقیقتِ احمدی کا تعلق آپ کی رُوح سے ہے، اس کے حالات میں کوئی کیا کہے اور کیا سنے۔ (ناقل: محمد بلال عفی عنہ)۔

مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سرنگوں رہیں

۱۹۹۷ء میں اللہ رَبّ العزّت نے (راقم الحروف کو) اہلیہ کے ساتھ رمضان شریف میں عمرہ کرنے کی توفیق دی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس دفعہ اللہ کے فضل وکرم سے کافی کچھ حرمین سے لے آؤ گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مسجدِ نبوی صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم میں ضربیں نہیں لگانی، بلکہ قدمین شریفین میں یا مواجہ شریف میں سرنگوں ہوکر اپنے تمام لطائف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملائیں، اور یہ سوچیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عرشِ معلیٰ سے جو انوارات نازل ہو رہے ہیں وہی انوارات بعینہ میرے اُوپر نازل ہو رہے ہیں۔

شیخ سے مرید کو دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں

فرمایا: شیخ سے مرید کو دو چیزیں ملتی ہیں:

(۱):...جمعیت (۲):...حضوری

جمعیت سے مراد ہے جمیع خطرات سے دُور رہنا، اور حضوری سے مراد ہے کہ دِل کے اندر ماسوائے اللہ کے کچھ نہ رہے، یہ سالک کی اِنتہا ہے۔

شیخ اگر قریب ہو تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: کوشش ہو ایسے شیخ سے

بیعت کی جائے جو قریب ہو، اور اس کے پاس اکثر حاضری ہوسکے۔ فرمایا: حضرت مولانا احمد شاہ صاحب چکیرہ (سرگودھا) والے حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ: ایسے شیخ سے بیعت کرو جو قریب ہو۔ شاہ صاحب، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ سواگ شریف والے سے بیعت ہوئے، بعد میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاز ہوئے۔

رابطہ شیخ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: تصوّف میں رابطے کی تعریف یہ ہے کہ شیخ کی شکل وصورت کو مکمل طور پر اپنے سامنے پیش کرے اور یہ تصوّر کرے کہ جو واردات شیخ پر نازل ہورہے ہیں، وہی میرے اُوپر نازل ہورہے ہیں، اس کو محبتِ شیخ کہتے ہیں، یہ کامل شیخ سے نصیب ہوتا ہے، کامل شیخ وہ ہوتا ہے جو شریعت کا پابند ہو، اور کامل شیخ کے پاس رہا ہو، اور اس سے فیض حاصل کیا ہو، اور بہتر ہے کہ عالمِ دِین ہو۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ اپنی کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' میں صفحہ: ۱۸۴، ۱۸۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

تصوّرِ شیخ:... اسی کو شغل رابطہ بھی کہتے ہیں، اور برزخ اور واسطہ بھی کہتے ہیں، یہ مشائخ سلوک کے یہاں بہت اہم اشغال میں سے ہے، مشائخ نے بہت سے فوائد اس کے تحریر کئے ہیں۔ بعض اکابر نے اس کو مطلقاً ناجائز کہا ہے، یہ تو بندہ کے نزدیک صحیح نہیں، اس لئے کہ بہت سی احادیث سے تصوّرِ شیخ مستفاد ہوتا ہے، اس لئے جو حضرات اس کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں، وہ تو میری سمجھ میں نہیں۔

①:... محرِم کے خوشبو لگانے کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''كأني انظر إلى وبيص الطيب في مَفرَقِ رسول الله صلى الله عليه



وسلم ''(صحیح مسلم، باب الطیب للمحرم عند الإحرام)(گویا میں اس وقت خوشبو کی چمک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں۔

②:... حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس کو ''التکشف'' ص:۶۷ میں بخاری ومسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کأنی انظر إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم ''(الحدیث، صحیح مسلم، باب غزوۃ احد) وہ فرماتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء علیہم السلام میں سے حکایت فرماتے تھے کہ جن کو ان کی قوم نے مارا تھا..... آخر حدیث تک۔

③:... ابوداؤد شریف میں باب ما جاء فی خاتم الحدید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دُعا پڑھا کرو: ''اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ ''اور جب ہدایت کا لفظ کہا کرو تو راستے کی ہدایت کا تصوّر کیا کرو، اور جب سَدِّدْنِیْ کہا کرو تو تیر کے سیدھا ہونے کا تصوّر کیا کرو۔



سیّدی ومرشدی اس کی شرح بذل المجہود میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اپنے دِل میں ہدایت طریق سے تصوّر کیا کریں کہ جیسا چلنے والا سیدھا راستے میں چلتا ہے، دائیں بائیں نہیں مڑتا، اگر مڑ جائے تو مقصود تک نہیں پہنچ سکتا ہے، اسی طرح ہدایت میں تصوّر کرو کہ مقصد تک پہنچنا سیدھے چلنے پر موقوف ہے، اور ''سداد'' کے لفظ سے تیر کا سیدھا ہونا تصوّر کیا کرو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ مجھے سیدھا کردیں کہ ذرا بھی مجھ میں ٹیڑھا پن نہ رہے۔ اور ابوداؤد کی تقریر پر جو حضرت گنگوہی نوّر اللہ مرقدہٗ کی ہے اس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصوّر کا حکم اس لئے فرمایا کہ خیالات منتشر نہ ہوں، نیز محسوسات میں تفکر کرنا منقولات میں تصوّر کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے وقت راستہ اور تیر کے سیدھا پن کو اس لئے فرمایا تا کہ اس کے دِل میں اور خطرات نہ آئیں اور اس میں تصوّرِ شیخ کے جواز کی طرف اِشارہ ہے، اس لئے کہ شیخ کا مرتبہ اللہ کے

نزدیک تیر سے گیا گزرا نہیں۔ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ تصوّر کرنے کے وقت شیخ کی محبت دِل میں آجائے، ہاں البتہ یہ مضر ہوگا کہ اگر تصوّر کرتے وقت شیخ کو اَمرِ باطن پر متصرف تصوّر کرے، یا یہ سمجھے کہ وہ حاضر ہے، یا یہ سمجھے کہ شیخ کو اس کا حال معلوم ہے، اسی واسطے مشائخ میں تصوّرِ شیخ کے بارے میں اِختلاف ہوگیا اور یہ اِختلاف نزاعِ لفظی ہے، جس نے جائز بتایا اس کی مراد پہلا درجہ ہے، اور جس نے ناجائز بتایا اس کی مراد دُوسرا درجہ ہے، یعنی شیخ کو حاضر ناظر سمجھنا، پھر حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے چند اور روایات ذِکر کی ہیں (از محمد بلال عفی عنہ)۔



④:... حدیث شریف جس میں حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان فرمانا کہ گویا میں اپنے ربّ کے عرش کو دیکھ رہا ہوں، اور گویا میں اہلِ جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک دُوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں، اور گویا میں اہلِ دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک دُوسرے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔



⑤:... دُوسری روایت میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: صبح کس حالت میں کی؟ انہوں نے عرض کیا: صبح ایمان کی حالت میں کی! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جب میں صبح کرتا ہوں تو شام کی اُمید نہیں ہوتی، اور گویا میں دیکھتا ہوں ہر اُمت کو کہ گھٹنوں کے بل گر پڑی ہے، اور اپنی کتاب کی طرف بلائی جارہی ہے، اور ان کے ساتھ ان کے نبی بھی ہیں، اور وہ بت بھی جن کی وہ پوجا کرتے تھے، اور گویا میں جہنم والوں کے عذاب کو اور جنت والوں کے ثواب کو دیکھ رہا ہوں۔

⑥:... شمائل صفحہ: ۴۰ میں حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سرخ جوڑا تھا، گویا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں پنڈلیوں کی چمک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

⑦:...اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے بارے میں ہے کہ گویا جس کی سفیدی اب بھی میری نظر کے سامنے پھر رہی ہے۔

سینکڑوں روایات تصوّر سے متعلق کتبِ حدیث میں موجود ہیں، اس لئے مطلقاً تصوّرِ شیخ کو ناجائز کہنا تو بہت مشکل ہے۔ البتہ اگر یہ مفضی ہو جائے کسی غیر شرعی امر کی طرف تو پھر اس کو ممنوع قرار دیا جائے گا، ورنہ دفعِ خطرات کے لئے یا عشقِ مجازی میں پھنسے ہوئے کے لئے تصوّرِ شیخ اکسیرِ اعظم ہے۔

"تعلیم الدین" ص: ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ کتبِ فن میں اس قدر مذکور ہے کہ شیخ کی صورت اور اس کے کمالات کے زیادہ تصوّر کرنے سے اس سے محبت پیدا ہوتی ہے، اور نسبت قوی ہوتی ہے، اور قوتِ نسبت سے طرح طرح کی برکات حاصل ہوتی ہیں، اور بعض محققین نے تصوّرِ شیخ میں صرف یہ فائدہ فرمایا ہے کہ ایک خیال دُوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے اور خطرات دفع ہو جاتے ہیں، پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بہرحال اس میں جو کچھ حکمت اور فائدہ ہو، راقم (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کا تجربہ ہے کہ یہ شغل خواص کو تو مفید ہوتا ہے اور عوام کو سخت مضر کہ صورت پرستی کی نوبت آجاتی ہے، اسی واسطے اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر محققین نے عوام اور کمزور لوگوں کے لئے ایسے اشغال کی تعلیم سے منع فرمایا ہے، جس سے کشف وغیرہ ہوتا ہو، اس لئے عوام کو تو بالکل اس سے بچانا چاہئے، اور خواص اگر کریں تو اِحتیاط کی حد تک محدود رکھیں، اس کو حاضر ناظر اور ہر وقت اپنا معین و دستگیر نہ سمجھ لیں، کیونکہ کثرتِ تصوّر سے کبھی صورتِ مثالیہ رُوبرو حاضر ہو جاتی ہے، کبھی تو وہ محض خیال ہوتا ہے، اور کبھی کوئی لطیفہ غیبی اس شکل میں متمثل ہو جاتا ہے، اور شیخ کو اکثر اوقات خبر تک نہیں ہوتی، اس مقام پر اکثر ناواقف لوگوں کو لغزش ہو جاتی ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔







شجرہ کی تلاوت کرنی چاہئے

مؤرخہ ۸ ؍جون ۱۹۹۷ء کو بعد نماز ظہر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جب آپ (احقر ڈاکٹر عبدالسلام) کے مہمان خانے میں آجاتے ہیں، مزاحاً فرمایا کہ: مولانا قاری خان زمان (نائب ناظم مدرسہ نعمانیہ) کو پتا چل جاتا ہے، اہلِ کشف معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا: شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عالم اِستغراق میں رہتا ہے، لیکن جب اخبار دیکھتا ہے تو عالمِ اِستغراق سے نکل آتا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: قاری صاحب کو شجرہ کی تلاوت کرنی چاہئے، اس کی اشد ضرورت ہے، روزانہ بلاناغہ شجرہ کی تلاوت کرنی چاہئے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہمارے اکابرین وصیت فرماتے تھے کہ شجرۂ مبارک کو دفنانے کے وقت قبر میں سرہانے رکھا جائے، سینے پر نہیں، کہتے تھے کہ سینے پر رکھنے سے سینہ پگھل جائے گا۔ فرمایا: یہ تو شجرۂ مبارک کا مقام ہے، شجرہ سے مراد یہ ہے کہ جیسے حدیث کی کتابوں میں صحاحِ ستہ وغیرہ میں اُستاذِ حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سند متصل پڑھی جاتی ہے، جس میں ان تمام راویوں کے نام پڑھے جاتے ہیں جو اپنے اُستاذ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تک ہیں، اس سے حدیث پاک کے سند متصل کے ساتھ ہم تک پہنچنے کا وثوق واِعتماد بڑھتا ہے، ایسے ہی فیض باطنی ہم تک اپنے شیخ سے جو پہنچتا ہے اس کی بھی سند متصل ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، فیض باطنی کی سند متصل شجرہ کہلاتی ہے اور جسے کتبِ احادیث میں احادیثِ مبارکہ کی قراءت کے ساتھ سند کی بھی قراءت کی جاتی ہے، ایسے ہی تصوف وسلوک میں شجرہ (سند متصل) کی قراءت کی جاتی ہے، جس سے ایک تو فیض باطنی کے بواسطہ شیخ ہم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچنے کا وثوق واِعتماد بڑھتا ہے، اور دُوسرے برکت حاصل ہوتی ہے، اور تیسرے ان اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا وسیلہ لیا جاتا ہے، اور وسیلہ وتبرک دونوں کا ثبوت

روایت سے ہے۔

"عن انس ان عمر ابن الخطاب كان إذا قحطوا استسقىٰ بالعباس بن عبد المطلب، فقال: اللّٰهم إنّا كنّا نتوسل إليك بنبيّنا فتسقينا وإنّا نتوسل إليك بعم نبيّنا فاسقنا۔ فيسقوا۔ رواه البخاري۔" (مشكوٰة ص: ۱۳۲)



یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دُعا کرتے اور فرماتے: اے اللہ! ہم اپنے پیغمبر کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے، آپ ہم کو بارش عنایت کرتے تھے، اوراَب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں بارش عنایت کیجئے، چنانچہ بارش ہوجاتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کا جواز ظاہر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ دُوسروں سے بھی توسل جائز ہے۔ اس سے بعض کا یہ سمجھنا کہ زندوں اور مُردوں کے حکم میں فرق ہے، زِندوں سے توسل کرسکتے ہیں، مُردوں سے نہیں، یہ فرق کرنا بغیر دلیل کے ہے، اوّل تو اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث پاک کی دلیل سے قبر میں زندہ ہیں، دُوسرے جو علت جواز کی ہے، جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا؟



شیخ کا ادب اور مقام

۲۸ رمضان المبارک بمطابق ۱۸رجون ۱۹۹۶ء کو بروز اِتوار سحری کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: عجیب زمانے آگئے، مریدین کو اپنے شیخ کے ادب کا پتہ نہیں۔ فرمایا کہ: حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ: میرے پاس چھ مہینے یا سال میں ایک دفعہ آیا کرو! اِستفسار فرمایا کہ: تمہارے آنے سے چھ

چھ مہینے تک انقباض رہتا ہے۔ فرمایا کہ: حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے ساتھ ایک بادشاہ نے کھانا کھایا، حضرتؒ نے دیکھا کہ بادشاہ کو نہ گلاس پکڑنے کی، نہ کھانے کی اور نہ پانی پینے کی تمیز ہے، دُوسرے دن بادشاہ نے کہا کہ: میں حضرت کی خدمت کے لئے خادم بھیج دوں گا! حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا: تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے خادم کا کیا حال ہوگا...! حضرتؒ نے فرمایا: آج تک میں اپنے اساتذہ کے جوتوں پر سے نہیں گزرا، آج کل تو لوگ پیروں کی جوتیوں کو ٹھوکر مارتے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت میاں باران صاحب کلاچی والے کا ایک خلیفہ تھا، گاماں اس کا نام تھا، وہ حضرت خلیفہ صاحبؒ سے کہنے لگے کہ: آج کل پیروں کا مزہ نہیں! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: آپ تو یہ نہ کہیں، آپ کو اللہ نے دولت نصیب کی ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: شیخ ہم نے تین دیکھے ہیں، حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ۔ فرمایا: لوگ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کے قریب جوتا نہیں رکھتے تھے۔

شیخ کے آداب

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ بھی شیخ کے آداب میں سے ہے کہ شیخ کے سامنے مرید کو کوئی عمل نہ کرنا چاہئے، بلکہ ادب کے ساتھ شیخ کی مجلس میں بیٹھے۔ فرمایا کہ: خواجہ خرد المعروف خواجہ عبداللہ نے واقعہ بیان کیا ہے کہ کسی مرید نے حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے سامنے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھی، حضرتؒ نے مریدوں سے کہا: یہ مجھے دکھاتا تھا کہ میں نفل پڑھتا ہوں، اس بےادبی کی وجہ سے اس کا اِثبات (اِلَّا اللہ) مردود ہوگیا ہے۔ شیخ کے سامنے کوئی عمل نہیں کرنا چاہئے۔ مرید شیخ کے ہاتھوں میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں، پیر کی طبیعت بڑی نازک ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکرؒ ایک دفعہ کتاب پڑھا رہے تھے، حضرت خواجہ

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لفظ بتایا کہ یہاں پر زیر نہیں زبر ہے، حضرتؒ نے فرمایا: کیا میں بے علم ہوں؟ کیا آپ کا علم مجھ سے زیادہ ہے؟ کتنے عرصے تک خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بند رہا، کئی سفارشوں کے بعد شیخ نے توجہ دی، خواجہ صاحب نے کہا: میں نے زیر اس لئے پڑھا کہ اس صورت میں یہ مطلب نکلتا ہے۔ فرمانے لگے: شیخ کا اتنا خیال رکھنا چاہئے۔ فرمایا: آمد ختم ہو جاتی ہے۔

اپنے مشائخ کے لئے ایصالِ ثواب کی خصوصی تاکید

مؤرخہ ۳/دسمبر ۱۹۹۴ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی، حضرتؒ کو احوال سے آگاہ کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا: شجرۂ مبارکہ کی تلاوت سے پہلے اکابر کے لئے ایصالِ ثواب ضرور کیا کرو۔ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ، تین مرتبہ سورۃ الاخلاص اور تین مرتبہ معوّذتین، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تمام جمیع انبیائے کرام علیہ السلام، خلفائے راشدین، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بخش کر اکابر کو بخش دیں۔ یہ دُعا کرو کہ: اے اللہ! جس طرح تو نے ان حضرات کو فیض بخشا تھا، ہمیں بھی نصیب فرما، اس سے ان کی ارواح متوجہ ہوتی ہیں اور ان کے فیوض وبرکات ملتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اکابر کے لئے ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ان کے سامنے سرخروئی ہو سکے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب میں رات کو سونے لگتا ہوں، تو اِیصالِ ثواب ضرور کرتا ہوں، سب حضرات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور محسوس کرتا ہوں سب حضرات کا فیض میری طرف مبذول ہوتا ہے۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں اِرشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے جا رہے تھے۔ دہلی میں ایک ساتھی نے حضرت مجدد صاحبؒ سے کہا کہ: حضرت! نقشبندیہ سلسلے کے ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں، بڑے

صاحبِ کمال ہیں، کیا ان سے ملاقات نہ کرلیں؟ حضرت مجدد صاحبؒ نے کہا: ملاقات کرتے ہیں۔ جب ملاقات ہوئی، اس بزرگ نے کہا: کیا آپ اس دفعہ حج کا ارادہ ملتوی کرسکتے ہیں اور میری صحبت میں رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت سرہندی صاحب نے حج کا ارادہ ملتوی کرلیا اور اس بزرگ کے ساتھ تین مہینے گزارے، وہ بزرگ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کسی مقام پر پھنس گئے تو اپنے مرید حضرت سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی کہ مجھے اس مقام سے نکالیں، اور مرید نے ان کو نکالا۔ اللہ پاک نے وہ مقام عطا کیا، جس طرح کبھی شاگرد اُستاذ سے بڑھ جاتا ہے، اسی طرح کبھی مرید شیخ سے بڑھ جاتا ہے۔

حضرت دِین پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مجاہدہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے اِرشاد فرمایا کہ: حضرت دِین پوری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے شیخ حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈی شریف والے کی خدمت میں تشریف لے گئے، ان کے پاس بستر نہیں تھا۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کے خادم ان کو شیخ کی خدمت میں لے گئے کہ ان کے پاس بستر نہیں ہے، یہ بستر مانگتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: تم کو بستر کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت دِین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ دِن یا ایک مہینہ چٹائی کے اندر رہ کر گزارہ کیا۔ ساری رات ذِکر کی گرمی میں گزارتے تھے، اسی طرح سردیوں کی راتیں گزاردیں۔ حضرت حافظ صاحب نے ان سے فرمایا: غلام محمد اب جاؤ! ہندوستان کے قطب ہو۔

بزرگانِ دِین اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے بارے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: عشاق لوگوں کا کام ہے۔ حضرت عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ دِن تک مدینہ منوّرہ

میں پیشاب نہیں کیا۔ حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بارہ دِن مدینہ میں رہے، پہلے چار یا پانچ دِن رہے، اِجازت طلب کی، علماء نے مزید ٹھہرنے کی درخواست کی، چند دن رہے، پھر درخواست کی، اور بارہ دِن بعد فرمانے لگے: اب تکلیف ہے، میں مجبور ہوں! فرمایا: میں نے بارہ دِن سے پیشاب نہیں کیا، بارہ دِن ایک وضو میں رہے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے عشق کا واقعہ بیان کیا۔ فرمایا: ان لوگوں کو بڑے لوگ کہتے ہیں اور یہ صاحبِ کمال تھے۔ فرمایا: بڑے ادب کا مقام ہے، بڑی اِحتیاط کی ضرورت ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب اور خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اکٹھے سفرِ عمرہ حرمین شریفین

۱۹۹۵ء کے سفر کے دوران حضرت خلیفہ صاحبؒ نے بعض عجیب باتیں کیں، ایک دفعہ ہم مسجدِ نبوی... علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام... سے باہر نکلے، ان دِنوں مسجدِ نبوی کی تعمیر میں توسیع ہو رہی تھی، مسجد کے سامنے ایک کھوکے پر چائے پی رہے تھے، اچانک اُحد پہاڑ کی طرف سے ہوا چلی، حضرتؒ فرمانے لگے: کتنی پیاری ہوا ہے، اُحد کی طرف سے آ رہی ہے۔

والدین کی خدمت اور اس کا صلہ

ایک دِن مغرب کی نماز کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی، حضرت سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب ریسرچ آفیسر کاٹن رتہ کلاچی (لکی مروت والے) ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرتؒ ذِکر کی اہمیت پر بات فرمارہے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ ربّ العزّت سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عجوبہ دکھایئے۔ اللہ نے فرشتے کے ذریعے اِطلاع دی کہ فلاں سمندر پر چلے جائیں، ساحل پر کھڑے ہو گئے اور ایک جن کو حکم دیا کہ سمندر میں

غوطہ لگائیں اور سمندر کی تہہ سے جو کچھ ملے اس کو باہر نکال لیں۔ اس جن نے تین بار غوطہ لگایا مگر سمندر کی تہہ میں کچھ نہ ملا۔ سلیمان علیہ السلام نے ایک دُوسرے دیوہیکل جن کو حکم دیا، اس نے تیسرے غوطے میں سمندر کی تہہ سے ایک قبہ نکالا، اس قبے کے اندر ایک اٹھارہ سالہ نوجوان موجود تھا، اس قبے کے چار دروازے تھے، قبہ ہیروں سے جڑا ہوا تھا، سلیمان علیہ السلام نے اس نوجوان سے حالات پوچھے، اس نے کہا کہ: میرے والد نابینا تھے، میں ان کی خدمت کرتا تھا، جب وہ مرنے لگے، انہوں نے میرا ہاتھ اُوپر اُٹھایا اور اللہ رَبّ العزّت سے مخاطب ہوکر کہا کہ یا اللہ! یہ تیرے سپرد ہے تو اس کی حفاظت کر! اس نوجوان نے کہا کہ: میری والدہ کا نچلا دھڑ فالج زدہ تھا، میں نے والدہ کی خوب خدمت کی۔ دُنیا سے رُخصتی کے وقت والدہ نے بیٹے کا ہاتھ اُوپر اُٹھایا اور کہا کہ: یا رَبّ! یہ تیرے سپرد ہے، تو اس کی حفاظت کر، اس کے کھانے کا اِنتظام کر، اور اس کو ذِکر کی توفیق عطا فرما! اس نوجوان نے کہا کہ: اللہ رَبّ العزّت مجھے ہر قسم کا بہترین رزق دیتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کس کا پیروکار ہے، نوجوان نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا! سلیمان علیہ السلام نے رجسٹر کھولا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کو دو ہزار سال اس قبے میں رہتے ہوئے گزر چکے ہیں۔

لطائف کی وسعت

مؤرخہ ۵ر دسمبر ۱۹۹۴ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتؒ کو مراقبے کے دوران احوال سے آگاہ کیا۔ حضرتؒ کو بتایا کہ مراقبے کے دوران ایک خالی ڈبہ تقریباً دس کلو والا نظر آیا۔ جس کے اندر چار گلاس رکھے ہوئے تھے، چاروں گلاسوں کو کسی نے زرد رنگ کے شربت سے بھر دیا، جو شہد سے ذرا پتلا تھا۔ تمام گلاس اسی طرح بھر گئے کہ ان میں مزید جگہ نہ تھی اور شربت نیچے ڈبے میں گر گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا: اس طرف اِشارہ کیا گیا کہ آپ ظرف کو بڑھائیں، لطائف کی وسعت کو زیادہ کریں۔ فرمایا: چاروں گلاسوں سے مراد چار سلسلے ہیں۔ فرمایا: آدھے لطیفہ قلب کی وسعت تحت الثریٰ سے

لے کر عرشِ معلیٰ تک ہے، اور آدھے لطیفہ قلب کی وسعت اس سے اُوپر ہے، جبکہ لطیفہ رُوح کی وسعت لطیفہ قلب کی وسعت سے دُگنی ہے، اور لطیفہ سر کی وسعت لطیفہ رُوح سے، لطیفہ نفس کی لطیفہ رُوح سے، لطیفہ خفی کی لطیفہ نفس سے اور لطیفہ اخفیٰ کی لطیفہ خفی سے دُگنی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: زمین سے لے کر آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، اسی طرح ہر آسمان سے دُوسرے آسمان تک اتنی مسافت ہے، اسی طرح سات طبق زمینوں کی۔ اور نبی علیہ السلام جب معراج کے سفر پر گئے تو لطیفہ اخفیٰ سے اُوپر گئے، وہاں تک لطیفہ اخفیٰ کی رسائی نہیں ہے اور اللہ پاک کی ذات وراء الوراء ہے۔

لطائف کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: لطائف عالم بالا کی مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے کرم کیا کہ لطائف کو انسان کے جسم میں رکھ دیا۔ فرمایا: ضروری نہیں ہے کہ لطائف محسوس ہوں، کام ہوتا رہتا ہے، پاس بیٹھنے والے کو بعض اوقات محسوس ہو جاتا ہے، لطائف کا جذب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، بندہ کیا کر سکتا ہے، محسوس ہوتے ہیں، صاحبِ کشف کو محسوس ہو جاتے ہیں، بعض اوقات عرش سے اُوپر لامکانیت تک چلے جاتے ہیں۔ لطائف اپنے اصل تک ضرور پہنچتے ہیں، لیکن غبی طبیعت والے کو محسوس نہیں ہوتے، ذِکر سے لطائف کے اندر طاقت آتی ہے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ میں نے جو کچھ پایا ہے، وہ سلطان الاذکار میں پایا ہے۔ وہ صرف سلطان الاذکار کرتے تھے۔ کمال پانچ میں سے ایک لطیفہ کو ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے تھے: اصل لطیفہ رُوح ہے، باقی اس کے مد ہیں۔ نصف لطیفہ قلب عرشِ معلیٰ سے بالا ہے۔ اس کے اُوپر باقی لطائف، لطیفہ قلب کے اُوپر ہیں۔ حضرت مجدد صاحب نے لطیفہ رُوح کو ترجیح دی ہے، ذِکر کے دَوران بدن ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے، یہ لطیفہ رُوح کی علامت

ہے، بدن ساتھ عرش تک جاتا ہے، جب وہاں سے ڈھونڈ نکالو گے تو عرش کی طرح تحت الثریٰ کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا: جیسے عرش مقرّر ہے، ایسے تحت الثریٰ مقرّر ہے۔ فرمایا: تحت الثریٰ کے نیچے بڑی دُنیا ہے، محدود نہیں ہے، جس طرح عرش کے اُوپر خلا ہے، تحت الثریٰ کے نیچے بھی خلا ہے، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے لکھا ہے تحت الثریٰ ایک چٹان ہے۔

سب علماء نابینا ہیں، کوئی کوئی بینا ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ اسماعیل خان میں جلسے کے لئے تشریف لائے تھے، فرمایا: سب علماء نابینا ہیں، کوئی کوئی بینا ہے!

(مطلب یہ ہے کہ اربابِ قلوب اور اہلِ باطن بہت کم ہیں، حضرت کے اس اِرشادِ مبارک سے یہ نہ سمجھا جائے کہ علم بیکار ہے۔ علم ظاہر کی مستقل اہمیت ہے اور تمام علمائے حق قابلِ اِحترام ہیں۔ علم ظاہری کے ساتھ اگر راہِ سلوک طے کرلیا جائے تو علم میں جلا پیدا ہو جاتا ہے اور دِل کی بصیرت تیز ہوتی ہے۔ از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت شمس المشائخ حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: اِنبساط اور اِنقباض سالک کے ساتھ لازم وملزوم ہے، لیکن اِنقباض اعلیٰ مقام ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور حالت ہوتی تھی اور گھر میں اور حالت ہوتی تھی، آپؐ نے کہا کہ: اگر سالک پر ہر وقت اِنبساط رہے تو وہ ہوا میں اُڑنے لگے۔

ذِکرِ قلبی کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ذِکرِ قلبی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں حضوری اور شہودی حاصل ہو جائے۔ جب یہ چیز سالک کو حاصل ہو جاتی ہے تو دِل سے خطرات جن کا غیر سے تعلق ہوتا ہے، نکل جاتے ہیں، اس وقت ذِکر کو چھوڑ کر اس کی حفاظت کرے۔ یعنی جب غیر اللہ نکل جائے گا تو اللہ ہی رہ جائے گا۔ اگر سستی اور فتور آجائے، پھر

ذِکر شروع کردے، حتیٰ کہ اس دولتِ عظمیٰ میں دوام آجائے، یعنی کوئی خطرہ باقی نہ ہو، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خطرات سے محفوظ ہوجائے، یہ تصوّف کا آخری مقام ہے، اس کے بعد ذِکر اس حضوری کے ساتھ جمع کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نہایت مہربانیوں کے منتظر رہیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اس سے آگے کے معاملات کہنے سننے میں نہیں آتے، سالک کو خود بخود معلوم ہوجاتے ہیں۔

کسی اللہ والے کی عبدیت کا اظہار اور مناجات

تو بہ علم روزِ ازل مرا دیدی
دیدی آنکہ بعیب بہ خریدی
تو بہ علم آن ومن بعیب تما
ردمن کن آنچہ خود پسندیدی

ترجمہ:... ''روزِ اوّل کے اے اللہ! تو نے میری کیفیت ملاحظہ فرمائی تھی، پھر باوجود عیب کے موجود ہونے کے آپ نے مجھے بندہ بنالیا، تیرا علم بھی وہی ہے اور میں بھی وہی ہوں، یعنی گناہگار اے اللہ! اب مجھے رَدّ کیوں کرتے ہو۔''

فرمایا: آہا...آہا...واہ خواجہ...واہ خواجہ!

سالک کے لئے حضوری اور جمعیت ضروری ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ سالک کے قلب کو حضوری اور جمعیت جب حاصل ہوتی ہے، جس وقت تقریباً تقریباً چار گھڑی سالک کے دل میں خطرات ووساوس نہ آئیں۔ اس کو حضوری اور جمعیت کہتے ہیں، یوں سمجھو کہ سالک کا قلب کمال تک پہنچ گیا ہے۔ پھر وہ سالک عاجزی اور فروتنی کے ساتھ ذاتِ الٰہی کی طرف ہر وقت متوجہ رہے تاکہ توجہ الی اللہ میں جو چیز آڑے آئے اس کا دُور کرنا اس کی عادت بن جائے، اس کو حضوری

کہتے ہیں۔اور ذِکر سے مقصود بھی یہی چیز ہے، پھر یہ نصف زمین سے لے کر عرشِ بریں تک اور پھر جو عالم امر جو کہ لطائف کا اصل ہے وہ عرشِ معلیٰ سے بالا بالا ہے۔لطیفہ قلب کی اصل تجلی افعالی ہے، رُوح کی اصل حق تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ، سر کی اصل شیونات ذاتیہ ہے، خفی کی اصل صفات سلبیہ ہے، اخفیٰ کی اصل شان جامع ہے، یہ اس وقت حاصل ہوگی جب سالک لطائف کا ذِکر اور مراقبات کے اندر جب منہمک ہوجاتا ہے، ایسے نہیں، اور زبانِ حال سے عاجزی اور اِنکساری کی ساتھ کہے:

خداوند مقصود من توئی ورضائے تو

محبت ومعرفت خود دہی

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مزید چند اَشعار پڑھے:

دارم دل کئے غمی بیا مروز ومہ پُرس

سد واقع در کمین بیا مرز ومہ پُرس

شرمندہ شوم اگر بہ پُرسی عملاً

اے اکرم الکرمی بیا مرز ومہ پرس

ترجمہ:...''میں غمگین مہجور دِل رکھتا ہوں، اس کی پُرسش نہ فرمایئے، بس بخش دیں، سوطرح کے واقعات در پردہ ہیں پُرسش نہ کر معاف فرمادے، اگر اعمال کی پوچھ گچھ کی گئی تو مجھے شرم آئے گی، اکرم الاکرمین پوچھ گچھ نہ کر بس بخشش فرما۔''

غفلت پر افسوس

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: خواجہ ابوخزارؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کوئی آرزو ہے؟ فرمایا کہ: مجھے غفلت پر بڑا افسوس ہوتا ہے، ساری عمر غفلت میں گزاردی، خوف کی وجہ سے ایک آنسو بھی نہ بہایا۔

سالک کا وظیفہ

مؤرخہ ۲؍جنوری ۱۹۹۷ء رمضان المبارک کو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے طالبِ صادق کو نصیحت کی ہے کہ آپ کا ایک وظیفہ اور بھی ہے، عبادت و عبودیت کا وظیفہ بھی ادا کرنا ہے، عبودیت سے مراد آگاہی ہے، یہ کیفیت پیدا کرنی چاہئے کہ میرا اللہ سن رہا ہے اور میں پڑھ رہا ہوں اور ذِکر کر رہا ہوں، اگر ذِکر میں کسی وقت فتور آجائے تو ذِکر کرنا منع ہے۔ اسی طرح اگر نفس میں سستی اور غفلت پیدا ہو جائے تو بھی ذِکر کرنا منع ہے، ذِکر کے ساتھ حضوری کا جمع کرنا بہت ہی بہتر اور مناسب ہے، دُنیا سے تعلق کٹ جائے اس کو مقامِ فنا کہتے ہیں۔ جب انسان کو سالہا سال کی چیزیں یاد نہ رہیں اور غم کا اثر ہو نہ خوشی کا اثر ہو۔ یہ کیفیت اللہ ربّ العزّت کے فضل سے پیدا ہوتی ہے، ایک دِل کی حرکت اور ایک ذِکر کی حرکت ہوتی ہے، جب ان دونوں میں موافقت پیدا ہو جائے، اس سے مراد ہے ذِکرِ قلبی۔ اس کی علامت یہ ہے کہ سالک کو ذِکر (دِل) کی آواز سنائی دیتی ہے۔

نفی و اِثبات کی گرمی

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت نور المشائخ کابل تشریف لائے، جب امان اللہ خان آئے، وہ ہندوستان ہجرت کر گئے، اس کے بعد گجرات، کاٹھیاوار اور اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے، وزیرزادہ کا گھر حضرتؒ کے گھر والوں کے لئے خالی کرایا گیا، طلبہ ساتھ تھے، وہ مسجد میں رہتے تھے، ان کے ایک خلیفہ میاں میر تھے، پہلے بدمعاش تھا، وہ اکیلا آدمی سارا بکرا کھا جاتا تھا، یہ بہت ذاکر تھا، سخت سردی تھی، چند مریدین اور طلبہ حیات کی مسجد میں ٹھہرے تھے، انہوں نے سخت سردی کی رات ایک چادر میں برآمدے میں مراقب ہو کر گزاری۔ رات کے دو بجے مولوی صاحب کے حجرے کی کنڈی بجائی، وہ حجرے میں سوئے ہوئے تھے، انہوں نے روشنی

کر کے دیکھا کہ میاں میر صاحب کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا، ٹھنڈے پانی سے وضو کیا، پھر صبح کی اذان تک مراقب ہوگئے۔ کھاتا اس طرح تھا اور نفس سے کام لیتا تھا، اور حبس دم کے ساتھ نفی اِثبات کا مراقبہ کرتا تھا۔ آپ مری کے برفیلے پہاڑوں میں نفی اثبات کریں گے، آپ کو گرمی لگے گی، گرمی کا ہونا مضر نہیں ہے۔ ڈاکٹروں کے نزدیک ۱۰۴ یا ۱۰۶ فارن ہائیٹ پر بخار چلا جائے تو خطرہ ہے، یہاں تصوّف میں ۲۹۰ چلا جائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت باقی باللہؒ زیادہ جاگنے کے مخالف تھے، فرمایا: سو جایا کریں، تا کہ اللہ کی صفت کے ساتھ متصف نہ ہو جائے۔ فرمایا: جب قلب صاف ہو جاتا ہے تو دُوسرے کا اثر لیتا ہے، اس لئے مجلس کے اِختتام پر نفی اِثبات کرنا چاہئے، اس طرح اگر سالک بیان کرے تو پھر نفی اِثبات کرے۔ فرمایا: بولنے میں سالک کو بہت زیادہ نقصان ہے۔ فرمایا: جب لطائف میں گرمی آجائے پھر نفی اِثبات لسانی کر سکتے ہیں، ویسے نفی اِثبات مخفی طور پر کریں۔ فرمایا: بار بار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہو گے تو لطائف میں گرمی نہیں آئے گی، ہر سو کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہو، اس سے لطائف میں گرمی آئے گی (کیونکہ دُرود شریف میں ٹھنڈک اور برودت ہے، بعض مشائخ سلوک کی ابتداء میں قدم رکھنے والے کے لئے گرمی کو پسند کرتے ہیں، پھر دُرود شریف کی کثرت کا حکم دیتے ہیں، لہٰذا حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات مبتدی کے لئے ہے)۔





قلب اللہ کے فضل سے ذِکر کے لئے جاری ہوتا ہے



حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاری سے پوچھا کہ: کون سی مسجد میں پڑھاتے ہو؟ وہ پونگراں والی مسجد کے ساتھ والی مسجد میں پڑھاتا تھا، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: پونگراں والی مسجد بڑی بابرکت ہے، اس میں مولوی غلام حسن پونگر رہتا تھا، وہ صاحبِ نسبت آدمی تھا، اس نے حضرت محی الدین قصوری کی خدمت میں قصور میں بیس سال گزارے، لیکن قلب کا پتا نہیں چلا۔ انہوں نے اپنے حضرتؒ سے عرض کیا، حضرت محی

الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکایا اور کہا کہ: دوست محمد قندھاری کے پاس چلے جاؤ، وہاں پر چھ ماہ میں قلب جاری ہوگیا۔ فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاری کے شیخ خواجہ احمد سعید ان دنوں دہلی چھوڑ کر اس علاقے میں (ڈیرہ اسماعیل خان، موسیٰ زئی شریف) حضرت دوست محمد قندھاری کے پاس آگئے تھے، اس زمانے میں سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی تحریک چلائی تھی، انگریزوں نے حضرت خواجہ احمد سعید کے پیچھے وارنٹ نکالے، اس علاقے تک انگریزوں کی رسائی مشکل تھی، فرمایا: انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کو آگ کے انگاروں پر جلایا اور گنڈہ پور (نورنگ خان) وغیرہ نے ان پر برچھے چلائے۔

لطائف کی وسعت اور عروج ونزول

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ لطائف پر کام کرنے سے لطائف میں وسعت آجاتی ہے، پہلے لطیفہ قلب کی وسعت تحت الثریٰ سے لے کر عرشِ معلیٰ تک ہوتی ہے، بلکہ عرشِ معلیٰ سے بھی کچھ اُوپر ہوتی ہے، دُوسرے لطیفہ رُوح کی وسعت لطیفہ قلب سے دُگنی ہوتی ہے، لطیفہ سر کی وسعت رُوح اور قلب کے برابر ہوتی ہے، اسی طرح لطیفہ نفس کی وسعت، رُوح، قلب اور سر کے برابر ہوتی ہے، قصہ کوتاہ لطیفہ اخفیٰ کی وسعت، قلب، سر، نفس اور لطیفہ خفی کے برابر ہوتی ہے، اس کے بعد لطائف میں انوار پیدا ہوجاتے ہیں، لطائف کی کشش خود بخود عرش کی طرف ہوجاتی ہے، لیکن عروج ہوتا ہے، نفی اِثبات کے بعد۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ذِکر ہی نفی اِثبات کا کرنا چاہئے، کم از کم روزانہ بارہ سو مرتبہ نفی اِثبات کا ذِکر کرنا چاہئے، اگر فارغ ہو تو زیادہ کرنا چاہئے۔ فرمایا: سالک نفی اِثبات جتنا زیادہ کرے گا اتنا اس کے لطائف کا عروج زیادہ ہوگا۔ فرمایا: جس سالک کو قبض ہو

(انقباض) وہ پریشان ہو جاتا ہے، جس کا صرف نزول ہوتا ہے، وہ بھی پریشان ہوتا ہے، جس کا صرف عروج ہو، وہ بھی ٹھیک نہیں ہے، جس کا عروج اور نزول دونوں ہوں، وہ ترقی کرتا رہتا ہے۔

دِل کے دو دَروازے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: تصوّف میں دِل کے دو دَروازے ہیں، اُوپر والے دروازے کو باب الفوقانی کہتے ہیں، اور دُوسرے کو باب التحتانی کہتے ہیں، اُوپر والے کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اور دُوسرے کا تعلق رُوح کے ساتھ ہے۔ باب الفوقانی کی کشادگی ذِکرِ جلی کے ساتھ ہوتی ہے، دُوسرے کی کشادگی ذِکرِ خفی کے ساتھ ہوتی ہے۔ ذِکرِ جلی سے مراد ایسا ذِکر ہے جس سے جسم (دِل) میں گرمی پیدا ہو جائے اور ہمت اور قوت کے ساتھ ذِکر کریں کہ اللہ کی ذات کے بغیر دِل میں کوئی چیز نہ رہے۔ ذِکرِ جلی سے مراد شوق ہے، ذِکرِ خفی کے ساتھ دِل میں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسان سمندر کے اندر تیر رہا ہے۔

جو مزہ تسبیح میں ہے، کسی اور چیز میں نہیں

ایک رمضان المبارک میں تراویح کے بعد مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں ایک مجلس قائم تھی، کچھ علماء، احقر اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حیات الحیوان'' کی بات ہو رہی تھی، علمائے کرام تعریف کر رہے تھے کہ علامہ نے اس کتاب میں حیوانات کا ذِکر کیا ہے اور پانچ چھ علوم کو اکٹھا کر رکھا ہے، اور کتاب کی مقبولیت کی نشانی یہ ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں درس کے دوران کبھی کبھی اس کتاب کا حوالہ دیتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: جو کچھ بھی ہو، جو مزہ تسبیح میں ہے، کسی اور چیز میں نہیں۔ پھر فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ جب دُنیا سے رُخصت ہو رہے تھے تو انہوں نے

اپنے پوتے غلام محمد کو بلایا اور خلافت سے سرفراز کیا، اور نصیحت کی کہ بیٹے! جب تک تم تسبیح اور مصلیٰ نہیں چھوڑو گے، اللہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔

اس طریقۂ تصوّف کا دار و مدار پانچ باتوں پر ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت رؤف احمد فرماتے ہیں کہ اس طریقہ (یعنی تصوّف) کا دار و مدار پانچ باتوں پر ہے:

①:...سالک کی توجہ دِل کی طرف۔

②:...دِل کی توجہ خالقِ آب و گل کی طرف۔

③:...دِل میں کوئی خطرہ نہ آئے۔

④:...سالک ہر وقت ذِکر میں مشغول رہے۔

⑤:...خداوند مقصودِ من تو ئی اس معنی کا لحاظ رکھے۔

فرمایا: ان پانچ باتوں کے پانچ نتائج نکلیں گے:

①:...ذاکر کے لطائف ذِکر کرنے لگیں گے۔

②:...اس کو جمعیت حاصل ہوگی۔

③:...اس کے دِل کی توجہ اللہ کی طرف ہو جائے گی۔

④:...اس کے لطائف کی کشش (جذب) مافوق العرش ہوگی۔

⑤:...اس کے دِل پر حق سبحانہٗ کے واردات نازل ہوں گے۔

قلب کے ساتھ غفلت نہیں ہونی چاہئے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد پارسا صاحب نے فرمایا ہے کہ: انسان ایک دن میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار سانس لیتا ہے، اگر ایک سانس بھی غفلت سے گزرے تو قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ فرمایا کہ: قلب کے ساتھ غفلت نہیں ہونی چاہئے، ہر وقت متوجہ رہنا چاہئے، بیت الخلا میں بھی دِل کی طرف متوجہ ہونا

چاہیئے، زبان سے ذِکر بیت الخلا میں منع ہے، بلکہ سخت گناہ ہے، دِل سے متوجہ رہنا چاہیئے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: خواجہ ابوخزار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: آپ کی کوئی آرزو ہے؟ فرمایا: میری تو کوئی آرزو نہیں ہے، لیکن غفلت پر افسوس اور رونا آتا ہے۔

فنا کی قسمیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غوث الثقلین سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فنا تین قسم کی ہوتی ہے:

①:...فنائے خلق ②:...فنائے ہویٰ ③:...فنائے اِرادہ

حضراتِ نقشبندیہ کے نزدیک فنا دو قسم کی ہوتی ہے:

①:...فنائے ہویٰ ②:...فنائے اِرادہ

فنائے خلق:...مخلوق سے نہ ڈرنا، نہ ان سے اُمید رکھنا۔

فنائے ہویٰ:...جمیع خواہشات کو ختم کردینا، جمیع خواہشات سے دُور رہنا۔

فنائے اِرادہ:...جو کچھ کرتا ہے اللہ کرتا ہے، سب اسی کے اِختیار میں ہے۔

معیت کی قسمیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معیت کی دو قسم ہوتی ہے، علماء کے نزدیک معیت علمی ہے، اورلیاء اور صوفیائے کرام کے نزدیک معیت ذاتی ہے، مثلاً: ہوا، جب چلتی ہے گرد وغبار کو آسمان تک لے جاتی ہے، اگر ہوا ان کو نہ اُڑائے تو وہ بے حرکت و بے جان ہے، ہوا صورۃً نظر نہیں آتی ہے، لیکن معناً نظر آتی ہے، مٹی ظاہراً نظر آتی ہے، باطن میں کچھ بھی نہیں بے کار ہی بے کار ہے، مٹی کی معیت ہوا کے ساتھ ظاہری ہے، رُوح کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اگر رُوح کا تعلق جسم سے نہ ہو تو جسم بے کار ہے۔

دُرودشریف کی اہمیت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دُرودشریف کثرت سے پڑھا کرو، مقامِ ولایت مل جائے گا۔

اِثبات یعنی اِلَّا اللہ کہتے وقت کیا تصوّر ہونا چاہیے؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب اِثبات یعنی اِلَّا اللہ کہو تو دِل کو اپنے رَبّ کے سامنے رکھو اور اپنے باطن کو اس طرح محفوظ رکھو کہ باہر کی دُھوپ اندر داخل نہ ہو، یعنی اِدھر اُدھر کے خیالات، باہر کے جھونکے بڑے خطرناک ہوتے ہیں، دِل کے خطرات جس کی قلب کے اندر گنجائش نہیں، ان خطرات کو دِل سے باہر کردو، جب باہر ہو جائیں، ان کو دفعہ کرو۔ وہ خطرات قوّتِ متخیلات کے اندر داخل ہوتے ہیں، ایسے موقع پر اللہ کے فضل کی ضرورت ہے، اگر فضل شاملِ حال ہو تو وہ نکل جائیں گے، وگرنہ بہت خطرہ ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اپنے احوال کی نفی کرتے رہو، اپنی نظر کو وجود کے دائرے کے اندر رکھو، اور کوشش کرو، پیراں کبار کی توجہات کے ساتھ نکل جاؤ گے، جب جمعیت حاصل ہو جائے گی، اس کے بعد شعوری حاصل ہوتی ہے، اگر شعوری صورت بدلے تو نفی اِثبات کے ساتھ اس کو دُور کرو، زیادہ مداخلت یادداشت کے ساتھ دُور ہو سکتی ہے، طبیعت کے اندر خرابی یادداشت کے ساتھ دُور ہو سکتی ہے۔

بیت اللہ مسجود اِلیہ ہے، مقصود اللہ کی ذات ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: تم مسجود اِلیہ ہو، جیسے بیت اللہ ہمارا مسجود اِلیہ ہے، لیکن مقصود اللہ کی ذات ہے، فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو، اس وقت ان کی پیشانی اور کمر میں جمیع ذُرّیات موجود تھیں، مخلوق کے بجائے ہمیں اللہ پاک سے ڈرنا چاہیے (شیطان سے نہیں ڈرنا چاہیے)۔

سالک کے لئے نفی و اثبات تین قسم کی ہوتی ہے

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سالک کے لئے نفی اِثبات تین قسم کی ہوتی ہے:

①:... اِنقباض والا سالک:... یہ سالک ۱۰۰ دفعہ نفی اِثبات کرے اور سو دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے، نفی اِثبات ایسا کہے کہ اس کا وجود نہ رہے۔

②:... عروج ہے نزول نہیں:... ۱۲ سے ۱۵ مرتبہ نفی اِثبات کہے، اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

③:... عروج بھی ہے نزول بھی ہے:... یہ سالک ۱۰۰ مرتبہ نفی اِثبات کرے، ہر سو دفعہ کے بعد ایک مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے، اس سالک کے لطائف عرشِ معلٰی پر پرواز کرتے ہیں، اس کا وجود زمین پر ہوتا ہے، لیکن لطائف مافوق العرش ہوتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: بعض ایسے سالک ہوتے ہیں جن کے وجود لطائف کی وجہ سے پرواز کر جاتے ہیں، حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرا ایک مرید ہے، جب وہ چارپائی پر بیٹھتا ہے تو چارپائی میں لچک نہیں آتی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: وہ مرید میرے سامنے حضرتؒ کے پاس آیا تھا، (یعنی کثرتِ ذِکر سے وہ اتنا لطیف ہو چکا تھا کہ اس کے بیٹھنے سے بھی چارپائی میں کوئی لچک نہیں آئی)۔

سِر کی تعریف اور تشریح

احقر (راقم الحروف) نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سِر کی تعریف پوچھی، فرمایا کہ: جب راز کھل جاتے ہیں، اس کو سر کہتے ہیں۔ فرمایا کہ: دِل کے اندر سات طبق زمین اور آسمان سما سکتے ہیں، دِل کے اندر سینکڑوں دِل ہوتے ہیں، جب دِل کی حرکت اور ذِکر کی حرکت ایک ہو جاتی ہے تو اِنسان کے کان میں ذِکر کی آواز آتی ہے۔ فرمایا: جب آمد شروع

ہوتی ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ: جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: سات طبق ومافیہا میرے دِل کے ایک کونے میں سما سکتے ہیں، اِنسان کا دِل اتنا وسیع ہے کہ اس میں اللہ سما سکتا ہے، اللہ کی ذات تمہارے دِل کے اندر ہے اور تم اسے باہر ڈھونڈ رہے ہو، اس دِل کے اندر ہزار ہا دِل ہیں۔ فرمایا: ایک ہے دِل کی حرکت، اور ایک ذِکر کی حرکت ہے، جب یہ اکٹھے ہو جائیں تو خیال کے کان تک اللہ کا نام سنائی دے گا۔

دُرود شریف کے فضائل

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: جو بھی شخص دُرود شریف پڑھتا ہے، جنت میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے، جنت بڑھتی چلی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی ہے، جنت کا مادّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، اس کی غذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دُرود پاک ہے، جتنے ملائکہ جنت کے اِردگرد ہیں ان کا وظیفہ دُرود شریف ہے، جب وہ دُرود شریف پڑھتے ہیں، جنت ان کی طرف بھاگ کر آتی ہے۔ دُوسری بات بڑی عجیب وغریب ہے کہ اگر اللہ پاک جنت کو نہ روکتا تو دُنیا میں جنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی۔ جنت کو اس لئے روکا کہ معتبر ایمان بالغیب ہے نہ کہ مشاہدہ۔ معتبر ایمان وہ ہے جو غیب کے ساتھ اِیمان لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت حق ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ایمان لائے ہیں نہ کہ جنت پر۔ فرمایا: اس میں، میں ایک اور بات کرتا ہوں، آپ اِعتراض کریں گے (علماء شاید اِعتراض کریں گے) تسبیح وتہلیل کے ساتھ جنت میں وسعت نہیں آتی، اگر آتی ہے تو دُرود پاک سے آتی ہے، تسبیح وتہلیل سے جنت میں درخت لگتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی لاج

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو بھی سیّد آتا تھا، اس کو ایک سو روپیہ دیتے تھے، ایک دفعہ ایک مصلی

(خاکروب) آیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دو روپے دیئے، اور جب وہ رُخصت ہو رہا تھا، حضرت اس کے ادب کے لئے کھڑے ہو گئے، مصلی نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: میں سیّد ہوں! لوگوں نے کہا: حضرت! یہ تو مصلی ہے۔ حضرت بہاء الدینؒ نے کہا: میں اس کے شجرۂ نسب کو جانتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ یہ مصلی ہے، لیکن جب میں نے روضۂ رسول کی طرف توجہ کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ پاک سے نکل کر دیکھ رہے تھے کہ زکریا! میرے نام کی کتنی لاج رکھتا ہے، اس لئے میں نے دو روپے دیئے اور ادب کے لئے کھڑا ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک کی برکت

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید جس کی بہو عرصے سے باپ کے گھر میں ناراض بیٹھی تھی، منانے کی غرض سے حاضر ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک صورت ہو سکتی ہے، لیکن وہ حرام ہے، اس کو بیوی کا پیشاب لانا پڑے گا اور وہ اس کو پلانا پڑے گا، جو کہ کفر اور حرام ہے۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک تھا۔ ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے، پیشاب برتن میں کیا، مہاجر یا انصار عورت آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ پیشاب گرا دو! وہ عورت پیشاب لے گئی، اِدھر اُدھر گھماتی رہی، خیال آیا کہ میں کسی جگہ پیشاب گرا دوں اور کوئی جانور یا اِنسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کے اُوپر پیشاب کر دے تو یہ ادب کے خلاف ہے، اس عورت نے پیشاب پی لیا، واپس آئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: پیشاب کہاں اُنڈیل دیا؟ عورت نے ساری کہانی سنائی اور کہا: حضور! میں نے وہ پیشاب پی لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ: ستر پشتوں تک تمہاری اولاد سے خوشبو آئے گی اور اللہ رَبّ العزّت ان کو علم کے نور سے نوازے گا۔

اللہ کے نام میں عجیب اثر ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس

ایک دیہاتی آیا کہ حضرت مجھے بیعت کرو! آپ نے فرمایا: جاؤ اپنا کام کرو! اِلہام ہوا کہ آدم! تو نے ہمارے بندے کو دھتکار دیا۔ فوراً ایک مرید کو بھیجا کہ دیہاتی کو بلا کے لاؤ، اس نے جواب دیا کہ: میں نہیں آتا! دُوسرے مرید کو بھیجا، اس کو بھی یہی جواب دیا، تیسرے کو بھیجا، اس دیہاتی نے کہا کہ حضرت کے کان میں میری طرف سے اسمِ ذات کہو گے یہ میرا پیغام ہے۔ تیسرا مرید واپس آیا اور کہا: حضرت! میں نے تخلیہ میں بات کرنی ہے۔ اس نے حضرتؒ کے کان میں دیہاتی کی ہدایت کے مطابق اسمِ ذات (اللہ) کی آواز لگائی، حضرتؒ غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

ذِکر کی گرمی

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: میں نے مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانوخیل والے کے پاس ایک کتاب دیکھی، وہ خواجہ ابوسعید احمد خان صاحب کی کتاب تھی، اس کتاب میں لکھا تھا کہ: حضرت خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف والے کے اندر اتنی گرمی تھی کہ جب ٹھنڈا پانی ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا تو وہ گرم ہو جاتا تھا۔

اللہ کے نام کی لاج

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ: حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک امیر کبیر آدمی نے ان کی دعوت کی، یعنی کھانے پر بلایا، حضرتؒ کے ساتھ چند خلفاء اور مریدین بھی تھے، وہ شخص بلور کے ایک بڑے برتن میں پھل لایا، جب حضرت اور خلفاء نے پھل کھا لئے تو بلور کا برتن ایک آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا، حضرت محی الدین ابن عربی نے خلفاء سے پوچھا کہ: برتن سے کیا آواز آئی؟ خلفاء نے عرض کیا کہ: اللہ ربّ العزّت ہی جانتا ہے! حضرتؒ نے کہا کہ: برتن نے یہ کہا کہ اے اللہ! اب میں اس دُنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہوں، اس شخص نے مجھے

پیشاب کرنے کی غرض سے خریدا تھا، لیکن اب چونکہ اللہ والوں نے میرے سے کھالیا، اس لئے اس کے بعد اگر میرے میں پیشاب کیا گیا تو یہ اللہ والوں کی بے حرمتی ہے، برتن نے کہا: اے اللہ! مجھے اس دُنیا سے اُٹھالے۔ اللہ نے اس کو توڑ دیا۔ پھر کہا: برتن نے دُوسری بات یہ کہی کہ جس دِل میں اللہ کا نام ایک دفعہ آجائے، وہ پاک وصاف ہوجاتا ہے، اس پاک وصاف برتن (دِل) کو گندا کرنا، یا اس میں دُنیا کی باتوں کو، یا اللہ کے سوا غیر کو بسانا ٹھیک نہیں ہے، غیر کے ساتھ تعلق جوڑنا ٹھیک نہیں ہے، ورنہ وہ ناپاک ہوجائے گا۔

"اِمدادُ السلوک" پڑھنے کی تلقین

رمضان المبارک کے مہینے میں احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) کے گھر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کے دوران حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ناچیز کی لائبریری سے "اِمدادُ السلوک" کی کتاب اُٹھائی اور پڑھنے لگے، اور پھر اس کتاب پر عاشق ہوگئے، فرمانے لگے: اگر کوئی یہ کتاب پڑھ لے اور ان باتوں پر عمل کرلے جو کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے اندر تحریر فرمائی ہیں، تو وہ آدمی اللہ کا ولی بن جائے گا۔

مولانا محمد بلال صاحب کو تلقینِ ذِکر اور تعلیمِ مراقبہ

مولانا محمد بلال کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے سر مبارک تک متوجہ رہنا اور یہ خیال کرنا کہ میرے قلب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے انوارات آرہے ہیں، اس سے انوارات اور تجلیات سالک پر نازل ہوتے ہیں، اس کو رابطہ شیخ کہتے ہیں، رابطہ رسول بھی کہتے ہیں، اس کو فنا فی الشیخ بھی کہتے ہیں، اور اس کو فنا فی الرسول بھی کہتے ہیں۔

مولانا بلال نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لطائف پر ضرب لگانے

کی درخواست کی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لطیفہ قلب پر ضرب لگائی، فرمایا کہ قدمین شریفین میں بیٹھ کر وہاں متوجہ رہو اور اپنے قلب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ساتھ لگا کر یہ تصور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر جو انوارات آرہے ہیں، اس کے چند قطرے میرے قلب پر بھی گر رہے ہیں۔ فرمایا کہ: مواجہہ شریف میں ادب کے ساتھ جاؤ۔ فرمایا: جب میں مواجہہ شریف میں جاتا تھا تو مجھ پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی، گویا مجھے سردی کا بخار ہو جاتا تھا۔ فرمایا: یہ محبوب کا شہر ہے!

چند تسبیحات سے کام نہیں چلے گا

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ہر لطیفہ پر کم از کم پچیس ہزار مرتبہ اسمِ ذات کرنی چاہئے۔ فرمایا: میرے حضور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہر روز ساڑھے دس لاکھ ذِکر فرماتے تھے، اور میرے شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک سانس میں ایک سو دس بار نفی اِثبات کرتے تھے، جس کو اولیائے کرام حبس دَم کہتے ہیں، اتنا لمبا سانس تھا، نفی بھی کرتے تھے، اِثبات بھی کرتے تھے۔ فرمایا کہ: حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا: جب اِثبات کرو اپنے دِل کو اللہ کے سامنے رکھو۔ کہا: یہ میدان اور ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت خواجہ ابوعثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کا میدان اور تھا، ایک میدان میں گھوڑا دوڑتا ہے، اور ایک میدان میں نہیں دوڑتا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے ایک رات کو چودھویں کا چاند دیکھا، چاند میں ایک عالم نظر آیا، فرمایا: اس عالم میں کون سے لوگ ہیں؟ اللہ نے کہا: اس عالم کو جاننے والے دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب ذِکر کرو گے، جب چارپائی پر بیٹھو گے، چارپائی حرکت میں نہیں آئے گی، کثرتِ ذِکر کی وجہ سے جسم اتنا ہلکا ہو جائے گا کہ چارپائی پر بیٹھنے کی وجہ سے اس میں لچک تک نہ آسکے گی، یعنی چارپائی کو کوئی ہلا نہیں سکے گا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: کثرت سے ذِکر کرنے والے کا وجود لامکانیت

تک پہنچ جاتا ہے، جسم زمین پر رہتا ہے، رُوح اُوپر چلی جاتی ہے، فرمایا: چند تسبیحات سے کام نہیں چلے گا۔ فرمایا: رئیس الاولیاء حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں جو اس مقام پر پہنچا ہوں، سلطان الاذکار کی وجہ سے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سلطان الاذکار ہی کیا کرتے تھے۔ فرمایا: آج کل تو اگر لطائف میں حرکت آجائے یہ بھی غنیمت ہے اور کافی ہے۔ فرمایا: مقامات والے لوگ چلے گئے، بالکل نہیں رہے، اگر ہیں تو کہیں گم ہو گئے ہیں، ہم کو نظر نہیں آتے۔

مقامات ایسے نہیں ملتے، اس کے لئے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے

مؤرخہ ۱۲/اپریل ۱۹۹۹ء کو احقر (راقم الحروف)، پروفیسر نصرت اللہ، عزیز الرحمٰن اور چاچا امیر محمد ڈرائیور، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے، چونکہ عید ملتان میں گزاری تھی، اس لئے عید کے پانچویں دِن حاضر ہوئے۔ عزیز الرحمٰن (مرحوم) کو دیکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مرتبے اور مقامات بہت دیر کے بعد ملتے ہیں، کاغذات پہلے سے تیار ہو جاتے ہیں، دستخط بہت دیر کے بعد ہوتے ہیں۔ فرمایا: یہ عجیب میدان ہے، اس کی سردی اور گرمی لوگوں نے دیکھی نہیں۔ مزاحاً فرمایا: پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام سارا دِن لوگوں کے خون نکالتا رہتا ہے (پتھالوجی، لیبارٹری کے حوالے سے) اور پروفیسر نصرت اللہ سات مہینے (تھائی لینڈ) لگا کر اس نے مقامات حاصل کر لئے ہیں۔ فرمایا کہ: اس کے لئے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔ فرمایا کہ: ایک اللہ والا سو سال جاگتا رہا، ایک رات نیند آ گئی، تو اللہ ربّ العزّت کا دیدار ہوا، سوچنے لگا کہ اللہ پاک تو سونے سے ملتا ہے، اس کے بعد راتوں کو سونے لگا، ایک روز ہاتفِ غیبی سے آواز آئی کہ ایسے بات نہیں بنے گی، پھر دوبارہ زیارت کے لئے آپ کو مزید سو سال جاگنا پڑے گا۔

فنا فی الشیخ کا مقام

مؤرخہ ۹/جولائی ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ

عزیزالرحمٰن ڈیروی (مرحوم) نے فون کیا اور ایک خواب کا ذِکر کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت دُور سے حضرت خلیفہ صاحب میری طرف آ رہے ہیں، جب نزدیک پہنچے تو دیکھتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر عبدالسلام ہیں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ بہت دُور سے ڈاکٹر عبدالسلام آ رہے ہیں، جب نزدیک پہنچے تو دیکھتا ہوں کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کا ذِکر کیا تو فرمایا کہ: یہ فنا فی الشیخ کا مقام ہے۔

فناء فی الشیخ کی دلیل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سنت اِتحادی تھی، اور یہی فنا کا مقام ہے، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جوابات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائے، بعینہٖ وہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیئے، جس کی تفصیل کتبِ حدیث میں موجود ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صلح حدیبیہ کے اس واقعے کو ذِکر کر کے فرماتے ہیں کہ: حدیث کے آخر کے ٹکڑے میں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جوابوں کا لفظاً معنًی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابوں کے ساتھ متحد ہونا مذکور ہے، اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ قلبِ صدیقی قلبِ نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا کہ ایسے علوم و اَحوال کا بعینہٖ فیضان ہوتا تھا، اور ایسا اِتصال بدلیل عادت خواص فناء فی الشیخ سے ہے، اور خاصہ کا وجود دلیل یقینی ہے، وجود ذی خاصہ کی، پس جب یہ اتصال حدیث سے ثابت ہے تو یہ فناء بھی ثابت ہوگیا جس کی حقیقت انتہا درجے کی مناسبت مرید و شیخ میں ہے جو کہ اِنتہا درجہ اطاعت و محبت سے پیدا ہوتا ہے (التکشف ص:۳۴۸)۔

شیخ کی توجہ کا اثر دُور سے بھی ہوتا ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ شیخ کی مثال کونج پرندے

کی طرح ہے۔ فرمایا کہ: کونج ایک پرندہ (چڑیا) ہے، جو کہ انڈے پہاڑوں پر (سائبیریا) دیتی ہے، پھر ہندوستان، پاکستان کی طرف سفر کرتی ہے، وہ کونج اپنی توجہ سے اپنے انڈوں کو پکاتی ہے، اسی طرح شیخ کامل لاکھوں میل دُور سے اپنے مریدوں پر توجہ ڈالتا ہے۔

فرمایا: میرے بڑے بھائی حافظ غلام محمد قرآن کا درس پڑھاتے تھے، ہمارے گھر کے پیچھے اللہ داد رہتا تھا، وہ حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا، بھائی نے حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت کی، حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ہمارے گھر آجائیں، حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: آج میں اپنے مرید کے گھر جارہا ہوں، آپ کے گھر تو روزانہ ہوتا ہوں (مطلب یہ تھا کہ آپ کی طرف تو ہر وقت متوجہ رہتا ہوں)۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر (راقم الحروف) سے فرمایا کہ: میں یہاں لعل ماہڑہ سے آپ پر ریاض میں توجہ ڈالتا تھا (اس وقت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ریاض میں ہوتے تھے)۔ عبدالرحیم شاہ صاحب پر لکی مروت میں توجہ ڈالتا تھا۔ فرمایا: مولانا اجمل قادری صاحب، مولانا قاضی عبدالکریم صاحب اور شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب کے مدارس پر یہاں سے نظر رکھتا ہوں۔





حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ سیّد احمد شاہ صاحب سرگودھا والے دارالعلوم دیوبند گئے، جس وقت حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا دیوبند میں انتقال ہوگیا تھا، ان کے جنازے میں شرکت کے لئے دیوبند گئے، حضرت سیّد احمد شاہ صاحب جب دیوبند میں دورے سے فارغ ہوگئے تو حضرت مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ: مجھے بیعت کرلیں! حضرت مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بیعت کے بعد شیخ کی صحبت ضروری ہے! اس کے بعد سیّد احمد شاہ صاحب حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: صحبت ضروری ہے شیخ کی توجہ سے دِل کی صفائی ہوتی ہے اور لطائف چالو ہوجاتے ہیں۔



ایصالِ ثواب کی اہمیت

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایصالِ ثواب کی اہمیت اور اہتمام پر زور دیا، فرمایا کہ: جب دُوسرے عمرے کے دوران ربّ العزّت نے ایک دن آٹھ طواف کرنے کی توفیق دی تو پہلے طواف کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بخشا، اور دُوسرے طواف کا ثواب سابقہ اُمتوں کو بخشا تھا۔ فرمایا: اگر میں رات کو تھکاوٹ کی وجہ سے کبھی جلدی سو جاتا ہوں اور درمیان میں نیند سے بیدار ہو جاتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو سورۃ الفلق پڑھ کر بخش دیتا ہوں۔

اس راستے میں سر جھکانا پڑتا ہے

۱۹۹۵ء کے رمضان المبارک کا واقعہ ہے، جمعۃ المبارک کا دِن تھا، راقم الحروف، حضرت مولانا قاری خان زمان صاحب نائب ناظم مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان اور حضرت عزیز الرحمٰن (مرحوم) (جو کہ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب بستی ظفر آباد اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں) حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ موسیٰ زئی شریف تشریف لے گئے، وہاں (سند) پر حضرت دوست محمد قندھاری، خواجہ عثمان دامانی اور حضرت خواجہ سراج الدین صاحب... رحمۃ اللہ علیہم... کے مزارات پر حاضری دی، فاتحہ پڑھی، اور حضرتؒ کی معیت میں وہاں مراقب ہوگئے، واپسی پر گاڑی میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے حالات پوچھے، بعد میں تخلیہ میں قاری خان زمان نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ دورانِ مراقبہ حضرت دوست محمد قندھاریؒ مجھ سے مخاطب ہوکر بولے کہ: قاری صاحب! اس راستے میں سر جھکانا پڑتا ہے، اس کے بغیر کام نہیں بنتا۔ یعنی اللہ اللہ کے لئے وقت نکالنا ضروری ہے۔ بقول حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ قاری خان زمان اخبار پڑھنے کا دلدادہ ہے، اس لئے حضرت قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اِشارہ کر دیا (یعنی اخبار وغیرہ پڑھنا چھوڑ کر اللہ اللہ کرو)۔

فاتحہ دینے یعنی ایصالِ ثواب کا طریقہ

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جبکہ احقر نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فاتحہ دینے کا طریقہ پوچھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: سب سے پہلے میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں، پھر چار قل، آیۃ الکرسی، آمن الرسول سے لے کر کافرین تک، سورۃ الملک پڑھ کر سب سے پہلے نبی علیہ السلام کی رُوح کو بخشتا ہوں، پھر تمام انبیائے کرام علیہم السلام، پھر جمیع ملائکہ، ملائکہ مقربین، پھر جمیع اہلِ بیت، اہلِ بیت میں خاص حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نام لیتا ہوں، اس کے بعد خلفائے راشدین بمع جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس کے بعد تمام اولیائے کرام، پھر تمام سلسلوں کے حضرات کو، اس کے بعد والدین، اساتذہ، رشتہ داروں، دوست احباب، ان کے متعلقین اور اس کے بعد عام مسلمانوں کو ثواب بخشتا ہوں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء علیہم السلام کا نام لیتا ہوں تو ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اور ان کی طرف سے فیوضات کی آمد شروع ہو جاتی ہے، اس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی طرف جب متوجہ ہوتا ہوں تب ان کا نام لیتا ہوں۔

محققین کے نزدیک ذِکرِ قلبی کی حقیقت اور سالک کی اِنتہا

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: محققین کے نزدیک ذِکرِ قلبی کی حقیقت یہ ہے کہ قلب میں حضوری اور شہودی پیدا ہو جائے۔ یعنی اللہ پاک کی ذات کا دِل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا اسی کو اِحسان بھی کہتے ہیں۔ حضوری کی علامت یہ ہے کہ جمیع خطرات دِل سے دُور ہو جاتے ہیں، اس کے بعد سالک کو چاہیئے کہ ذِکر چھوڑ دے۔ حضوری اور شہودی کی حفاظت ایسے ہوگی کہ ذِکر کو چھوڑ دیں گے، پھر دیکھیں کہ حضور اور شہود میں کوئی سستی تو پیدا

نہیں ہوئی۔ اگر سستی ہے تو پھر ذِکر شروع کر دیں، جب تک ذِکر کرو حتیٰ کہ حضور اور شہود دائمی طور پر حاصل ہو جائے۔ جب دوام حاصل ہو جائے تو پھر ذِکر اور حضور کو جمع کرنا چاہئے، یہ بہت دقیق بات ہے، سمجھنے سے بالاتر ہے، فرمایا: میں وہی الفاظ اِستعمال کر رہا ہوں جو ہمارے اکابر نے اِستعمال کئے تھے۔ جب حضوری اور ذِکر جمع ہو جائے تو اللہ کی بے اِنتہا مہربانیوں کے منتظر رہیں، جب آپ یہاں تک پہنچیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ معاملہ کیسا ہے، آگے بیان کی چیز نہیں۔ آج میں نے آپ حضرات کی خدمت میں عجیب وغریب راز اور حقیقت مختصر الفاظ میں بیان کی ہے، آگے کی طاقت نہیں ہے۔

سیر نفسی اور سیر آفاقی سے کیا مراد ہے؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت عبدالعزیز دباغ اس کو فتح اور سر کا نام دیتے ہیں، وہ کشف کو فتح کا نام دیتے ہیں، زمین وآسمان کی اشیاء، جنت ودوزخ، لوحِ محفوظ تک سب نظر آجائیں، ہمارے حضرات اس کو سیر کہتے ہیں۔ فرمایا: صوفیاء کی اپنی اپنی اِصطلاحات ہوتی ہیں، حال ایسا نہیں ہے کہ قال میں آجائے۔

فرمایا: میں نے سید احمد شاہ صاحب سے مثنوی پڑھانے کو کہا، وہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے خلیفہ تھے، انہوں نے مثنوی پڑھانے سے اِنکار کیا کہ شروح نہیں ہیں۔ میں نے کہا: شروح تو ہیں! فرمایا: صاحبِ مثنوی صاحبِ حال تھے، صاحبِ حال کو علماء نہیں جانتے، علماء نے رُومیؒ کے مقصد کو اپنے علم کے مطابق بنایا ہے، حضرت اِمدادُ اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ پر مثنوی کی شرح کو بیان کیا ہے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ اِشارے لکھیں تا کہ لوگ خلاف نہ ہو جائیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مجھے جب حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب خط لکھتے ہیں تو اِشارات لکھتے ہیں۔ فرمایا: میں اسی حالت میں ان کو جواب دیتا ہوں، اِشارات کو سمجھنا

چاہیے، نہ کہ وضاحت کی جائے۔ حضرت عبدالعزیز دباغ نے حروفِ ابجد کی حکمت لکھی ہے، یہ حضرات یہاں بیٹھ کر لوحِ محفوظ کو بھی دیکھتے ہیں، جس کے دائرے کے اندر کیا ہے، اس کی حکمت کو بھی جانتے ہیں۔ فرمایا: جب سِر نصیب ہوتی ہے تو راز کھل جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے رُخصت ہوئے، حضرتؒ نے فرمایا: راز کی باتیں راز سمجھنے والے کے سامنے کیا کریں۔ فرمایا: راز کی بات کو اِفشا نہ کرنا، دُوسرے لوگ واقف نہ ہوں، تاکہ فساد برپا نہ ہو۔

(اگر یہ بات تفصیل سے لکھ دی اور کسی ناسمجھ نے پڑھ لی، وہ اس سے اِختلاف کا فتنہ بھڑکا سکتا ہے، لہٰذا اشارات پر اِکتفا کرنا چاہیے)۔

نماز کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: نماز اصل میں رَبّ العزّت کی ملاقات ہے، یہ معراج المؤمنین ہے، جب انسان اللہ اکبر کہتا ہے، اللہ سامنے ہوتا ہے، پھر قاب قوسین کا مقام آجاتا ہے، اس وقت مصلّی کی حالت وہی ہوتی ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھی، اس وقت مصلّی قاب قوسین کے مقام میں ہوتا ہے، ہماری حالت یہ ہے کہ جب ہم نماز کی نیت باندھتے ہیں تو ساری چیزیں نماز میں یاد آجاتی ہیں۔ حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اگر کسی رکن میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی اللہ یاد آجائے تو یہ نماز خشوع والی ہے، یعنی نماز کا اُونچا درجہ خضوع ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہتا، جب پڑھتا ہوں، عبارت بھول جاتا ہوں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ سے پوچھا: ہم کس طرح آپ کے قریب ہوں گے؟ فرمایا: سب کچھ چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ!

اللہ والوں کے مقامات، اکثر کو علم نہیں ہوتا

حضرت جی ثالث امیر تبلیغ مولانا اِنعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شمس

الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: بعض بڑے بڑے مقام کے اولیاء گزرے ہیں، ان کو اتنا علم بھی نہیں تھا کہ ہم کس مقام پر ہیں؟ موت سے پہلے حجابات اُٹھ گئے اور ان کو مقام بتا دیا گیا۔ فرمایا: شاید مولانا اِنعام الحسن صاحب کو اپنے مقام سے آگاہ نہیں کیا گیا، کیونکہ بعض اولیائے کرام کو ان کے مقام سے آگاہ نہیں کیا جاتا۔ حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے بڑے مقام کے بزرگ گزرے ہیں، وہ اپنے آپ کو ایک عام آدمی سمجھتے رہے، موت کے وقت ان کو ان کے مقام سے آگاہ کیا گیا، ان کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہوتا، کچھ بھی محسوس نہیں کرتے، لیکن اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہوتا ہے۔

اللہ اللہ کرنا بہت بڑی چیز ہے، شیخ کی خدمت اور محبت

فرمایا: حضرت عزیر ابن علی رامیتنی نے لکھا ہے کہ اللہ کے ہم نشین ہو جاؤ، اگر اللہ کے ہم نشین نہیں ہو سکتے، ان کے ہم نشین ہو جاؤ جو اللہ کے ہم نشین ہیں۔ فرمایا: بڑے بڑے علماء اور صاحبِ کمال لوگ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوزانو ہوتے تھے، کیونکہ وہ اللہ کے ہم نشین تھے۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موسیٰ زئی شریف میں رہتے تھے، ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ڈیرہ اسماعیل خان شہر چلیں! وہ طبیعت میں آکر گھوڑے کو دوڑاتے تھے، فرمایا: میں نے تلوار کس لی، جوتی اُتار لی، ڈیرہ شہر پہنچ گئے۔ کام کرنے کے بعد حضرت خواجہ عثمان نے کہا: موسیٰ زئی جائیں گے۔ حضرت خواجہ سواگی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں آگے آگے دوڑتا تھا، گھوڑی میرے پیچھے پیچھے دوڑتی تھی، حتیٰ کہ میرے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے خون دیکھا اور کہا: حسن ہٹ جاؤ اور میرے پیچھے سوار ہو جاؤ! حضرت خواجہ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے میرے اُوپر اور اپنے اُوپر چادر ڈال لی۔ حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: خدا کی قسم! میرے اللہ کے انوارات چادر کے اندر تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میرے خدا کے انوارات لاہور میں تھے، میں دوستوں کو کہتا ہوں کہ لاہور کی کسی چیز کو بُرا مت کہو۔ فرمایا: مجنوں نے کتا جھولی میں رکھا ہوا تھا، اس کو چوم رہا تھا، کسی نے کہا: پاگل! یہ تو کتا ہے۔ کہا: مجھے معلوم ہے یہ کتا ہے، لیکن لیلیٰ کے کوچے کا کتا ہے! ایک شخص نے عاشق سے پوچھا کہ: تم سارے جہان میں گھومے ہو، تم کو کونسا شہر اچھا لگتا ہے؟ کہا: جہاں میرا محبوب رہتا تھا، وہ شہر بڑا پیارا تھا!

بیعت والا خانقاہی نظام

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ بیعت والا خانقاہی نظام مفقود ہوگیا ہے۔ فرمایا کہ: نقشبندیہ کے حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے! قادریہ کے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے! چشتیہ کے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے! اب پیچھے کیا رہ گیا ہے...؟ (مقصد یہ تھا کہ اب خانقاہی نظام کو زِندہ کرنے کی ضرورت ہے)۔

اللہ کے ہم نشین کی ہم نشینی اِختیار کرلیں، دُنیا کی رغبت دِل سے نکل جائے گی

راقم الحروف (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) کے محلّہ عیدگاہ (ڈیرہ اسماعیل خان) کی جامع مسجد میں تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی، اس میں ایک کراچی کے عالمِ دِین تھے، اس نے حضرتؒ کے متعلق سن رکھا تھا، وہ عالمِ دِین حضرتؒ کی زیارت کے لئے احقر کے ساتھ گھر آئے، رمضان کا مہینہ تھا، رات کے تقریباً دس بج رہے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ: جب طالب علمی کا دور تھا تو یقین بنا ہوا تھا، اب جبکہ مدرّس بن گیا ہوں اور تنخواہ دار ہوگیا ہوں، مال کی طرف رغبت ہوتی ہے، اس کا علاج بتائیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: کسی اللہ کے ہم نشین کی ہم نشینی اِختیار کرلیں، دُنیا کی رغبت دِل

سے نکل جائے گی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دُنیا بُری چیز نہیں، اللہ کی نعمت ہے۔ فرمایا: حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما مال دار تھے، لیکن قلبی تعلق اللہ کے ساتھ تھا۔ فرمایا: اگر تمہارے پاس چھت جتنی اُونچے ہیرے، جواہرات، سونا چاندی کے ڈھیر لگ جائیں، لیکن قلبی تعلق اللہ کے ساتھ ہو تو گھبرانے کی بات نہیں، لیکن دِل کے ٹکڑے کو اللہ سے جوڑلو! فرمایا: ہر وہ چیز جو تمہارے دِل کو اللہ کی یاد سے غافل کردے، وہ دُنیا ہے، وہ بیوی ہو، یا بال بچے ہوں، یا دُنیا ہو یا تجارت ہو، کرسی ہو یا عہدہ ہو۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں طواف کررہا تھا، دورانِ طواف ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جو کہ خانۂ کعبہ کا غلاف پکڑ کر زاروقطار رورہا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس کے دِل پر توجہ ڈالی تو ایک لمحے کے لئے بھی اس کا دِل اللہ سے جڑا ہوا نہیں تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں مکہ مکرمہ کے بازار سے گزر رہا تھا، ایک نوجوان کی ہیرے جواہرات کی دُکان تھی، بڑے بڑے وزراء، اُمراء اس سے سودا لے رہے تھے، لیکن اس کے دل پر توجہ ڈالی تو ایک لمحے کے لئے بھی اس کا دِل اللہ کی یاد سے غافل نہیں تھا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: عراق کا ایک نوجوان حافظِ قرآن حج کے لئے گیا، جب حج سے فارغ ہوا تو ایک بدو کو کرایہ پر عراق کے لئے تیار کیا، بدو کے پاس سواری کے لئے اُونٹ تھا، راستے میں جنگل سے گزر رہے تھے، جوان قرآن پاک کی تلاوت کررہا تھا، جب قرآن کی اس آیت پر پہنچا: ''وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿۲۲﴾'' (الذاریات) تو بدو کھڑا ہوگیا، کہا: کیا یہ اللہ کا کلام ہے؟ عربی سمجھتا تھا، فرمایا: ہاں! بغداد پہنچ کر اس بدو نے نکیل اُونٹنی کی ناک سے نکالی اور اُونٹنی کو چھوڑ دیا، اور خود جنگل اور پہاڑوں میں جاکر اللہ اللہ کرنے لگا۔ چند سال گزر گئے، بدو حج کے لئے گیا، دورانِ طواف اس نوجوان سے ملاقات

ہوگئی، بدو نے کہا کہ: دُوسرا سبق دے دو! بدو نے اپنا سارا حال سنایا، نوجوان نے کہا: "فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿۲۳﴾" (الذاریات) بدو کی چیخ نکلی اور کہا کہ مخلوق نے میرے رَبّ کو اتنی تکلیف دی کہ میرے رَبّ کو قسم اُٹھانا پڑی، بدو چیختا ہوا حرمِ کعبہ سے نکل گیا تو اس کے بعد نوجوان نے طواف مکمل کیا۔

خوشنودی ومحبتِ شیخ

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان شریف میں سحری کے دوران شیخ کی خوشنودی ومحبت کا واقعہ سنایا، فرمایا کہ: حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے شیخ حضرت شیخ احمد سعیدؒ ہندوستان آگئے تھے، کیونکہ انگریزوں نے دِلّی پر قبضہ کرلیا تھا، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے ایک دفعہ مجمع میں کہا کہ: میرے پاس نوسو روپے ہیں، صرف ایک سو روپے کی ضرورت ہے، اگر ایک ہزار روپیہ ہوجائے تو اپنے شیخ کی خدمت میں ہزار روپیہ نذرانہ پیش کردوں گا۔ حضرتؒ کے اجل خلفاء میں ایک سے ایک خلیفہ ملا قطار تھے، ملا قطار نے یہ بات سنی، عشاء کی نماز حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے پیچھے موسیٰ زئی شریف میں پڑھی، اس کے بعد اپنے گھر لنڈی روانہ ہوگئے، گھر میں جو بکریاں وغیرہ تھیں وہ سب ایک سو روپے کے عوض بیچ دیں، اور وہ سو روپے لے کر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر کردیئے، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے پوچھا: ملا قطار! کہاں سے لائے ہو؟ عرض کیا: حضرت! گھر گیا تھا، گھر کی بکریاں، مال مویشی بیچ کر ایک سو روپے لایا ہوں! حضرتؒ نے کہا: ملا قطار! آج تم نے خوش کردیا ہے، حضرتؒ نے سر جھکایا، مراقب ہوئے اور فرمایا کہ: آج تو نے ہمیں خوش کردیا ہے، اور اللہ کے فضل وکرم سے ہم نے تمہیں خوش کردیا ہے، جاؤ اللہ رَبّ العزّت نے تمہیں ولیٔ کامل بنادیا ہے۔ فرمایا: یہ ہے شیخ کی خوشنودی! پھر فرمایا: جس نے شیخ کو خوش کیا، اس نے نبی علیہ السلام کو خوش کیا، جس نے نبی علیہ السلام کو خوش کیا، اس نے اللہ پاک کو خوش کیا۔

حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور شیخ کی خدمت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف والے گرمیوں میں سون سکیسر جاتے تھے، وہاں پر حضرتؒ نے گرمیوں کے موسم کی خانقاہ (سمر کیمپ) بنایا ہوا تھا، راستے میں دریا خان میں قیام کرتے تھے، وہاں پر گھر بنایا ہوا تھا، لیکن مکان کچا تھا، وہاں پر وضو کرنے اور نہانے کے لئے پانی نہیں ہوتا تھا، پانی کی تکلیف ہوتی تھی، جب حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دریا خان تشریف لائے تو حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے کہا کہ: حضرت! پانی کا اِنتظام ہوگیا ہے۔ حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ نے چند آدمی پہلے سے کنویں کی کھدائی پر لگائے ہوئے تھے، جب حضرتؒ دریا خان پہنچے تو کنواں تیار تھا، حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے کہا: جب حضرت سراج الدین صاحب تشریف لے آئیں تو آپ حضرات بیلوں کا کردار ادا کریں، اور رہٹ (کنویں) کو چلادیں تو پانی وافر مقدار میں نکلے گا، حضرت خواجہ سراج الدینؒ یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: خواجہ غلام حسن! جس طرح اور جس تیزی سے تو نے کنویں کو چلادیا ہے، اس تیزی سے ہم آپ کو چلادیں گے۔

رات کو معشوق جاگتا ہے اور عاشق سو جاتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: آج کل کوئی سر نہیں جھکاتا، ویسے مانگتے ہیں۔ فرمایا: حضرت خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) والے رات کے بارہ بجے تک بخاری شریف کا درس دیتے تھے، آدھے گھنٹے کے لئے گھر جاتے تھے، اور پھر اللہ کے سامنے کھڑے ہوجاتے تھے، فرمایا: حضرت خواجہ ضیاء فرماتے تھے: عجیب مخلوق ہے کہ رات کو معشوق جاگتا ہے اور عاشق سو جاتے ہیں۔ (یعنی لوگ سو جاتے ہیں، میرا اللہ جاگ رہا ہوتا ہے)۔

بے ادبی کی سزا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: ایک دفعہ بغداد میں دو اَبدال ہوا میں اُڑ رہے تھے، جب غوث الثقلین سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر ایک اَبدال روضے سے ہٹ گیا اور دُور سے روضے کو کراس کیا، دُوسرا اَبدال روضے (قبر) پر گزر گیا، گزرتے ہی زمین پر بے ادبی کی وجہ سے آ گرا، اس کے بعد خوب رویا، توبہ کی اور پھر سے اللہ پاک نے درجہ عطا کیا۔ فرمایا: یہ اللہ پاک نے بے ادبی کی سزا دِی۔

شیخ کی خوشنودی بڑی اہم چیز ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کی خوشنودی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا کہ: ملا قطار نے اپنے سارے مویشی بھیڑ بکریاں ایک سو روپے میں فروخت کر دیں، حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے پاس نو سو روپے موجود تھے، صرف ایک سو روپے کی کمی تھی، وہ کسی کے ایک ہزار روپے کے قرض دار تھے، ملا قطار نے مراقبے کے بعد یہ ایک سو روپے شیخ کی خدمت میں پیش کر دیئے، ایک ہزار روپیہ پورا ہو گیا، شیخ کا قرضہ اُتر گیا، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے فرمایا کہ: ملا قطار تم نے مجھے خوش کر دیا، ہم آپ کو خوش کر دیں گے، پھر اللہ نے ملا قطار کو وہ مقام عطا کیا ان کی توجہ سے چٹان راستے سے ہٹ گئی اور بند راستہ کھل گیا۔

شیخ کے آداب

۲۸ رمضان المبارک کے یکم مارچ ۱۹۹۵ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں جب حضرت خلیفہ صاحبؒ سے فنافی الشیخ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ: لاکھ (یعنی کثرت سے) تصوّر کرے کہ میرا بولنا، چلنا، سونا، میرے سارے لطائف شیخ کے لطائف ہیں، میں کچھ بھی نہیں ہوں، اپنی جان کو شیخ کی جان تصوّر کرے، حضرتؒ نے فرمایا: پیری مریدی بڑی مشکل

ہے، فرمایا: حضرت شہاب الدین سہروردی نے شیخ کے آداب پر رسالہ لکھا ہے، شیخ کے سامنے اُونچا بولنا، اس سے سوال کرنا، شیخ کے سائے پر قدم رکھنا، شیخ کے اُوپر اپنا سایہ تک ڈالنا منع کیا گیا ہے، یہاں تک شیخ کے آداب بتائے گئے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت فرید الدین گنج شکر کتاب پڑھ رہے تھے، ان کے مرید حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی کتاب سن رہے تھے، حضرت نظام الدین نے کہا کہ: حضرت! اس جگہ پر زیر ہے یا زبر ہے یا پیش ہے، حضرت خواجہ فریدؒ نے کہا کہ: میں اَن پڑھ ہوں اور تم پڑھے لکھے ہو! یہ کہنا تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اس کے بعد مہینوں تک روتے رہے، سب کچھ سے خالی ہو گئے، اس کے بعد کہیں دوبارہ کچھ ملا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت شہاب الدین سہروردی کے لنگر میں ایک بھوکا شخص نظر آیا، لنگر سے مریدوں نے کھانا کھلایا، کھانا کھانے کے بعد اس نے اپنے شیخ (حضرت حیدر شاہ صاحب) کو دُعا دی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ مریدوں نے حضرت شہاب الدین سے شکوہ کیا کہ کھانا ہمارے لنگر کا کھایا اور شکریہ اپنے شیخ کا ادا کیا، حضرتؒ نے کہا: تم پیری مریدی اس شخص سے سیکھو، یہ ہیں شیخ کے آداب اور شیخ کا مقام۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں کہا اور سرائیکی کا ایک مقولہ پڑھا: اللہ تعالیٰ صمد ہے، تینکو سدھی ڈھنگیاں کون آکھے کہ ہر کوئی تیں کون ڈردا ہے (اے اللہ! تیرے سامنے کون بات کرنے کی جرأت کرسکتا ہے، کیونکہ ہر ایک تجھ سے ڈرتا ہے)۔ پھر فرمایا: سیّد سلیمان ندویؒ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں کہ: اُحد کی لڑائی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور دانت شہید ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے رسول کو زخمی یا قتل کرے۔ فوراً جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے، قرآن پاک کی آیت اُتری: "لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ

شیئٌ'' (آل عمران:۱۲۸) اس کے دربار میں کوئی کلام نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ اُمورِ تکوینیات میں سے ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کا ایک بیٹا فقیر محمد تھا، اس کو مرگی کا مرض تھا، حضرتؒ کی بیوی بار بار حضرتؒ سے کہتی: کتنے لوگ آپ کی دُعا سے شفایاب ہوتے ہیں، ہمارا ایک ہی بیٹا ہے، اس کے لئے دُعا کریں! حضرتؒ عرض کرتے ہیں: اوجو بادشاہ ہے اوجو نی منیندا۔ میں نے بڑی دُعا کی ہے، وہ نہیں مانتا، بادشاہ جو ہے...!

حضرت علامہ خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ اور خدمت آب پاشی

مؤرخہ ۱۹۹۵/۲/۱۶ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت علامہ کردیؒ مسجدِ نبوی میں حدیث کا درس دیتے تھے، مجمع میں شاگرد و مریدین اور خلفاء موجود تھے، ایک دن مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا کہ: حضرت! اگر ایک شخص علامہ بھی ہو، محدث بھی ہو، فقیہ بھی ہو اور اس کو نقشبندیہ نسبت بھی مل جائے، اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: سونے پہ سہاگہ! حضرتؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اِشارہ کر کے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور سارے مجمع سے دُعا کے لئے کہا کہ اللہ رَبّ العزّت ان کو نقشبندیہ سلسلہ عطا کرے۔ رات کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: خالد! غلام علی شاہ دہلوی کے پاس دِلّی چلے جاؤ! دُوسری صبح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع میں سے پوچھا کہ: کوئی ہے دِلّی کا رہنے والا جو کہ حضرت غلام علی شاہؒ کو جانتا ہو؟ وہ سوال کرنے والا شخص کھڑا ہوگیا، حضرت خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ نے درس کے شاگردوں کو چھٹی دے دی کہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں، اور اس شخص کے ساتھ دِلّی روانہ ہوگئے۔ حضرت شاہ غلام

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرتؒ کے آنے کا علم ہو چکا تھا، فرمایا: خالد آ گئے! جواب دیا: جی قربان آ گیا! حضرت خواجہ سعید صاحبؒ کے پاس ہندوستان کے علماء آتے تھے کہ ہماری ملاقات علامہ خالد کردی شہریاری سے کرائیں۔ حضرت خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کمرہ رہنے کے لئے دیا، حضرت خالد رحمۃ اللہ علیہ کمرے کے اندر سے علماء کو جواب دیتے تھے کہ میں یہاں پر علم جتانے نہیں آیا، میں تو کسی اور مقصد سے آیا ہوں، میرا وقت ضائع نہ کریں۔ حضرت علامہ خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے پاس ایک سال چار مہینے گزارے، خانقاہ میں قیام کے دوران مدرسہ اور خانقاہ کے تمام طلبہ کے لئے سارا پانی خود اپنے ہاتھوں سے کنویں سے نکالتے تھے، تھوڑے عرصے کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت سے سرفراز کیا اور مژدہ سنایا کہ جاؤ بغداد کے قطب ہو! حضرت علامہ کردی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں سلسلۂ نقشبندیہ کو خوب پھیلایا۔

ایک اللہ والے کا مراقبہ

مؤرخہ ۸ ستمبر ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے احقر نے عرض کیا: اسلام آباد سالانہ اجتماع (۲۱، ۲۲ ستمبر) میں جانے کا پروگرام ہے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم کیا کیا کرو گے؟ یونیورسٹی میں پڑھانا، لیبارٹری چلانا، مراقبات، ذکر و اذکار، تبلیغ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مراقب رہا کرو! فرمایا: ایک اللہ والے مراقب تھے، اللہ والے کی توجہ بلی کی طرف ہوگئی، وہ چوہے کو پکڑنے کی تاک میں بیٹھی ہوئی تھی، الہام ہوا، آواز آئی: کیا ہم چوہے بلی سے بھی گئے گزرے ہیں؟ دیکھ! بلی کیسے چوہے کی طرف متوجہ ہے، اور تم اپنے خالق سے توجہ ہٹا کر بلی کی طرف متوجہ ہو گئے ہو!

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت مراقب رہتے تھے، بہت کم گو تھے، کبھی کبھی گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں رُخساروں پر رکھ لیتے تھے۔ پھر فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بہت کم گو تھے، صرف درسِ قرآن اور تقریر اور وعظ کے دوران بولتے تھے، تسبیح خانہ میں اُنگلی کے اِشارے سے لوگوں کو بلاتے تھے، اور پہلا سبق سن کر دُوسرا دے کر رُخصت کرتے تھے۔ فرمایا کہ: حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ آنکھوں میں ہر وقت شبنم رہتی تھی، یعنی آنکھیں پُرنم رہتی تھیں، اور دیوانوں کی طرح ہر وقت پریشانی کے عالم میں ہوتے تھے، لیکن جب عالمانہ تقریر کرتے تھے تو مکمل ہوش و حواس میں رہتے تھے۔

اللہ کا اِرادہ چلتا ہے



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک دن حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان آیا اور حضرتؒ کا ایک پاؤں دبانا شروع کر دیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ: اللہ نے اس نوجوان کو اِلقاء کیا، یہ اچھرہ سے آیا ہے، اللہ نے اس کو بھیج دیا۔ فرمایا: میری اس ٹانگ میں درد تھا۔ فرمایا: لاہور کے ایک ڈاکٹر عبدالرشید صاحب تھے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق والے تھے، ان کا اِنتقال ہوگیا، خلیفہ صاحبؒ نے کہا: میں اسی رات لاہور پہنچا۔

بعض مرید اپنے شیخ سے آگے نکل جاتے ہیں

مؤرخہ ۱۸/اپریل ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ سے مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں ملاقات ہوئی، فرمایا کہ: عزیز الرحمٰن آئے تھے اور مجھ سے اسمائے حسنیٰ پر مراقبہ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اب تم مجاز ہو، جس نام پر کرنا چاہتے ہو، کرو۔ پھر فرمایا: ہمارے حضرات میں سے صرف سیّد حسین احمد مدنی

رحمۃ اللہ علیہ اسمائے حسنیٰ پر مریدوں سے مراقبہ کروایا کرتے تھے، اور مریدوں پر اس ضمن میں توجہ بھی ڈالتے تھے۔ فرمایا: یہ تو سالک کی اپنی استعداد اور قبولیت کی بات ہوتی ہے۔ فرمایا: حضرت عبیداللہ احرار، حضرت مولانا یعقوب چرخی کے مرید تھے، جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے تین دنوں میں مقامِ جذب پر پہنچادیا۔ باقی مرید اور خلفاء حسد کرنے لگے۔ فرمایا کہ: حسد کی بات نہیں، عبیداللہ کے پاس چراغ اور تیل دونوں موجود تھے، ہم نے تو صرف تیلی لگائی اور چراغ روشن ہوگیا۔ فرمایا کہ: بعض مرید اپنے شیخ سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ فرمایا: حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے، لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت مجدد الف ثانی سورج ہیں، اور ہم سب ان کے سامنے ستارے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں: اگر شیخ کو مرید سے بیعت لینے کی اجازت ہوتی تو میں حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت ہوتا۔





اِخلاص کی کمی ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے والد صاحب کو حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: اللہ داد بھائی! (دادو بھرا) میرے بکس کو اگر کھول کر دیکھیں تو خطوط سے بھرا پڑا ہے، لیکن ان میں سے کوئی خط... اِلاَّ ماشاءاللہ... ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی نے اللہ کے نام کو سیکھنے کا ذِکر کیا ہو، سب لوگ دُنیاوی دھندوں کے بارے میں دُعا کے لئے عرض کرتے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: میں لوگوں کے خطوط جلا دیتا ہوں، صرف ڈاکٹر عبدالسلام، سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب اور شیخ الحدیث قاضی عبدالکریم صاحب کے خط نہیں جلاتا ہوں۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

ایک مجلس میں جس میں مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانوخیل والے اور عنایت

اللہ سیال صاحب (مرحوم) موجود تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ کی تلاوت سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھتے تھے، پھر تھوڑی دیر قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے، اس کے بعد قصیدہ بردہ شریف کی تلاوت کرتے تھے، ساڑھے دس لاکھ ذِکران کا روزانہ کا معمول تھا، ان کی لاتعداد مصروفیات تھیں، خدام الدین کا کام کرنا، قرآن پاک کی تفسیر پڑھانا، خط و کتابت، مریدین کے لئے وقت نکالنا وغیرہ وغیرہ، حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نے بتایا کہ: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ معمولات پورا کرنے سے پہلے کبھی نہیں سوتے تھے، خواہ ساری رات گزر جاتی۔



اللہ والے عجیب ہوتے ہیں!

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ والے عجیب ہوتے ہیں۔ فرمایا: ایک دفعہ قحط پڑ گیا تھا، کافی دِنوں سے بارش نہیں ہوئی، لوگوں نے حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی، حضرتؒ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُوپر اُٹھائے اور فرمایا کہ: اگر آج بارش نہ ہوئی تو میری داڑھی صاف کر دینا۔ کسی اہلِ علم نے اِعتراض کیا، جواب میں فرمایا کہ: مجھے خود بھی ان الفاظ کا اِحساس ہے، لیکن میں کیا کروں، میرے لئے اللہ کا حکم تھا۔



حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سبق (مراد ذِکر کا سبق ہے) پکا اور یاد ہوتا تو دُوسرا (اگلا) سبق دیتے تھے، وگرنہ کہتے کہ جاؤ کوشش کرو، سبق یاد کرو۔ فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ صرف لطیفہ قلب پر سبق دیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے سرائیکی زبان میں کہتے: ”مرو، اوترے کم کیوں نئیوے کریندے“ حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ صرف علمائے کرام کو لطیفہ قلب کے علاوہ دُوسرے لطائف پر سبق دیتے تھے۔



حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ اور مریدین کی تربیت

مؤرخہ ۴؍جولائی ۲۰۰۷ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا، بات مریدوں کی تربیت سے چلی، فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت شہادت کی اُنگلی کے اِشارے کی طرح نشان بنا کر اور شہادت کی ساتھ والی اُنگلی کو حرکت دے کر مریدین کو بلاتے تھے۔ فرمایا: ایک ایک مرید کو اپنے تسبیح خانے میں طلب کرتے تھے اور سبق دیا کرتے تھے، پوچھتے تھے: سبق یاد کیا ہے؟ اور مختلف لطائف پر خود توجہ دیتے تھے۔

اللہ والوں میں تکبر نہیں ہوتا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیعت کی غرض سے بھیجا کہ اس کو بیعت کرلو! وہ شخص حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ کوئی اور شخص ہوگا، میں تو اس قابل نہیں ہوں! وہ شخص واپس حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور حالات سے آگاہ کیا، تیسری مرتبہ حضرت کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو کہا کہ میرا اسلام حضرت خواجہ باقی باللہ کو عرض کرو اور کہو کہ آپ ہی باقی باللہ ہیں، اور ان سے بیعت کی درخواست کرو! فرمایا: یہ ان حضرات کی اِنکساری اور عجز تھا۔ فرمایا: اللہ والوں میں تکبر نہیں ہوتا، یہ مٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

اَربعہ سلاسل کی تعبیر

۲۶؍جون ۱۹۹۷ء کو بروز جمعرات کی صبح کی نماز کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) گیا، حضرتؒ مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے

میں تھے، حضرتؒ سے عرض کیا کہ: کل احقر نے مراقبہ کیا کہ ایک بہت بڑا برتن خالص دُودھ سے بھرا ہوا ہے اور میں اس میں صاف شفاف پانی ڈال رہا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: حضراتِ اولیاء عجیب لوگ ہوتے ہیں، یہ حضرات دُودھ کو نقشبندیہ، شہد کو قادریہ، شربت کو چشتیہ اور پانی کو سہروردیہ سلسلے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ: اللہ آپ کو نقشبندیہ اور سہروردیہ سلسلے میں ترقی نصیب کرے گا۔

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب کے لطائف کا بند ہونا اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر تنبیہ

حضرت کے خلیفہ مجاز مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب (موضع لونی، تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) نے فرمایا کہ: ایک دفعہ میرے لطائف بند ہوگئے، اِنقباض کی شکایت ہوگئی، بڑا پریشان رہتا تھا، ذِکر واَذکار میں مزہ نہیں آتا تھا، وجہ یہ تھی کہ ہمارے علاقے میں ایک عامل آدمی تھا، میں اس کے پاس جاتا تھا، وہ میرا دوست تھا، وہ مجھے وظائف بتاتا رہتا تھا، چلہ کشی کرنے کو بھی کہا، چند دِن کے بعد چھوٹی عید کے موقع پر ہم لعل ماہڑہ حضرت خلیفہ صاحبؒ کے پاس حضرتؒ کے گاؤں گئے، حضرتؒ کو اَحوال سے آگاہ کیا، حضرتؒ نے کہا: یہ تو مرید کی موت ہے! فرمایا: یہ ایسی بات ہے جیسے کہ ایک بیوی کے دو خاوند ہوں، یا یہ کہ کسی کی کشتی گرداب میں آجائے اور وہیں پر چکر لگاتی رہے، آخری انجام اس کا غرق ہونا ہے۔

اس ضمن میں حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا۔ فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاریؒ کا یہ طریقۂ کار ہوتا تھا کہ وہ رات کو خانقاہ میں مریدوں پر چکر لگاتے تھے کہ کون کیا کر رہا ہے؟ ایک رات دیکھا کہ سارے مرید بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی ذِکر کر رہا ہے، کوئی مراقب ہے، ایک جگہ پر کتابیں پڑی ہیں، چادر پڑی ہے، لیکن آدمی نہیں ہے، حضرتؒ نے پوچھا: یہ کتابیں کس کی ہیں؟ بتایا گیا کہ: یہ حضرت عثمانؒ دامانی کی ہیں، فرمایا: اچھا میرا تو خیال تھا کہ مولانا عثمان دامانی تو میرا ہے، لیکن یہ کتابوں کا ہے! آجائے تو

ان سے کہنا کہ ہماری اور ان کی نسبت ختم! مولانا عثمان دامانی واپس آئے تو دوست نے پیغام دیا، مولانا عثمان دامانی وہاں بیٹھ کر رونے لگے، ایک ہفتے تک روتے رہے، ایک آدمی کو ترس آیا اس نے حضرت دوست محمد قندھاریؒ کو کہا کہ: مولانا عثمان دامانی بہت پریشان ہیں، خدا کے لئے ان کو معاف کریں، حضرتؒ نے کہا: تم کون ہو جو ہمارے درمیان آتے ہو؟ جاؤ آپ کی اور میری نسبت ختم! اب رونے والے دو ہو گئے، ایک ہفتہ بعد حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے دونوں کو بلا کر اپنے تسبیح خانے میں بٹھادیا، اور دُوسرے کو معاف کردیا اور کہا: آپ کی نسبت قائم ہے! جب وہ چلا گیا، مولانا عثمان کو نزدیک کر کے کہا: آپ کا اور میرا تعلق ایسا ہونا چاہئے کہ آپ کو دیکھنے سے لوگوں کو میں نظر آؤں اور میرے دیکھنے سے لوگوں کو آپ نظر آئیں تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ عثمان اور ہے اور دوست محمد اور ہے، اس کے بعد دوست محمد قندھاریؒ نے یہ شعر سنایا:

من تو شدم تو من شدی
من جان شدم تو تن شدی
یک کس نہ گفت بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

پھر مجھے فرمایا: شیخ کے ساتھ نسبت ایسی ہونی چاہئے، اس راستے میں کام تب چلے گا کہ آدمی پورے کا پورا اپنے شیخ کا ہو جائے، تو اس کے بعد بقول شاہ صاحب میں نے اس پر مکمل توبہ کر لی اور الحمد للہ! آج تک اس پر قائم ہوں (یعنی ہر جائی بننے سے توبہ کی اور اپنے شیخ کو لازم پکڑنے کا عزم کیا)۔

مبشرات، کشف واسرار کے راستے کی چیزیں ہیں، مقصود اللہ کی ذات ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ آج کل اچھے خواب آنا بند ہو گئے ہیں، اور مراقبے کے دوران جن مبشرات کا مشاہدہ ہوتا تھا، وہ بھی نہیں ہو رہا۔

فرمایا: مبشرات، کشف و اسرار راستے کی چیزیں ہیں، مقصود اللہ کی ذات ہے۔ فرمایا: یہ یہاں پر رہ جائے گی، ساتھ صرف اللہ رہے گا، یادداشت اور آ گاہی قبر میں ساتھ ہی جائے گی، اوّل الذکر محمود ہے، اس سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے، لیکن مقصود نہیں ہے، مقصود آخر الذکر ہے، دائمی حضوری یہ دیکھا جائے کہ دِل (لطائف) ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ ہے۔ فرمایا کہ: حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دائمی حضوری کی تعریف یہ ہے کہ جب نیند سے بیدار ہو، غفلت نہ ہو۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: جب خواب سے بیدار ہو، آ گاہی موجود ہو، اور قلب کی توجہ اللہ کی طرف ہو۔ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ہر وقت مشاہدہ ہو، خطرات اور وساوس کا کوئی اثر نہ ہو، اس کو دائمی حضوری کہتے ہیں۔

اللہ نے ہر مخلوق میں اسرار رکھے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت جارہا تھا، ایک جگہ پہنچے، تخت کو حکم دیا کہ چیونٹی کے پاس اُتر جاؤ، چالیس دِن اور چالیس رات چیونٹی کے پاس رہے، چیونٹی نے چالیس دِن اللہ کی توحید کے اسرار بیان کئے، اللہ نے فرمایا کہ: اگر چیونٹی کا کالا لباس اُتار دوں پھر دیکھو چیونٹی میں کتنا کمال ہے، اللہ نے چیونٹی کے پاس بھیجا۔

اس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ایک رات بڑے اسرار حاصل ہوئے، بہت خوش ہوئے، فرمایا: جو اسرار اللہ تعالیٰ نے مجھے اس رات دیئے، کسی کے پاس نہیں ہوں گے۔ اللہ نے ایک مینڈک کو ان کے پاس بھیجا، مینڈک نے فصیح زبان میں کہا کہ: وہ رات کے اسرار میں نے بیان کئے، یعنی اللہ نے ہر مخلوق میں اسرار رکھے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اپنی مخلوق کی حقیقت میرے سامنے کھول دے، قرآن کے مطابق ہر جانور، ہر پرندہ، ہر چیز اللہ کی حمد و تسبیح کرتی ہے، اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ: میں اپنی فوج (لشکر) کو خود ہی جانتا ہوں، ساری مخلوق اللہ کی فوج ہے، وہ

اللہ ہی اپنی فوج کو جانتا ہے، صرف ملائکہ ہی نہیں ہر جانور اللہ کی فوج ہے۔

نسبت حاصل کرنے کے لئے عمل، مولانا محمد بلال مقیم مدینہ منوّرہ کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف سے خاص رُوحانی تحفہ

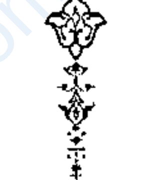
حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رات کو چار رکعت نفل پڑھیں اور ان کا ثواب حضرت اویس قرنیؒ کو بخش کر ان کی طرف متوجہ ہو جائیں، ان کی نسبت حاصل ہو جائے گی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اور نسبت حاصل ہو سکتی ہے۔ فرمایا: جن صاحب کو یہ نسبت حاصل کرنی ہے، یہ عمل کرلیں، نفل پڑھیں چار رکعت کے ساتھ پڑھ کر ثواب بخشیں، بخشش کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مولانا بلال (مقیم مدینہ طیبہ) سے فرمایا: آپ روضۂ شریف سے دُعا لائے ہیں، ہم نے آپ کو یہ سبق دے دیا۔

القائی نسبت کیا ہے؟

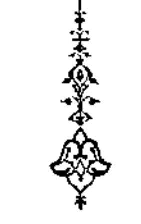
حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: بعض حضرات اللہ والے نسبت القا کر دیتے ہیں، حضرت خواجہ باقی باللہ نے ایک مرید کے متعلق کہا کہ: میں اگر کمزور نہ ہوتا تو اس کو فلاں مقام پر پہنچا دیتا۔ حضرتؒ نے مولانا بلال صاحب اور دیگر علماء حضرات سے کہا کہ: میں تو آج آپ سے ملنے آیا ہوں، میرا سانس چڑھ گیا ہے۔ فرمایا: میں تو اَب دُعا ہی کر سکتا ہوں۔ فرمایا: میرے صرف دو خلفاء سلسلے کو چلا رہے ہیں، ایک کوئٹہ میں شیخ الحدیث تھے، اور ایک ماشاء اللہ عبدالسلام (راقم الحروف) ہے۔ فرمایا: نسبت القاء ہوتی ہے، لیکن یہ بڑے لوگ کرتے ہیں۔ فرمایا: میں معافی چاہتا ہوں، میں نے بڑی باتیں کی ہیں، اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ فرمایا: جب نسبت القاء ہوتی ہے، شاہد مشاہدہ کرتا ہے۔ فرمایا: کل میرے پاس ایک آدمی آیا، اس کو بیعت کیا ہے، لیکن ضرب نہیں لگائی۔

حضرت علاء الدین عراقیؒ کے کشف اور تصرف

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت علاء الدین عراقیؒ نے ایک سال تک حرمین شریفین میں قیام کیا، یہ شریف مکہ کا زمانہ تھا، حضرت عراق سے آئے تھے، حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے تھے کہ: خواجہ صاحب کے دسترخوان پر ایک ہزار آدمی صبح اور ایک ہزار آدمی رات کو کھانا کھاتے تھے، ان دنوں لڑائی شروع تھی، حرمین شریفین سے بغداد گئے، لیکن بادشاہ نے ان کو بغداد میں داخل ہونے نہیں دیا، بادشاہ کا خیال تھا کہ جاسوس ہے، اس سفر میں ایک سو صندوق اور پچاس اُونٹ حضرتؒ کے ہمراہ تھے، والیٔ بغداد نے ان کو روک دیا اور ایس پی کو ان کی تلاشی لینے کے لئے بھیجا، ایس پی حضرتؒ کو جانتا تھا، ایس پی دبی زبان میں حضرتؒ سے تلاشی لینے کی درخواست کی، حضرتؒ نے صندوق کی چابیاں ایس پی کے حوالہ کر دیں، جس صندوق کو کھولتا تھا، خالی ہوتا تھا، بڑا شرمندہ ہوا، حضرتؒ نے تھوڑی دیر کے بعد پھر چابیاں دے دیں اور کہا: اب جا کر دوبارہ ان کا معائنہ کرو! جب صندوق کھولے تو حضرتؒ کا صندوق ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا، پھر حضرتؒ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! میں تو غوث الثقلین کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، مجھے تمہاری جنگ سے کیا واسطہ؟ فرمایا: حضرت خواجہ صاحبؒ، صاحبِ کشف، صاحبِ کرامت اور صاحبِ تصرف تھے۔ فرمایا: خواجہ علاء الدین صاحب کے والد حضرت ضیاء الدین عراقیؒ تھے، وہ حضرت علامہ خالد کردیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔







حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مدنیؒ کا ایک خواب

۲۳ رمضان المبارک مؤرخہ ۱۳ مارچ ۱۹۹۶ء حضرتِ خلیفہ صاحبؒ سے احقر کے گھر ایک بزرگ ملنے آئے، سفید ریش بزرگ تھے، عمر تقریباً ۸۰ برس ہوگی، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذِکر آیا تو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ان کے صاحبزادے کا ایک خواب بیان کیا، ان کے بیٹے حضرت مولانا حبیب اللہ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور حضرتؒ

کے پہلے خلیفہ تھے۔ انہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور ایک خواب کا ذِکر کیا، فرمایا کہ: ان کو خواب میں سیر کرائی گئی، ایک بہت بڑا سرسبز جنگل تھا، جنگل میں ایک بہت بڑا میدان تھا، اس میدان میں بہت سارے خیمے تھے، میں نے پوچھا: یااللہ! یہ خیمے کس کے ہیں؟ جواب ملا: یہ احمد علی لاہوری کے خیمے ہیں، دائیں طرف والے خیمے ان علماء کے ہیں جنہوں نے احمد علی لاہوری سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی، بائیں طرف والے خیمے ان لوگوں کے ہیں جن کو احمد علی لاہوری کے ساتھ تعلق تھا، یہ احمد علی لاہوری کے مرید ہیں۔ پھر میں نے پوچھا: یا اللہ! اس وقت دُنیا میں سب سے زیادہ کامل انسان کون ہے؟ جواب ملا: جہان میں اس وقت دُنیا میں سب سے کامل انسان احمد علی لاہوری ہیں، اس کے بعد مجھے ہندوستان اور پاکستان کی خانقاہوں کی سیر کرائی گئی، دکھایا گیا کہ کہیں پر قوتِ باہ کے نسخے تیار کیے جارہے ہیں، کہیں پر ریچھ کتے کی لڑائی ہو رہی ہے، اِلَّا ماشاء اللہ، کہیں کہیں پر اللہ اللہ ہو رہا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے وہ خط نقل کرنے کے لئے احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے لیا، لیکن حضرتؒ نے صرف خط کے پہلے حصے کو نقل کرنے کی اِجازت دی، دُوسرے حصے (جس میں خانقاہوں کے نام تھے) کو پڑھنے اور نقل کرنے کی اِجازت نہ دی، کیونکہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ میں اِخفاء بہت زیادہ تھا۔

ولایت کے درجات

۲۷ رمضان المبارک بروز ہفتہ ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ اِستغراق میں سر جھکایا، ان کو کشف ہوا کہ پانچویں صدی کے آخر میں ایک شخص پیدا ہوگا، ان کا لقب محی الدین ہوگا، اور نام عبدالقادر ہوگا، اس کا قدم ہر ولی کے اُوپر ہوگا، اور وفات کے بعد بھی دُنیا کا متصرف ہوگا۔ حضرتؒ نے فرمایا: میں نے بھی سر جھکا لیا تاکہ ان کا قدم میری گردن پر بھی ہو۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: یہ بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے۔ فرمایا:

ولایت کے بھی درجات ہوتے ہیں۔ فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اِمام مہدیؒ ایک ہزار سال کے بعد آئیں گے اور میری نسبت ان کو حاصل ہوگی۔
حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مجدد صاحب کو اللہ ربّ العزّت نے ریت کے ذرّات، حجر و شجر، سماوات کی سیر کرائی اور وہ اس مقام پہنچے کہ جنت عرشِ معلیٰ کے کس طرف ہے اور دوزخ کس طرف ہے؟ فرمایا: حضرت مجدد صاحب بڑے مقام کے آدمی ہیں۔ ان کے مقام کو کون پہچان سکتا ہے؟ اللہ نے ان کو وہ دیوار بھی دِکھائی جو سمندر میں میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان حائل ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں غوث الثقلین کا نائب ہوں! سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ نے خواب دیکھا کہ نصف قرآن اُٹھ گیا ہے، حضرتؒ نے تعبیر کی کہ میری وفات کے بعد مقامات ختم ہوجائیں گے اور ولایت باقی رہے گی۔ فرمایا: مقامات کے نام یہ ہیں:

① توبہ ② انابت ③ زُہد ④ ریاضت ⑤ ورع
⑥ قناعت ⑦ توکل ⑧ تسلیم ⑨ صبر ⑩ رضا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اگر ان میں سے کسی کو ایک کا کچھ حصہ اگر کسی مل جائے تو وہ خلافت کا حق دار ہے۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) عرض کرتا ہے کہ اس موقع پر فرمایا کہ: اللہ ربّ العزّت نے آپ کو توکل کا حصہ عطا کیا ہے۔

حضرتؒ نے مزید فرمایا کہ: سالک کا دِل دُنیا کی فانی چیزوں سے سرد ہوجائے اور ختم ہوجائے، یعنی کہ سالک کے دِل کی گہرائیوں میں یہ یقین جم جائے کہ دُنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے، اس لئے دُنیا سے لاتعلق ہوجائے، اس کو زُہد کہتے ہیں۔

وَرع کے بارے میں فرمایا کہ: سالک دُنیا کی ساری اشیاء (جمیع اشیاء) مثلاً غیر محرم کا دیکھنا، شریعت کے خلاف قدم اُٹھانا، یعنی سالک صرف اس چیز کو اختیار کرے

جس کا شریعت حکم دیتی ہے، باقی ہر چیز سے رُکا رہے، اس کو وَرع کہتے ہیں، ورع کے کئی درجے ہیں:

①:... پہلا درجہ عوام کا ہے کہ عام آدمی ہر حرام، مشتبہ چیز سے پرہیز کرے، جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

②:... دُوسرا درجہ خواص کا ہے کہ نفس وشیطان اور خواہشات جو اِنسان کے دِل میں آتی ہیں، اس سے دِل کو بچائے۔

③:... یہ درجہ خواص الخواص کا ہے، جس کو انگریزی میں ''وی وی آئی پی'' کہتے ہیں، ہر وہ بُری چیز جس کا دِل اِرادہ کرتا ہے، اس سے رُکا رہے۔

فرمایا: ورع ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی، ظاہری ورع یہ کہ سالک اَمرِ الٰہی کے بغیر حرکت نہ کرے، باطنی ورع یہ ہے کہ قلب کے اُوپر ماسویٰ اللہ کے کسی چیز کا گزر نہ ہو۔ فرمایا: اگر نفس دُنیا کی طرف مائل ہو تو اس کو جبراً روک دے، دُنیا سے نفرت کرنے لگے۔ فرمایا کہ: سالک کے لئے مال ومتاع عدم اور وجود برابر ہوجائے، یعنی نہ ملنے پر حسرت نہ ہو اور ملنے پر مسرت نہ ہو۔ توبہ کے بارے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: گناہوں کو یاد کرکے سالک کے دِل میں دُکھ پیدا ہوجائے گا، پھر اس گناہ کو ترک کرے اور اس خواہش کو روکے، جتنی کوشش ہوسکتی ہے۔ فرمایا توبہ کی کئی قسمیں ہیں:

①:... عوام کی توبہ: سارے گناہوں سے توبہ کرے۔

②:... سالکین کی توبہ: باطنی گناہوں سے توبہ کرنا۔

③:... متقین کی توبہ: شکوک وشبہات اور وساوس سے توبہ۔

④:... محبین کی توبہ: غفلت سے توبہ کرنا۔

⑤:... عارفین کی توبہ سب سے اَعلیٰ ہے، کیونکہ جب وہ ایک مقام سے دُوسرے مقام پر پہنچتے ہیں تو پہلے مقام کو ادنیٰ سمجھ کر اس سے توبہ کرتے ہیں، اسی طرح یہ عمل جاری رہتا ہے۔

حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف کا کشف

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت مولوی احمد صاحب عیدگاہ والے (والد محترم مفتی عبدالقدوس ومولوی شعیب صاحب) حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب موسیٰ زئی شریف والے کے مرید تھے، ایک دن گھر پر کپڑے دُھل رہے تھے، صرف ایک چادر اوڑھ رکھی تھی، اور تہبند پہنا ہوا تھا، شیخ کا خیال آیا اور اسی حالت میں اِحرام کی طرح لباس میں ملبوس موسیٰ زئی شریف روانہ ہوگئے، شیخ نے پہلے سے ان کے لئے نئے سلے ہوئے کپڑوں کے جوڑوں کا اِنتظام کر رکھا تھا، درزی کو کہا کہ مولوی احمد ڈیرہ اسماعیل خان سے آرہا ہے، اس طرز کا جوڑا بنالو، حالانکہ شیخ کو ان کی آمد کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔



نسبت کی تعریف



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو نسبت کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کو نسبت دیتے ہیں، نسبت بڑی چیز ہے۔

اللہ والوں کی ہر چیز میں برکت ہوتی ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جس سال میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا، اس سال موضع چکیرہ ضلع سرگودھا کے مولانا احمد شاہ صاحب بھی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ تربیت تھے، حضرت احمد شاہ صاحب حضرت مدنی سے دورۂ حدیث پڑھ کر آئے تھے، فرمایا کہ: میں نے فراغت کے بعد مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے کہا: پاکستان میں تم کو شیخ مل جائے گا، شیخ اگر نزدیک ہو تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے! حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی ان دنوں بہت شہرت تھی، حضرت شاہ صاحب حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا: اگر زندگی رہی اگلے سال حج کے موقع



پر مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو اِجازت دِلواؤں گا! لیکن افسوس کہ حج سے پہلے حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ وفات پاگئے۔ حضرت شاہ صاحب رمضان شریف میں حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن سناتے تھے، فرمایا: میں جب لاہور گیا، شاہ صاحب میرے ساتھ اکٹھے رہے، حضرت شاہ صاحب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اس سال حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن سُنایا، حضرت شاہ صاحب اکثر فرماتے تھے کہ: میں روزانہ ایک لاکھ مرتبہ اسم ذات کا ذِکر کرتا ہوں، اور مراقبے کے دوران جب ایک منٹ کے لئے مجھے اونگھ آتی تھی، میں ایسا ہشاش بشاش ہوجاتا تھا کہ سالہا سال تک سویا ہوں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ ساری اسمِ ذات کی برکت ہے۔ فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ساڑھے دس لاکھ کے قریب وظائف کرتے تھے، یہ خبر ''خدام الدین'' میں بھی آئی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: میرا تجربہ ہے، وہ دِن بھی بڑا ہوجاتا ہے اور رات بھی بڑی ہوجاتی ہے۔ فرمایا: لوگوں کے لئے وہی دن رات رہتا ہے۔ فرمایا: غافلین کے دن رات مختلف ہوجاتے ہیں، ذاکرین کے دن رات لمبے ہوجاتے ہیں۔ اور غافلین ہے ہے کرتے رہتے ہیں کہ سورج جلد غروب ہوگیا، ذاکرین افسوس کرتے ہیں بڑی چھوٹی رات تھی، یعنی غافلین دن کو اہمیت دیتے ہیں، دُنیاوی کام دن میں ہوتے ہیں، اور دن کے گزرنے پر افسوس کرتے ہیں، اور ذاکرین رات کو اہمیت دیتے ہیں، اللہ سے خصوصی تعلق اور مناجات کے لئے رات ہوتی ہے اور رات کے گزرنے پر افسوس کرتے ہیں۔

عشق جاگ رہا ہے اور تم سو رہے ہو

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک اللہ والے گزرے ہیں، ان کا ذِکر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے اپنے ملفوظات میں کیا ہے، اپنے مریدوں کو اُٹھا کر کہتے تھے کہ: تم لوگ عشق کا دعویٰ چھوڑ دو، ارے بدبختو!

جاگو! عشق جاگ رہا ہے اور تم سو رہے ہو! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آج کل رسمی پیر ہیں اور رسمی مرید ہیں۔

میرے لنگر کا کھانا ضائع مت کرو!



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب جو کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کندیاں شریف والے کے پردادا پیر تھے، رات بارہ بجے بخاری شریف کا درس دیتے تھے، صرف آدھ گھنٹے کے لئے گھر جاتے تھے، واپس آ کر طلبہ کو دیکھتے تھے کہ کون جاگ رہا ہے اور کون سو رہا ہے اور کون مراقبہ کر رہا ہے؟ صبح کی نماز کے بعد مراقب ہوتے تھے اور اشراق کی نماز کے بعد تسبیح خانے میں تشریف لے جاتے تھے اور مریدوں کو بلا کر کہتے تھے کہ: میرے لنگر کا کھانا ضائع مت کرو، یعنی جس مقصد کے لئے آئے ہو، اس کو پورا نہ کیا تو یہ لنگر کا کھانا ضائع کرنا ہوا، لنگر کا کھانا تو ذکر و شغل کرنے والوں کے لئے ہے۔



حضرت مدنیؒ کا ایک واقعہ

ایک دفعہ راقم الحروف (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ)، شیخ الحدیث مولانا علاء الدین اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے، حضرت مولانا دوست محمد صاحب ناظم مدرسہ نے ثوبت ثرید کا اِنتظام کیا تھا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بات آ گئی، خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر میں تقریباً نوّے ہزار کا مجمع تھا، اور اللہ پاک نے ان کی برکت سے سارے مجمع والوں کو اسٹیج پر نبی علیہ السلام کی زیارت کرادی۔



فیضانِ نظر

ایک مجلس میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین کو مخاطب ہوئے فرمایا کہ: میں نے اپنی آنکھوں سے اگر کسی اللہ والے کی توجہ کا اثر دیکھا ہے تو

وہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تھی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مبشرات

حضرت کو راقم الحروف نے ایک خواب بیان کیا کہ احقر کی بائیسکل خشک دریا کے اندر کھڑی ہے اور اس کے اُوپر دریا کا پانی آجاتا ہے، وہ سائیکل صاف پانی میں ڈُوب جاتی ہے، حضرتؒ نے کہا کہ: سائیکل سے مراد سواری یعنی رُوح ہے، اور پانی اللہ کی رحمت ہے۔ حضرتؒ کو بتایا کہ حضرت مولانا احمد شعیب صاحب عیدگاہ والے درسِ قرآن میں مراقبے کے دوران بہتے پانی کا لمبا نالا دیکھا، حضرتؒ نے فرمایا کہ: یہ مبشرات حضرت مجدد الف ثانی والے ہیں، حضرت مجدد صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت (صحبت) میں تین ماہ گزارے اور مراقبے میں دریائے بے کنار کو دیکھا، ان کے شیخ نے فرمایا کہ: شیخ احمد! یہ اللہ کے فیض کا نور ہے۔

اولیائے کرام اور ان کے خدام

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: میں اور اُستاذِ محترم حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے، اولیاء حضرات کا ذِکر ہو رہا تھا، اُستاذ صاحب نے فرمایا کہ: اولیاء کے خادم اپنے حضرات کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار کھڑے رہتے تھے۔ فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کا خادم صاحب داد ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار کھڑا رہتا تھا۔ حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ پکارتے: ''او صاحب داد!'' جواب ملتا: جی قربان! حضرتؒ فرماتے تھے کہ: اللہ برکت دیوے حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا خادم عشاء تک ان کی خدمت میں رہتا تھا۔ فرمایا: بقول شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم کے ایک دن سیّدنا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بغیر معمول کے باہر نکلے، میں کوزہ ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا، حضرتؒ خانقاہ

سے باہر نکلے، میں حضرتؒ کے پیچھے ہوگیا، حضرتؒ بغداد شہر کے صدر دروازے پر پہنچے، دروازہ خود بخود کھل گیا، میں حضرتؒ کے ساتھ گیا، بغداد شہر کے چند قدم پر روشنی ہی روشنی نظر آئی، سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ روشنیوں کے شہر میں ایک مکان کے اندر ایک کمرے میں گئے، وہاں پر سجے ہوئے تخت پر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک دُوسرا شخص نورانی چہرے والا نظر آیا، اور حضرتؒ کے ساتھ بیٹھ گیا، کچھ دیر کے بعد چار آدمی ایک جنازہ اُٹھا کر کمرے کے اندر لائے، حضرتؒ نے اس شخص کا جنازہ پڑھایا، اس کے بعد ایک شخص کمرے میں آیا اس نے زنار پہنا ہوا تھا، حضرتؒ نے اس کا زنار کاٹا اور تاج اس کے سر پر رکھ دیا، اس کمرے میں تخت پر پہلے سے کچھ حضرات بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ حضرتؒ دوبارہ بغداد شہر پہنچے، صدر دروازہ کھل گیا، حضرتؒ دوبارہ خانقاہ میں واپس آئے اور اپنے کمرے میں آرام کے لئے چلے گئے، تہجد کے وقت پھر اُٹھے، خادم نے کوزہ پکڑا ہوا تھا، حضرتؒ نے وضو وغیرہ کیا، تہجد پڑھی، وظائف کئے، صبح اِشراق کے بعد خادم نے رات کے واقعے کے بارے میں پوچھا، حضرتؒ نے خادم سے کہا: تم کہاں تھے؟ جواب دیا: میں ساتھ تھا! حضرتؒ نے منع فرمایا، دوبارہ ایسا مت کرو، ورنہ کبھی رہ جاؤ گے۔ حضرتؒ نے کہا: روشنیوں والا شہر اندلس کا شہر تھا، کمرے میں سارے حضرات ابدال تھے، میرے ساتھ تخت پر بیٹھنے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے، زنار والا سو سالہ کافر تھا، اس کو ہدایت دے کر اللہ نے ابدال کا مقام عطا کیا، جنازہ ایک ابدال کا تھا، جنازہ اُٹھانے والے بھی ابدال تھے، اللہ رَبّ العزّت جسے چاہے عزّت دے، جسے چاہے جو مقام عطا کرے۔





مسند احمد میں شترح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہلِ شام کا ذِکر آیا، کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت کیجئے۔ فرمایا: نہیں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ: ابدال (جو اولیاء اللہ کی ایک قسم ہے) شام میں رہتے ہیں، اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں، جب کوئی شخص ان میں



سے مر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دُوسرا شخص بدل دیتا ہے، ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے، اور ان کی برکت سے دُشمنوں پر غلبہ ہوتا ہے، اور ان کی برکت سے اہلِ شام سے عذاب دُور ہٹ جاتا ہے (مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر:۸۹۶، ج:۱ ص:۱۱۲)۔

صوفیاء کے مکتوبات وملفوظات میں ابدال، قطب، اوتاد، وغوث وغیرہ الفاظ اور ان کی صفات وبرکات تصرفات پائے جاتے ہیں، حدیث پاک میں ایک نظیر سے دُوسری نظیر کی تائید ہوتی ہے، امر مسلّم ومعلوم ہے، برکات تو اس حدیث میں منصوص ہیں، اور تصرفات، قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے قصے سے ثابت ہوئے ہیں (التکشف، شریعت وطریقت) (از مرتب)۔

ایک ہندوستانی بزرگ کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: ایک دفعہ دو افغانی حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے جارہے تھے، کراچی سے بحری جہاز پر بیٹھے، ان کے سامنے ایک ہندوستانی بزرگ اِحرام باندھے بیٹھے تھے، وہ افغانی جہاز میں ہندوستانی بزرگ کی خدمت بھی کررہے تھے، تین دِن تک ان کی خدمت کی، افغانی آپس میں بزرگوں کی باتیں کررہے تھے اور کہہ رہے تھے: فلاں بزرگ ایسا ہے، فلاں ایسے ہیں، فلاں نے یوں کہا، ہندوستانی بزرگ نے پوچھا: تم خود کیا ہو؟ تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے ہندوستانی بزرگ سے کہا: تم کیا کرلوگے؟ ہندوستانی بزرگ جوش میں آگئے اور کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: گرم حلوہ! ہندوستانی بزرگ نے چھتری کو کھینچا اور سمندر میں اُلٹادیا، جب باہر نکالی تو گرم حلوہ سے بھری ہوئی اور گھی سے لبریز تھی، افغانیوں کو دے دیا، افغانی حیران ہوگئے، جب جہاز ساحل کے قریب پہنچا، تختے لگانے سے پہلے ہندوستانی بزرگ نے ایک قدم سمندر کے کِنارے رکھ کر چھلانگ لگائی، جب تختے لگ گئے ایک افغانی ان کے پیچھے بھاگا کہ یہ تو کوئی ولی معلوم ہوتے ہیں، کچھ دیر بعد وہ ہندوستانی غائب ہوگیا۔

مراقبہ حقیقتِ محمدیہ کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: مراقبہ حقیقتِ محمدیہ کی حقیقت کامل طور پر صرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوئی، اس کے علاوہ ان کے بیٹے حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوئی، اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی، سالہا سال اس پر لگ جاتے ہیں۔

اللہ کی ذات ہے، کشف وکرامات مقصود نہیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ بندے نے جب شروع میں حضرت سے تربیت لینی شروع کی تو اَوائل میں خوشبو محسوس کرتا تھا، کیا ایسی خوشبو کا کسی اور مرید نے عرض کیا ہے؟ حضرتؒ نے نفی میں جواب دیا، اور پھر فرمایا: یہ اللہ کی دین ہے! فرمایا: مقصود اللہ کی ذات ہے، مبشرات اور کشف وکرامات مقصود نہیں ہیں، اگر بندہ ذاکر ہے، ذِکر کرتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ کا شکر اَدا کرے، اور اگر غافل ہے تو افسوس کرے اور اِستغفار کرے!

دُنیا ان کی وجہ سے قائم ہے

۹ رجنوری ۱۹۹۹ء کی بات ہے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آج پروفیسر نصرت اللہ اور ان کا بڑا بھائی عصمت اللہ (مقیم رائے ونڈ شعبۂ مستورات) آئے تھے، نصرت اللہ حال ہی میں تھائی لینڈ میں سات مہینے کا تبلیغی سفر کرکے آئے تھے، پروفیسر صاحب نے کہا کہ وہاں پر ایک مسلمان کو دو کروڑ اسی لاکھ روپے کا تجارت میں نقصان ہوا، لیکن اس کو پرواہ تک نہ تھی، وہ کہہ رہا تھا: دُنیا آنی جانی چیز ہے! حضرتؒ نے فرمایا: عجیب لوگ ہیں، دُنیا ان کی وجہ سے قائم ہے۔ پھر فرمایا کہ: پیرانِ پیر خواجہ نقشبند کا ایک تجارتی جہاز سامان لے کر آرہا تھا، لوگوں نے اِطلاع کی کہ سمندر میں طوفان آیا ہوا ہے، جہاز ڈُوب گیا ہے، آپ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکایا، پھر کہا: الحمدللہ! پھر ایک شخص آیا اس نے کہا:

حضرت! طوفان ٹل گیا ہے، جہاز محفوظ ہے۔ آپ نے سر جھکایا، پھر کہا: الحمدللہ! لوگوں نے کہا کہ: حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے دونوں مرتبہ الحمدللہ کہا۔ کہا: میں نے دونوں مرتبہ دِل کی طرف توجہ کی، دِل اللہ کی یاد سے غافل نہیں تھا، تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

(معلوم ہوا کہ اصل چیز حق تعالیٰ شانہٗ کی یاد ہے، پریشانی میں بھی اور اطمینان اور خوشی کی حالت میں بھی، اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو، حالات آنے جانے والی چیز ہے۔ از محمد بلال)۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کشفیہ حالات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو کشفِ عینی حاصل تھا، ایک دفعہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے قلعے میں گئے، وہاں پر انہوں نے ایک نور دیکھا اور خوشبو محسوس کی، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے صفائی والے سے پوچھا: یہاں پر کوئی قبر ہے؟ اس نے کہا: نہیں ہے! حضرتؒ چلتے گئے اور ایک جگہ نور کا چشمہ دیکھا جو کہ آسمان تک جارہا تھا، حضرت لاہوریؒ وہاں پر مراقب ہوئے اور فارسی میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی، کہا: میں علی ہجویری ہوں، کہا: دُوسرا علی ہجویری میرا ہم نام ہے، یہ میرے کئی سال بعد آیا ہے، یہ بھی ہجویری ہے اور اسی محلّہ کا ہے جس کا میں ہوں۔ فرمایا: میں کشف المحجوب والا ہوں، وہ دُوسرا ہے۔ حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: پانی بتاسکتا ہوں کہ زنا کے غسل کا ہے یا بیوی کے غسل کا ہے!

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ساڑھے دس لاکھ ذِکر کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ کئی کام کرتے تھے۔ فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سر والی آنکھوں سے چیزوں کو دیکھتے تھے۔ فرمایا: جس کا طیب رزق ہے، اس کو کشف سر والی آنکھوں سے ہوتا ہے۔ فرمایا: حضرت خواجہ معصوم (فرزند مجدد الف

ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی خادمہ تھی، حضرتؒ کے پاس روٹی لاتی تھی، غفلت میں جو روٹی پکتی تھی، حضرتؒ اس کو علیحدہ کر دیتے تھے، جو روٹی توجہ سے پکتی تھی، اس کو علیحدہ کر لیتے تھے۔

اللہ ربّ العزّت حفیظ ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: میں کلورکوٹ میں امامِ مسجد تھا، ایک گھر کی چھت گر گئی، لوگوں نے چھت کا سامان اُٹھایا، بچے ہنس رہے تھے، بیل وغیرہ محفوظ تھے، کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔ فرمایا: وہاں ایک دراز قد، مونچھوں والا نوجوان کھڑا تھا، اس نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا کہ: اللہ ایسا ہونا چاہئے!

اللہ والے بڑے نازک ہوتے ہیں، ان لوگوں کی خدمت میں رہنا بڑا مشکل ہے



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: اللہ والے بڑے نازک ہوتے ہیں، حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ تشریف لائے، خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ تقاضے کے لئے گئے تھے، ان کی کتابیں چارپائی پر پڑی تھیں، حضرتؒ نے کہا: کس کی کتابیں ہیں؟ جواب ملا: خواجہ عثمان کی۔ اچھا! ہم نے سمجھا خواجہ عثمان ہمارا ہے، یہ تو کتابوں کا ہے! (مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس حقیقت وطریقت لینے آئے تھے اور یہاں علمِ ظاہری میں لگ گئے، جبکہ شیخ تصوّف کے پاس رہ کر ان کی ہدایات کے مطابق ذِکر واَذکار میں لگنا چاہئے)۔ توجہ ہٹانے پر خواجہ عثمان چٹ ہوگیا، یعنی خالی ہوگیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ رُجوع کیا، تب جاکر پچھلی حالت لوٹ کر آئی۔ فرمایا: ان لوگوں کی خدمت میں رہنا بڑا مشکل کام ہے، یہ بڑے نازک لوگ ہوتے ہیں، جیسے دربارِ نبوّت میں رہنا مشکل ہے۔

فرمایا: ہم (حضرت خلیفہ صاحب اور راقم الحروف) پہلی دفعہ ۱۹۹۳ء میں عمرے پر گئے، ڈیرہ والوں نے مدینہ میں کھانا کھایا، ہم نے منع کیا تھا کہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرنی، ڈیرہ والوں نے دعوت کی، وہ دعوت مصیبت بن گئی، جٹ لوگوں کی طرح انہوں

نے مدینہ بیٹھ کر خرافات کیں، ہم دونوں تنگ ہو گئے، میں نے کہا: چلتے ہیں، مدینہ سے نکلتے ہیں، خطرہ ہے۔ شیخ الحدیث اُستاذ مولانا سراج الدین صاحب نے فرمایا تھا: مدینہ طیبہ میں چالیس نمازیں ادا کرنی مستحب ہے، مولانا سراج الدین صاحب میرے اُستاذ تھے۔

دُوسری دفعہ ۱۹۹۵ء میں عمرے پر گئے، اللہ نے خزرج والوں کے حوالے کر دیا، ان لوگوں نے دعوت کی، ان لوگوں کے اندر ہر قسم کا ادب تھا، گفتگو بھی طریقے کی تھی، دُوسرے عمرے میں ہم آرام سے رہے، مدینہ طیبہ انسان جائے وہاں پر موت آ جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں قبر بن جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے معافی ہو جائے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پہلی دفعہ مدینہ طیبہ گئے، اِمام مالکؒ کے مہمان رہے، اِمام مالکؒ نے فرمایا: کہاں کے رہنے والے ہو؟ عرض کیا: مکہ قریشی ہوں! اچھا: شافعی تم ہو؟ صرف ایک روٹی اور ایک کھیر کا پیالہ ہوتا تھا، کچھ عرصے مدینہ میں رہے، پھر بغداد چلے گئے، بغداد میں کافی عرصے رہے، بغداد سے قافلہ مدینہ طیبہ آ رہا تھا، انہوں نے ساتھ جانے کی درخواست کی، مدینہ میں منبر سجا ہوا تھا، لوگ انتظار میں تھے، اِمام صاحب کو لوگوں نے کندھوں پر اُٹھایا اور منبر پر بٹھا دیا، اِمام مالکؒ نے طلبہ سے سوال کیا، طلبہ جواب نہ دے سکے، اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بوڑھے سے کہا کہ: تم جواب دے دو! بوڑھے نے جواب دے دیا، اِمام مالکؒ نے توجہ نہ کی، یہ عمل تین دفعہ ہوا، تیسری دفعہ کے بعد اِمام صاحبؒ کھڑے ہو گئے، اِمام مالکؒ نے اس بوڑھے سے فرمایا: کیا جواب تم نے دیا تھا؟ اس بوڑھے نے کہا: نہیں بلکہ ایک نوجوان (اِمام شافعی) نے جواب دیا ہے، پوچھا: کون ہو؟ مکہ کے ہو؟ قریشی ہو؟ اِمام مالکؒ نے اِمام شافعیؒ کو منبر پر بٹھایا، پھر اس کے بعد گھر لے گئے، گھر میں قالین تھے، اُونٹ تھے، خچر تھے، رُخصتی پر سارا سامان میرے حوالے کر دیا، اُونٹ لدے ہوئے تھے، اِمام شافعیؒ نے کہا: کہاں میں اس سرزمین کو گھوڑوں کے پاؤں سے روندوں جس زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں، مجھے شرم آتی ہے، اِمام مالکؒ ساری زندگی مدینہ میں بغیر جوتوں کے رہے، اِمامِ اعظمؒ بارہ دِن رہے، ان

دنوں میں انہوں نے نہ چھوٹا پیشاب کیا، نہ بڑا، بہر صورت ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کا ادب کیا ہے۔ فرمایا: مدینہ کے لئے کسی کا دِل نہیں کرتا، مدینہ، مدینہ ہے!

اصل کرامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک آدمی گیا، کہا: حضرت! تیس یا چالیس دن ہوگئے، آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا: ارے نیک بخت! یہ کرامت تھوڑی ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے میں اس کی زمین پر چلتا پھرتا ہوں، حق تو یہ ہے کہ وہ مجھے زمین پر دھنسا دے، چوبیس گھنٹے جو نافرمانی کرتے ہیں، ایک کام بھی اس کی رضا کے لئے نہیں کرتے۔ فرمایا: اصل کرامت شریعت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اِتباع ہے۔

شیطان سے بچنا آسان، نفس سے بچنا مشکل ہے



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: شرف الدین منیریؒ نے فرمایا کہ: شیطان سے بچنا آسان ہے، "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ"، یا "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ لو، شیطان ہٹ جائے گا، لیکن نفس کے حملے سے بچنا بہت مشکل ہے، اس کا علاج صرف مجاہدہ ہے، یعنی ہمت کر کے نفس کی خواہش کے خلاف کرنا اور یہی بڑا جہاد ہے، نفس کہتا ہے کہ: "تم نے بڑی اچھی نماز پڑھ لی" بس نفس نے مارلیا۔

ایک بوڑھی عورت کی دُعا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: ایک بوڑھی عورت دُعا مانگا کرتی تھی کہ اللہ میں کمزور ہوں، میرے دُشمن چھپے ہوئے ہیں اور طاقتور ہیں، مجھے نظر نہیں آتے، اے اللہ! ان چھپے ہوئے دُشمنوں سے میری حفاظت فرما اور میری مدد فرما (یعنی شیطان اور نفس)۔

اللہ کی ساری مخلوق ہمہ وقت اللہ کو یاد کرتی ہے

بتاریخ ۲/مارچ ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی، حضرتؒ کو بخار تھا، حضرتؒ کو دوائی کھلائی، مفتی حسین احمد بھی موجود تھے، (یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں)۔ حضرتؒ کو ۹۹.۴ درجے کا بخار تھا، حضرتؒ نے فرمایا: اصل میں مجھے بخار نہیں ہے، میں آج کل نفی اِثبات زیادہ کررہا ہوں، پتا نہیں کس وقت موت ہوجائے۔ احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) اور مفتی صاحب نے فرمایا کہ: آپ صحت کو مدنظر رکھیں، آپ کے ہزاروں مرید اللہ اللہ کررہے ہیں، ان سب کا ثواب آپ کو آرہا ہے۔ احقر نے کہا: باقی مرید اللہ اللہ کررہے ہیں میں تو نالائق ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا: ماشاء اللہ! آپ دو کام کررہے ہیں، اللہ اللہ بھی کررہے ہیں، اور مخلوق کی خدمت بھی۔ پھر فرمایا: حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ گدھا دو کام کرتا ہے، ایک خدائے حقیقی کا اور ایک خدائے مجازی کا، خدائے حقیقی کا کام یہ ہے کہ گدھا ہر وقت اللہ اللہ کرتا رہتا ہے، اور خدائے مجازی کا کام یہ ہے کہ ہر وقت مالک کے بوجھ کو اُٹھاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ: اللہ کی ساری مخلوق ہمہ وقت اللہ کو یاد کرتی ہے، سوائے انسان کے۔ فرمایا: حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک چیونٹی نے اللہ سے فریاد کی کہ: اے اللہ! مجھے معاف فرمائیں، میں تو ہر وقت آپ کا ذِکر کرتی ہوں، لیکن آج غفلت ہوگئی، کیونکہ میں بیمار تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے ایک پاؤں پر چڑھ گئے، جس کی وجہ سے میری ٹانگ ٹوٹ گئی، تو بیماری کی وجہ سے میرے ذِکر میں کمی آگئی، اللہ نے فرمایا کہ: میں حضرت (علی رضی اللہ عنہ) سے آپ کا بدلہ لوں گا، چیونٹی نے کہا: آپ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے بدلہ نہ لیں، کیونکہ وہ بے خبری میں میرے اُوپر چڑھ گئے، میں چھوٹی مخلوق ہوں، انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:





اے علی آج رات تو ہلاک ہو جاتا، اگر چیونٹی تجھے معاف نہ کرتی۔

حضرت مولانا سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب فاضل دیوبند (مرحوم) حضرتؒ کے خلیفہ مجاز کا واقعہ

ماسٹر احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں مولانا مرحوم کے ساتھ تھا، وہ حضرت خلیفہ صاحبؒ کو ان کی مسجد میں حالات سنانے لگے کہ انہوں نے ذِکر کرتے وقت دیکھا کہ ذِکر کے دوران مسجد میں حضرت خلیفہ صاحب بالکل میرے سامنے بیٹھے تھے اور حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہوا میں معلق تخت پر موجود تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مولانا صاحب سے فرمایا: جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ میری تعبیر ہے، اللہ اس پر قادر ہے کہ لطائف کو ان صورتوں میں دکھا سکتا ہے۔



خواجہ نظام الدین تونسویؒ کی سخاوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی پاسداری

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلے میں فرمایا کہ: میں تونسہ (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) گیا تھا، وہاں پر خواجہ نظام الدین (خانقاہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی) سے ملاقات ہوئی، ہم نے صبح کی نماز پڑھی اور دربار پر آگئے، قوّال دربار کے آگے بیٹھے ہوئے تھے، ایک نوجوان آ گیا، حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ: میرا والد فوت ہوگیا، اس پر اتنے ہزار قرضہ ہے، مہربانی فرما کر میرے والد کو جہنم سے آزاد کرادو! حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس وقت میرے پاس ایک روپیہ بھی نہیں ہے، ہفتے کے بعد آجائیں، میں ان کو جہنم سے آزاد کرادوں گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب دربار سے گرم خانے میں چلے گئے جو شیش محل کے ساتھ تھا، وہاں پر ایک بوڑھے نے درخواست کی: میرے

ساتھ اِمداد کروتا کہ میں حج پر چلا جاؤں! کہا: خدا کی قسم! میرے پاس روپیہ بھی نہیں ہے، فرمایا: تم درخواست دے دو، ہفتے کے بعد آجاؤ۔ اس نے کہا: میرے پاس درخواست کے پیسے بھی نہیں ہیں۔ فرمایا: تم ہفتے کے بعد آجاؤ، سب کچھ ہو جائے گا۔ فرمایا: حضرت نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا کہ: اے اللہ! اگر تو مجھے کیمیا گر بنا دیتا تو تیری ایک مخلوق بھی بھوکی نہ رہتی۔ سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ: ایک مراثی حضرت خواجہ صاحب کے پاس گیا کہ گندم کا زمانہ آگیا ہے، میں سیّد ہوں، مجھے گھوڑا دے دیں تا کہ میں اس پر سوار ہو کر کھیتوں میں جا کر خیرات اکٹھی کر سکوں۔ اپنے آپ کو سیّد بنایا ہوا تھا، حقیقت میں سیّد نہ تھا، حضرتؒ نے خادم کو بھیجا کہ پیر سائیں کو اصطبل میں لے جاؤ اور اس کو قیمتی گھوڑا دے دو۔ مراثی نے کہا: مجھے یہ والا گھوڑ دے دو! خادم نے کہا کہ: یہ حضرت خواجہ صاحب کی سواری کا گھوڑا ہے، کوئی اور گھوڑا لے لو! لیکن پیر سائیں اِصرار کرتا رہا کہ مجھے حضرت والا گھوڑا چاہئے جس پر آپ سوار ہوتے ہیں۔ خادم نے حضرتؒ کو بتایا، حضرتؒ نے کہا: اس کو میرا والا گھوڑا دے دو، پیر سائیں گھوڑا لے کر چلا گیا، لوگوں نے کہا: حضرت! یہ فلاں بستی کا منادی کرنے والا ہے، حضرتؒ نے کہا: مجھے معلوم ہے، لیکن اس نے اپنے آپ کو سیّد ظاہر کیا، میں نے اس نسبت کی وجہ سے اس کو اپنا گھوڑا دے دیا ہے۔ فرمایا: میں نے اس کو گھوڑا نہیں دیا ہے، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑا دیا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت خواجہ نظام الدینؒ بہت بڑے آدمی تھے۔

گولڑہ شریف کی خانقاہ اور برکات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام محی الدین جو کہ حضرت پیر مہر علی شاہ کے بیٹے اور خلیفہ تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ روزانہ بارہ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور گنج العرش اور دُرودِ تاج پڑھا کرتے تھے، خانقاہ میں ایسی برکت تھی کہ لوگ خالص گھی کے ٹن لاتے تھے اور منی آرڈر کی لائن لگ جاتی تھی، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ:

میں نے گھی کے ٹن اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ فرمایا: ایک بڑے ماچہ (چارپائی جس پر پچاس کے قریب آدمی بیٹھ سکتے تھے) پر بیٹھے ہوئے تھے، اور مندرجہ بالا وظائف پڑھ رہے تھے، وظائف پنج گنج کا بھی وظیفہ کرتے تھے، ایک خادم حضرت پر پنکھا جھلتے تھے، حضرت کے یہاں روزانہ قوالی ہوتی تھی، جب حضرت دربار پر جاتے تھے لیکن قوالی میں ساز نہیں ہوتا تھا، جیسا کہ آج کل مولود پڑھتے ہیں۔ فرمایا: حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ وغیرہ کی مجالس میں بھی ساز نہیں ہوتا تھا، لیکن بعد کے حضرات حضرت خواجہ سلیمان تونسوی اور حضرت پیر مہر علی شاہ کی قوالی میں ساز ہوتا تھا۔

سلسلۂ نقشبندیہ

طریقۂ نقشبندیہ خلیفہ اوّل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری ہے، جن کا ایمان عام اُمت کے ایمان سے بھاری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام عمر کی نیکیوں سے ان کی ایک نیکی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر فرمائی ہے، غرضیکہ اُمت میں بالاتفاق انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد آپ کا مرتبہ ہے۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ کا نام حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہوا ہے، کیونکہ آپ اِمام الطریقہ ہیں۔ طریقہ عالیہ سلسلۂ قادریہ کے اِمام قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور طریقہ چشتیہ کے اِمام حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

جب حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ علم طریقت میں مرتبہ اِجتہاد کو پہنچے اور آپ کے اِرشاد کا زمانہ آیا اور آپ کے مرشد حضرت سیّد امیر طلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اِجازت طریقہ عنایت فرمائی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے روزِ اوّل سے اُمت کے لئے آسانی کرنے والا پیدا فرمایا تھا، جب آپ نے طریق صوفیاء میں

طلبہ حق کو دیکھا اور سنا کہ کسی نے سالہا سال سے سونا ترک کر دیا ہے، اور کسی نے شب کو جاگنا اور دِن کو روزہ رکھنا اختیار کیا ہے، اور کسی نے دو ختم کلام اللہ روز پڑھنا مقرّر کیا ہے، کسی نے پانچ سو رکعتیں روز پڑھنا اپنا معمول بنایا ہے، کسی نے ایک کمبل میں تیس تیس، چالیس چالیس برس گزارے ہیں، کسی نے اسی برس تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا، کسی نے پیر پھیلانا موقوف کر دیا، وغیرہ وغیرہ تو ''کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا'' (ہر کام کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وقت مقرّر ہے، وہ کام اسی وقت ہوتا ہے) نے ظہور پکڑا نوشتہ روزِ اوّل نے سینہ مبارک حضرت خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ میں جوش پیدا کیا اور آپ سربسجدہ ہو کر خدا کی جناب میں عرض کرنے لگے: ''اِلٰہی اُمت کے قویٰ ضعیف ہوگئے، اب ان میں قوّت وہمت سختی کھینچنے کی نہ رہی، خیر و برکت کا زمانہ اور نبوّت کا زمانہ ان سے دُور ہوتا جاتا ہے، اپنے فضل سے مجھ کو ایسا طریقہ عنایت فرما کہ جو آسان ہو اور تجھ تک جلد پہنچانے والا ہو'' پندرہ دِن تک آپ یہ گریہ زاری کرتے رہے، صرف نماز باجماعت یا حوائجِ ضروریہ کے لئے حجرے سے باہر تشریف لاتے، پندرھویں دِن رحمتِ اِلٰہی کا دریا موجزن ہوا، اِلہام ہوا کہ اے محمد بہاء الدین! ہم تجھ کو وہ طریق عنایت فرماتے ہیں کہ جو ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھا، یعنی وقوفِ قلبی اور اِتباعِ سنت نبوی، آپ نے اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کیا، اور سرسجدے سے اُٹھایا اور اس طریق کو رِواج دیا، بفضل تعالیٰ اس طریق نے ایسی ترقی کی کہ اب کروڑوں آدمی ملک رُوم، شام، کردستان، عرب، بخارا، ترکستان، کابل، چین، ہندوستان، غرض سب جگہ اس سلسلۂ مبارک میں ہیں، آپ سے لوگ دریافت کرتے کہ آپ کے اس سلسلۂ جدید میں کیا فائدہ ہے؟ تو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ: طریق سب مبارک اور نورٌ علیٰ نور ہیں، اور سب خدا تک پہنچتے ہیں، لیکن جو طریق اللہ نے مجھے عِنایت فرمایا ہے، اس میں آسانی بہت زیادہ ہے، اور اس سے بہت جلد خدا تک پہنچا جا سکتا ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خواجہ نقشبند بہاء الدینؒ کا ایک واقعہ

مؤرخہ ۵ رجون ۱۹۹۲ء بروز سوموار ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت بہاء الدین نقشبندؒ جن کے نام پر نقشبندیہ سلسلہ مشہور ہے، حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، سیّد امیر کلالؒ کے خلفاء، مریدین ان کے اِردگرد مراقب رہتے تھے اور برتن بنانے میں لگے رہتے تھے اور باری باری ہر خلیفہ برتنوں کی بھٹی کو آگ لگاتا تھا، حضرت بہاء الدینؒ دُوسرے خلفاء سے بعد میں حلقۂ اِرادات میں شامل ہوئے، لیکن حضرتؒ ان کی طرف زیادہ توجہ دیتے تھے تو دُوسرے خلفاء میں رشک کا مادّہ پیدا ہوا کہ آج کوئی لکڑی اکٹھی نہ کرے، حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بہاء الدینؒ سے کہا کہ: آج رات آپ نے بھٹی کو آگ لگانی ہے! جب حضرتؒ عشاء کی نماز کے بعد آگ سلگانے کے لئے بھٹی کی طرف گئے تو دیکھا کہ کوئی لکڑی وغیرہ موجود نہیں ہے، حضرت بہاء الدینؒ بڑے پریشان ہوئے کہ شیخ کا حکم ہے، لکڑیاں بھی نہیں ہیں، اب کیا ہوگا؟ اس مختصر وقت میں لکڑیاں جمع کرنا بھی مشکل ہے، بہرحال بھٹی کے منہ پر بیٹھ کر مراقب ہوگئے اور ساری رات متوجہ رہے، اَذان کے وقت مسجد میں آگئے، صبح کی نماز کے بعد حضرتؒ نے پوچھا: آج رات آگ کس نے لگائی تھی؟ جواب ملا: بہاء الدین نے! بہاء الدین کو فکر تھی کہ اگر آگ نہ لگی تو برتن تیار نہیں ہوں گے اور لنگر کا سارا خرچہ برتنوں کی آمدنی پر منحصر ہے، جب برتن نکالے گئے تو دیکھا گیا کہ سارے برتن پکے ہوئے ہیں اور ہر برتن پر اسمِ ذات لکھا ہوا ہے، شیخ کو اس کی اِطلاع کی گئی، شیخ نے برتن منگوا کر دیکھے تو سب برتنوں پر اسمِ ذات لکھا ہوا ہے، حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بہاء الدینؒ نے سارا واقعہ سنایا، حضرتؒ بڑے خوش ہوئے اور فرمانے لگے: بہاء الدین! تو نے برتن بنائے توجہ سے، ہم نے توجہ سے اللہ کی قدرت میں تجھے کامل کردیا۔ یہ تھے کامل حضرات ان کی توجہ

مریدین کو سونا بنا دیتی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ عملیات وغیرہ ایسے گپ شپ ہے، یہ ظاہری ٹپ ٹاپ سے تکمیل نہیں ہوتی، حضرتؒ نے فرمایا: توجہ کا تعلق دِل سے ہے، دِل کو خدا کی طرف متوجہ کرنا ہے، پھر دِل طالبِ علمی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، دِل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، اللہ کے نام کی برکت ہوتی ہے، جب اللہ والا دُوسرے آدمی کے دِل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ کا نام اِلقاء ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ دِل کے اندر توجہ سے القاء کرتا ہے۔



حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور خانقاہ کے چولہے کی راکھ

مؤرخہ ۱۳/اکتوبر ۱۹۹۸ء کو احقر نے شیخ الحدیث مولانا علاءالدین صاحب کے درسِ قرآن کے بعد مہمان خانے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی، حضرتؒ کے پاس ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا، حضرتؒ نے کہا: یہ حافظ اور عالمِ دین ہے اور جامعہ اشرفیہ لاہور کا فارغ التحصیل ہے اور خلیفہ عبدالرسول کا پڑپوتا ہے، جو کہ خواجہ ابراہیم صاحب موسیٰ زئی والے یا حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ تھا، حضرتؒ نے کہا: میں ان کے ساتھ حضرت خواجہ سراج الدین صاحب کی باتیں کر رہا ہوں، حضرتؒ نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت اِبراہیم صاحب (حضرت خواجہ سراج الدین صاحب کے بیٹے) اور خواجہ غلام حسن صاحبؒ صبح کی نماز کے بعد مراقب ہوئے، مراقبہ اور اِشراق سے فارغ ہو کر دونوں ایک کمرے میں چلے گئے، حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ نے حضرت خواجہ اِبراہیم صاحبؒ سے کہا: میری جھولی میں کچھ ڈال دو! جب کمرے میں دونوں چارپائی پر بیٹھ گئے تو حضرت خواجہ اِبراہیم صاحبؒ نے فرمایا: آپ تو ہماری خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے چولہے کی راکھ تک لے گئے، اب مزید ہم آپ کو کیا دیں؟ مطلب یہ تھا کہ آپ یہاں سے کافی فیض حاصل کر چکے ہیں۔



حضرت سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مراقبہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت دوست محمد قندھاری، حضرت خواجہ عثمان دامانی اور حضرت خواجہ سراج الدین عجیب قسم کے لوگ تھے، ایک دفعہ سیّد حسین احمد مدنی، علمائے ہند کے ووٹوں کے سلسلے میں پاکستان میں ڈیرہ اسماعیل خان (موسیٰ زئی شریف) تشریف لے گئے، وہاں پر ان حضرات کے پاس کھڑے کھڑے ایک گھنٹہ مراقب رہے اور لوگوں نے ان کے دِل کی آواز سنی، ہنڈیا کے اُبلنے کی طرح ان کے سینے میں سے آواز آرہی تھی۔

خواجہ سراج الدینؒ یا خواجہ محمودؒ کا فیض زیادہ ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف والے نوجوانی میں ۳۵ سال کی عمر میں وفات پا گئے، ان کو آنتوں کا مرض لاحق تھا، حکیم اجمل خان کے پاس حضرت خواجہ سراج الدینؒ اور خواجہ محمود صاحبؒ دونوں اکٹھے گئے، حکیم اجمل خان دِلّی والے سے لوگوں نے پوچھا کہ: ان دونوں میں کس کا فیض زیادہ ہے؟ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ: میں اس لائن کا آدمی نہیں ہوں، لیکن اتنا پتا ہے کہ خواجہ محمود کے پاس ہندوستان کے رُؤسا اور اہل اللہ اکٹھے رہتے تھے، جبکہ خواجہ سراج الدین کے اِردگرد ہندوستان کے جید علماء اور فضلاء اکٹھے رہتے تھے۔



ایک خواب کی تعبیر

مؤرخہ ۵/جون ۱۹۹۷ء کو سحری کے وقت حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: جس رات میں گھر چلا گیا اور صبح الیکشن تھے، الیکشن ۱۹۹۷ء رات کو عجیب خواب دیکھا کہ میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوں، مجھے صرف ایک جملہ نظر آیا، باقی سارے الفاظ مٹے ہوئے تھے، صاف کاغذ نظر آرہا تھا، کوئی لفظ نہیں تھا، حضرتؒ نے کہا: میں نے زندگی بھر ایسا



خطرناک خواب نہیں دیکھا، اس الیکشن میں کسی عالمِ دِین کا اِنتخاب نہیں ہوا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل کرے، قربِ قیامت میں قرآن کے الفاظ اُٹھالئے جائیں گے، ورق سارے خالی ہوں گے، علماء کے بارے میں بھی آیا ہے کہ علمائے حق ختم ہو جائیں گے، اس کے بعد قرآن کے حروف و معانی اُٹھالئے جائیں گے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: دِین کی سمجھ رکھنے والا کوئی شخص منتخب نہیں ہوا، اسلام کی پیچیدگیاں تو علمائے کرام جانتے ہیں، یہ تو عوام ہیں، خواہ کتنی ڈگریاں بھی رکھتے ہوں، فرمایا: علمائے حق کی مخالفت دِین کی مخالفت ہے۔ فرمایا کہ: لوگوں میں علماء کی پہچان نہیں آئی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا علاء الدین صاحب کو لوگوں نے ووٹ نہیں دیئے، حالانکہ جید علماء میں سے ہیں۔ فرمایا کہ: جب حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید جب فوت ہوئے حضرتؒ کے ایک خلیفہ نے ان کے مرنے سے پہلے خواب میں دیکھا کہ قرآن پڑھتا ہوں اور نصف قرآن آسمانوں پر اُٹھ گیا ہے، حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ: میرے بعد اولیائے کرام کے مقامات ختم ہو جائیں گے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرتؒ کے خواب میں اور میرے خواب میں تقریباً ڈھائی سو سال کا عرصہ گزر گیا۔ فرمایا: اللہ پاک سے دُعا ہے کہ اللہ مجھے اِسلام کی تکلیف نہ دِکھائے، اللہ پاک اہلِ اسلام کو اپنی پناہ میں رکھے اور اس محرومی سے بچائے، اللہ پاک سچے دِین میں رکھے، حضرتؒ نے دُعا پڑھی: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ'' فرمایا: اسمبلی میں سب جانور منتخب ہو گئے ہیں، فرمایا: جیسا کہ قرآن پاک کے نویں پارے میں آیت آتی ہے کہ ان کے دِل بھی ہیں، آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں۔



فرمایا: جانور، مالک کے گھر کو جانتا ہے، جب جانور چرنے کے لئے جنگل میں جاتے ہیں، واپسی پر گھر آتے ہیں، لیکن انسان اللہ کا باغی بن گیا ہے، اللہ کی قدرتوں کو دیکھنے کے باوجود اللہ کی حکیمانہ حکمت کو دیکھ کر بھی خلقت نافرمان ہے۔ فرمایا کہ: اللہ نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے، کشتی کو ایک کنارے سے دُوسرے کنارے پر کون لے جاتا ہے؟ انسان اپنی حقیقت کو نہیں جانتا، اگر یہ حقیقت کو پہچان لیتا تو گمراہی سے نکل جاتا۔ حضرت خلیفہ

صاحبؒ نے فرمایا: انسان کی حقیقت کیا ہے؟ پیشاب کا ایک ناپاک قطرہ ہے، اسی پیٹ میں رہتا ہے جو غلاظت سے بھرا ہوا ہے، جب دُنیا سے باہر آتا ہے تو اسی ناپاک جگہ سے گزر کر آتا ہے، یہ تو اِنسان کی حقیقت ہے، روزمرّہ کے واقعات انسان دیکھتا ہے، لوگ دُنیا سے جارہے ہیں، مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، سب جارہے ہیں، لیکن پھر بھی بے توجہی ہے، اور اِنسان اندھا ہے۔

کافر کے لئے مسمریزم اور ولی کے لئے کرامت

احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) نے ایک مجلس میں حضرت خلیفہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ: حضرت! جب آپ تشریف نہیں رکھتے ہیں اور گاؤں چلے جاتے ہیں تو میں خواب کی تعبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب سے پوچھتا ہوں، اُستاذ صاحب اکثر کہتے ہیں کہ: پیارا خواب ہے! تعبیر بھی دیتے ہیں، لیکن ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ: یہ مسمریزم ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: اگر یہ مسمریزم ہوتا تو حضرت معین الدین چشتی ایک ہی توجہ سے ۳۶ لاکھ لوگوں کو مسلمان کرتے، فرمایا: یہ کافروں کے لئے مسمریزم ہوتا ہے جو کہ مجاہدات اور ریاضت کرتے رہتے ہیں اور ان کو کچھ نظر آجاتا ہے، مسلمان کے لئے تو رُؤیائے صادقہ ہیں اور حدیث کے مفہوم کے مطابق سچا خواب نبوّت کا چھیالیسواں درجہ ہے اور ولی کے لئے یہ کرامت ہوتی ہے۔

حضرت خلیفہ غلام محمد دِین پوریؒ کا مجاہدہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوریؒ برجھنڈی شریف گئے، خادم کو کہا: میرا بستر نہیں ہے، سخت سردی ہے۔ خادم نے کہا: حضرت کو عرض کروں گا! حضرتؒ نے فرمایا: غلام محمد کو بلاؤ! حضرت حافظ محمد صدیق صاحب نے فرمایا کہ: غلام محمد بھی بستر میں سوئیں اور آپ بھی اس کے بعد غلام محمد نے سترہ سال تک بغیر بستر کے پھوڑیوں میں گزارا، شیخ نے سارے ہند کی قطبیت کی خوشخبری سنائی۔

ولایتِ احمدیہ زیادہ ہے بہ نسبت ولایتِ محمدیہ کے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ولایتِ احمدیہ زیادہ ہے، بہ نسبت محمدیہ کے۔ فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمینی نام محمد کے دو میم ہیں، اور آسمانی نام احمد میں ایک میم ہے۔ فرمایا: احمد سے میم نکال دو تو احد رہ جاتا ہے، محمد سے میم نکال لو تو حد رہ جاتا ہے۔ فرمایا کہ: اللہ کا ذاتی نام ھُو ہے، الف اور لام خوبصورتی اور زینت کے لئے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا لاَ اِلٰہ کی جگہ میں الاھُو کہوں فرمایا: بیٹا اللہ کا اصل نام تو ھُو ہے، یہ تین حروف عظمت کے لئے ملائے گئے ہیں، فرمایا اگر الف اور لام کو ہٹا دیں تو صرف ھُو رہ جائے گا کیونکہ وہ ذات باقی ہے۔







قرآنِ کریم کی برکات

تراویح سے فارغ ہونے کے بعد احقر اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاری خان زمان نائب ناظم مدرسہ نعمانیہ کے کمرے میں گئے، حضرتؒ نے پہلے لوگوں کی قربانیوں، حفظ قرآن کا شوق اور قرآن کریم کی برکات کا ذکر شروع کیا، حضرتؒ نے فرمایا: پہلے طلبہ میں ذوق ہوتا تھا، سوکھی روٹی کھا کر، راتوں کو جاگ کر، صبح سویرے تہجد کے وقت اُٹھ کر (شاگرد بھی اور اُستاذ بھی) قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ فرمایا: اس زمانے میں جس درس میں جاتے تھے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ حضرتؒ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ موضع کوٹ جائی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، میانہ قوم کے تین بھائی تھے، بڑے بھائی کا نام اُستاذ عبدالکریم تھا، کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے، اور تینوں بھائی حافظ قرآن تھے۔ روزانہ تینوں بھائی صبح سویرے کھیت میں کام کرنے سے پہلے دس سپارے قرآن پاک کے پڑھتے تھے، اس کے بعد کھیتی میں کام کرنے کے لئے جاتے تھے، روزانہ قرآن پاک کا ختم کر کے بیلوں کے گلے میں پنجالی ڈالتے تھے، ان کے زمیندارے میں اللہ رَبّ

العزّت نے ایسی برکت رکھی کہ کوئی چڑیا اگر غلطی سے ان کے زمیندارے کا دانہ چگ لیتی تھی، وہاں پر پھڑک کر مرجاتی تھی، آس پاس کے زمیندار اپنے جانوروں کو ان کے کھیتوں کے قریب نہیں جانے دیتے تھے، ڈرتے تھے کہ اگر جانور نے ان کے کھیت سے کھالیا تو جانور سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

اللہ والوں نے اس کے لئے بڑے مجاہدات کئے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے شیخ چشتیاں (مہار شریف) میں رہتے تھے، حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ تونسہ سے پیدل مہار شریف جاتے تھے، سفر شروع کرتے وقت کمر کس لیتے تھے اور چنے ساتھ لے لیتے تھے، راستے میں نماز کے اوقات میں نماز کے لئے ٹھہرتے تھے، ورنہ پیدل سفر جاری رکھتے تھے، ان کے پاؤں پیدل سفر کی وجہ سے خون آلود ہوجاتے تھے، والدہ نے ان کو کانٹے دار جھاڑیوں کے باڑ دے کر ان کو بند کر رکھا تھا، لیکن جب ان کو شیخ کا خیال آتا تھا یہ بے تاب ہوجاتے تھے، ایک دفعہ کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑ سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تو جھاڑیوں میں گر کر بُری طرح زخمی ہوگئے، لیکن شیخ کے پاس پہنچ گئے۔ اگر خدا ایسے ہی ملتا تو لوگ اتنی محنت کیوں کرتے؟ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: رَبّ ملتا ہے قربانی سے، خالی دُعا سے نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جانیں دیں، رسول اللہ مل گئے، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ نے جان و مال اور ہر قسم کی قربانی دی فرمایا: کہاں دین پور (سندھ) اور کہاں شیخ لاہوری کہاں جھنجانوی اور کہاں تھانوی، کہاں دہلی اور کہاں سرہند شریف، اور کہاں کابل، کہاں کردستان اور کہاں دِلّی۔ فرمایا: حضرت علامہ خالد کردی کردستان (عراق) نے مدینہ اور مدینہ طیبہ سے دِلّی کا سفر کیا، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے کابل سے حرمین، حرمین سے عراق اور عراق سے دِلّی کا سفر کیا۔

عشق کے سامنے کوئی چیز رُکاوٹ نہیں بنتی

۷رمضان المبارک مؤرخہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۶ء کو صبح سحری کے وقت عزیز الرحمٰن (خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفار صاحب اور حضرت غلام رسول صاحب) والے کی بات ہوئی کہ اسلام آباد سے ڈیرہ اسماعیل خان آئے تھے لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے حضرت کے پاس لعل ماہڑہ حاضر نہ ہوسکے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: یہ عشق کی بات ہوتی ہے، کہنے لگے: یہ عشق تھا جو کہ غلام رسول کو پیدل ڈیرہ اسماعیل خان سے لاہور لے گیا تھا۔ اللہ ربّ العزّت فرماتے ہیں کہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اگر بلاؤں اور درمیان میں آگ ہو تو وہ آگ کی پروانہ کرتے ہوئے میرے پاس آجائیں گے۔ پھر فرمایا کہ: حضرت خواجہ پیر پٹھان سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی والدہ نے خاردار جھاڑیوں کی دیوار کے ذریعے گھر میں بند کر رکھا تھا، لیکن وہ اس خاردار دیوار کو عبور کر لیتے تھے، زخمی ہو جاتے تھے اور زخمی حالت میں اپنے شیخ کے پاس پہنچ جاتے تھے۔



حضرت احمد گل صاحبؒ کا مجاہدہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: احمد گل صاحب پہاڑ پور (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) والے اللہ کے عجیب ولی تھے۔ پھر فرمایا: جب ہم وضو کرتے تھے، وہ ساری نماز پڑھ لیتے تھے، دن کو گھاس اور کھجور بیچتے تھے، اور روزی سے فارغ ہو کر پیدل اپنے شیخ مولانا عبدالحلیم صاحب ٹوپی والے کی خدمت میں پہاڑ پور سے پنیالہ تشریف لے جاتے تھے، رات وہاں پر شیخ کے پاس گزارتے تھے، اور پھر صبح سویرے پہاڑ پور کی طرف روانہ ہو جاتے تھے، راستے میں پنیالہ سے کھجور خرید کر راستے میں پہاڑ پور میں بیچتے تھے اور رات کو پھر پیدل پہاڑ کے راستے پہاڑ پور سے پنیالہ کا سفر کرتے تھے۔ پھر فرمایا: اللہ ربّ العزّت گھر بیٹھ کر آسانی سے نہیں ملتا ہے، شیخ کی صحبت و معیت اختیار کرنی پڑتی ہے۔

پالکی والے نمبر لے جاتے ہیں

۱۰ ررمضان المبارک مؤرخہ ۳۱ رجنوری ۱۹۹۶ء کو تراویح کے بعد حضرت خلیفہ صاحب مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں تشریف فرما تھے، مفتی حسین احمد صاحب سے حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا کہ: کمزور ہوگیا ہوں! عرض کیا: حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پالکی میں بیٹھا کرتے تھے، اور حضرت مولانا اشرف پشاوریؒ بھی ایسے ہی معذور تھے، ان کو تو مرید کاندھوں پر اُٹھا کر چلتے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: وہ بڑھیا تھے۔ فرمایا: ایک شیخ تھا وہ اتنا صاحبِ کمال تھا کہ مراقبے میں جھونلے میں جھولا کرتا تھا، دُوسرے علاقے میں دُوسرے شیخ تھے، وہ پالکی میں ہوتے تھے، دونوں کے مریدین تھے، جھولے والے کا مرید اپنے شیخ کی بڑی تعریف کرتا تھا، پالکی والے کے مرید نے کہا: مجھے کبھی اپنے شیخ کے پاس لے چلو! ایک دن وہ لے گیا، وہ شیخ اور ان کے کئی مریدین بیٹھے ہوئے تھے، سب کے سب مراقب تھے، یہ بھی ایک کونے میں مراقب ہوگیا، جب جھولے والے شیخ پر توجہ ڈالی وہ جھولے سے بمعہ اس کے مریدین کے دھڑام سے گر پڑا، تین مرتبہ یہ عمل ہوا، اس کے بعد وہ پالکی والے کا مرید کمرے سے نکل گیا، اس نے دوست سے کہا کہ: مجھے اپنے شیخ سے تخلیہ میں ملاؤ، تخلیے میں دوست نے پیر سے کہا کہ: تمہارے اُوپر شیطان مسلط ہے! پیر نے سب مریدین کو چھٹی دے دی اور کہا: جاؤ جس کے پاس جاتے ہو! اور خود اس سے سبق لینے لگا، صحیح اسباق لینے کے بعد وہ صحیح اللہ والا بن گیا، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: پالکی والے نمبر لے جاتے ہیں، ان میں سچی رُوحانیت ہوتی ہے۔

نہ وہ شیخ رہے، نہ مرید، قحط الرجال ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: نہ وہ شیخ رہے، نہ مرید، قحط الرجال ہے، جو صحیح ہیں، چھپ گئے ہیں۔ فرمایا کہ: حضرت سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) تشریف لائے، یہ تقسیمِ ہند سے پہلے کی بات ہے، حضرت خلیفہ صاحبؒ ووٹوں کے موقع پر آئے تھے، موسیٰ زئی شریف حضرات (دوست محمد قندھاریؒ، خواجہ عثمان دامانیؒ، حضرت خواجہ سراج الدینؒ) کی قبور کے ساتھ کھڑے ہوکر متوجہ ہوئے، مسجد کے مینارے کے قریب کھڑے تھے، لوگ قسم کھا رہے تھے کہ ہم نے اپنے کانوں سے حضرت سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قلب کی آواز سنی، ہنڈیا کی طرح ان کے سینے سے آواز آرہی تھی، مسلسل ایک گھنٹے تک کھڑے کھڑے مراقب رہے، ایسے لوگ گزرے ہیں جو ایک سانس میں ۱۰۱ مرتبہ نفی اِثبات کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ حرمین شریفین جاتے تھے، پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے تھے، وہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (وسیلہ) سفارش بنا کر پھر اللہ کے دربار میں جاتے تھے، مدینہ کے لوگ کہتے تھے کہ: ہند سے ایک جوان آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر سے سلام کا جواب دیتے تھے کہ (یا ولدی) فرمایا: یہ مقام تھا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا، فرمایا: حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کہا کرتے تھے: ہمت والے لوگ چلے گئے، یہ چوتھی یا پانچویں صدی کا واقعہ ہے۔



پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف والے ترکستان گئے تھے، انہوں نے حضرت مولانا رُومیؒ کی قبر پر حاضری دی اور مراقبہ کیا، حضرت مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی، اور مولانا رُومیؒ نے پیر مہر علی شاہ کو کھانے کی دعوت دی کہ کل آپ کا کھانا ہمارے پاس ہوگا۔ بہت گھبرائے کہ چونکہ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت دی ہے، شاید وہ اپنے پاس بلا رہے ہیں، لوگوں کو یہی بتایا، اسی کشمکش میں مبتلا تھے کہ حضرت مولانا رُومیؒ کی طرف سے ایک بوڑھا شخص آیا کہ مجھے حضرت مولانا رُومی صاحبؒ نے بھیجا ہے،

کھانا میرے ہاں ہوگا! پیر مہر علی شاہ نے کہا کہ دسترخوان وہی ہوگا جس پر مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ کھانا کھایا کرتے تھے، اس بوڑھے نے فرمایا: وہی ہوگا! دسترخوان دُھلا ہوا نہیں تھا، پھر کہا: کھانا بھی وہی ہوگا جو حضرتؒ کھاتے تھے تو جو کھانا دسترخوان پر چنا گیا، وہ ساگ کے لمبے لمبے اُبلے ہوئے پتے تھے، کاٹے بھی نہیں گئے، اور ایک دو اسی قسم کی سبزیاں تھیں، حضرت خلیفہ صاحبؒ فرما رہے تھے کہ یہ بات میں نے خود ایک مجلس میں پیر مہر علی شاہ سے سنی تھی، پیر مہر علی شاہ نے فرمایا: خدا کی قسم! جو مزہ اس ساگ میں تھا، زندگی بھر ایسا کھانا نصیب نہیں ہوا۔

جنت کے درجات پر چڑھنے کی بشارت کی شرح

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: اللہ ربّ العزّت نے قرآن پاک کی حفاظت کا ذِمہ خود لیا ہے، فرمایا: اللہ پاک قیامت کے دن حفاظ اور قراء حضرات سے کہے گا کہ قرآن پڑھتے جاؤ اور جنت کے درجوں پر چڑھتے جاؤ، حتیٰ کہ والناس تک پہنچو، وہ آپ کا آخری مقام ہے، اسی طرح علمائے کرام سے کہا جائے گا کہ قرآن پاک کے معنیٰ بیان کرتے جاؤ اور جنت کے درجے پر چڑھتے جاؤ، پھر اہل اللہ سے کہا جائے گا کہ قرآن پاک کے حقائق بیان کرتے جاؤ اور جنت کے درجوں پر چڑھتے جاؤ، حتیٰ کہ والناس پر پہنچو۔

سلسلۂ نقشبندیہ اور اس کی اہمیت

۱۱ر رمضان المبارک مؤرخہ یکم فروری ۱۹۹۶ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت علامہ کردی، کردستان کے رہنے والے تھے، بہت بڑے محدث، مفسر اور فقیہ تھے، اور تینوں طریقوں: قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں مجاز تھے، بلکہ ان سلسلوں میں کامل اور اکمل تھے۔ مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے، حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے

''رُوح المعانی'' کی تفسیر کئی جلدوں میں کی ہے، حضرت خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور شاگردوں میں سے تھے، حضرت علامہ کردی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں بمع خلفاء اور شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، وہاں پر اس مجلس میں ایک شخص نے سلسلۂ نقشبندیہ کی تعریف کی اور کہا کہ: آدمی اگر عالمِ دِین ہو، مفسر ہو، محدث ہو، مفتی ہو اور نقشبندیہ سلسلہ اس کو حاصل ہو جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا: میرے پاس پچاسوں احادیث کی سند ہے، مفسر بھی ہوں، محدث بھی ہوں، کہا: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی طرف منہ کر کے دُعا کریں کہ مجھے نقشبندیہ سلسلے کا شرف حاصل ہو جائے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، فرمایا: خالد! دِلّی جاؤ، وہاں پر شاہ غلام علی دہلوی سے نسبت حاصل کرلو۔ حضرت علامہ کردیؒ نے صبح پوچھا: کوئی ہے دِلّی یا ہندوستان کو جاننے والا؟ وہ شخص کھڑا ہو گیا کہ میں دِلّی کا ہوں اور حضرت شاہ غلام علی کا مرید ہوں۔ حضرت علامہ خالد کردیؒ نے سب شاگردوں اور مریدوں کو اِجازت دی کہ گھروں کو چلے جاؤ اور خود حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دِلّی تشریف لے گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا: خالد آگئے! حضرتؒ نے ان کو علیحدہ کمرہ دیا، ان کے ادب کا یہ مقام تھا کہ جوتیوں میں بیٹھا کرتے تھے، شاہ صاحب ان کو بلاکر پاس بٹھاتے تھے، لنگر اور مسجد کا سارا پانی خود کنویں سے بھرتے تھے، جب دِلّی کے علماء کو پتا چلا، سب علماء حضرت خواجہ احمد سعیدؒ کے پاس آئے، حضرت خواجہ احمد سعیدؒ حضرت شاہ غلام علیؒ کے خادم اور اجل خلیفہ تھے، ان کے پاس سفارش کے لئے لوگ آتے تھے کہ ہماری ملاقات علامہ کردیؒ سے کرائیں، پانی کی خدمت سے فراغت کے بعد کمرے میں جاکر مراقب ہو جاتے تھے، حضرت خواجہ احمد سعید دروازہ کھٹکھٹاتے تھے، اندر سے آواز آتی: خواجہ سعید! میرا وقت ضائع نہ کرو، میں یہاں پر علم جتانے نہیں آیا ہوں۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال چار مہینے میں قطبیت کی خوشخبری سنائی، اس کے بعد حضرت علامہ خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے، جس وقت حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر متوجہ ہوئے تو حضرت

خواجہ شاہ نقشبند کی رُوح متوجہ ہو جاتی، کہتے: خالد! میری طرف ہو جاؤ۔ حضرت خالد ایک دن روزہ رکھتے تھے، ایک دن اِفطار کرتے تھے، اِردگرد کے سارے ممالک، شام، دمشق وغیرہ کے لوگ مرد، عورتیں حضرتؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔

جارج پنجم کی تاج پوشی اور حضرت مولانا رحمت شاہ صاحبؒ کا فتویٰ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: مجھے جارج پنجم کی تاج پوشی اچھی طرح یاد ہے، وہ خواجہ احمد نے کرائی تھی، بڑے بڑے لوگ اس میں شامل ہونے کے لئے گئے تھے، مولانا شمس الدین کوئٹہ والے کے دادا حضرت مولانا رحمت علی شاہ صاحب تھے، انہوں نے واقعہ سنایا کہ جب میں دیوبند سے فارغ ہو کر فورٹ مین سنڈے آیا، وہاں پر ایک مسجد میں درس دیتا تھا، وہاں پر میں نے فتویٰ دیا کہ جن لوگوں نے جارج پنجم کی تاج پوشی میں شرکت کی ہے، وہ اپنا تجدید نکاح کروائیں۔ کہتے ہیں کہ ایک تحصیل دار صاحب خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، وہ میرے معتقد تھے، اس نے فیصلے کے لئے حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ کو ثالث مقرّر کیا، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ فورٹ سنڈے تشریف لائے، لوگ ان کے استقبال کے لئے آئے، ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، ایک مسجد میں ہم نے نماز اَدا کی، اِمام صاحب جب نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے، میں خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں جانب کھڑا تھا، اِمام صاحب کی داڑھی چھوٹی تھی، سنت کے مطابق نہ تھی، حضرت خواجہ صاحب نے کہا: رحمت شاہ! تم نماز پڑھاؤ۔ کہتے ہیں کہ میں بڑا خوش ہوا کہ خواجہ صاحب نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں۔ جب عشاء کے وقت سارے لوگ اکٹھے تھے، حضرتؒ نے تحصیل دار کو کہا کہ میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا، جن حضرات نے جارج پنجم کی تاج پوشی میں شرکت کی ہے یا اس کی تائید کی ہے، سب تجدید نکاح کروائیں اور اِستغفار کریں۔ حضرتؒ نے پورے دو دِن لوگوں کے تجدید نکاح میں صَرف کیے، تمام نمازیں حضرت مولانا

رحمت علی شاہ صاحب نے پڑھائیں۔

حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزوں سے نفرت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے سخت مخالف تھے، کہتے تھے کہ اگر میرا بس چلے ان کو انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی کے درمیان رکھ کر رَگڑ دُوں۔ یعنی اِشارے سے کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریز کے سخت مخالف تھے اور کہتے تھے کہ: اگر میرا بس چلے تو میں انگریزوں کو دو ہتھیلیوں کے درمیان رکھ کر رَگڑ دُوں، اشارے سے فرمایا کرتے تھے۔

اللہ کی قدرت ہے جسے جیسا چاہے بنادے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: رمضان شریف میں خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر میں رات کو سحری کے لئے بڑے بڑے پیالوں میں (بھت) چاول تیار کئے جاتے تھے، صبح سحری تک بھت ٹھنڈا ہو جاتا تھا، ہر ایک مرید (طالب علم) کو ایک روٹی کے ساتھ وہی بھت دیا جاتا تھا، حضرت غلام حسن سواگیؒ کا ایک مرید اس کا نام غلام محمد ٹوٹنڑ تھا، اس کا بہت بڑا منہ تھا، بڑے بڑے ہاتھ اور پاؤں تھے، دیو ہیکل اِنسان تھا، قوم کا سیّد تھا، اور وانڈھا سیڑھیاں کا تھا، اس نے حضرتؒ سے شکایت کی کہ: میرا ایک روٹی پر گزارہ نہیں ہوتا ہے، حضرتؒ نے اپنے خادم سے کہا کہ: اسے دو روٹیاں دے دو! کہا: اس پر بھی گزارہ نہیں ہوگا، حضرتؒ نے کہا: تین روٹیاں دے دو! کہا: گزارہ نہیں ہوگا، حضرتؒ نے کہا: جتنی مانگتا ہے دے دو، بہر حال اس دن لنگر میں اس نے ایک پیالہ چاول اور صرف آدھی روٹی کھائی، جب کھانا کھا کر فارغ ہو گیا حضرتؒ نے کہا: محمد! گزارہ ہو گیا؟ کہا: حضرت! صرف آدھی روٹی کھائی ہے اور سیر ہو گیا ہوں، اس نے کہا: پتا نہیں آپ نے کیا

جادو کر دیا ہے۔ حضرتؒ نے کہا: کیا میں یہاں پر جادو کرنے کے لئے بیٹھا ہوں؟ میں تو دُوسرے کمرے میں تھا۔ غلام محمد نے کہا: وہاں سے کچھ کیا ہے! حضرت خواجہ حسنؒ خوب مسکرائے۔

ایک دفعہ عید کے دن حضرت غلام حسن سوا گیؒ کے گھر سے طالب علموں کے لئے دو بڑے بڑے ٹرے سویاں لائی گئیں، طالب علم دیر سے آئے، غلام محمد نے دونوں ٹرے خالی کر دیئے اور پھر بھی بھوک باقی تھی، حضرتؒ نے کہا: محمد! گزارہ ہوگیا؟ محمد نے کہا: حضرت بھوکا ہوں! میرے لئے مکئی کے ڈھوڈے بھیجو اور لسی منگواؤ۔ حضرتؒ نے چار ڈھوڈے ارسال کئے اور بڑی بالٹی لسی کی منگوائی، محمد سارے ڈھوڈے کھا گیا اور ساری بالٹی لسی کی پی لی، سب ہضم کر گیا، طالب علموں کے لئے سویاں پکائی گئیں، وہ محمد ایسے گھڑ مالے کو زمین ہموار کرنے کے لئے پھیرتا تھا جس کی بیلوں کے دس جوڑے یعنی بیس بیل مل کر کھینچا کرتے تھے، اس عمل کے دوران وہ اپنا دامن چنوں سے بھر کر کھاتا جاتا تھا، ایک دفعہ اس کی بیوی نے کسی سے بدفعلی کی، اس کو پتا چلا تو ایک پاؤں بیوی کی ایک ران پر رکھا اور دُوسری ٹانگ کو ہاتھ میں پکڑ کر کھینچا اور بیوی کا جسم سر تک دو حصوں میں چیر دیا اور اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اتنا موٹا تھا کہ پولیس اس کو ہتھکڑیاں نہیں لگا سکتی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: اللہ کی قدرت ہے، اللہ جسے چاہے جیسے بنا دے۔

(زمین کو ہموار کرنے کے لئے شروع شروع میں زمیندار بیلوں کے جوڑے کے پیچھے لکڑی کا بھاری مستطیل تختہ پھیرتے تھے، جس کو سرائیکی میں ''گھڑ مالا'' کہتے ہیں-از ڈاکٹر عبدالسلام)۔

تکالیف وحوادث پر صبرِ جمیل

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت سیّد کبیر احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی حضرتؒ کو بہت مارتی تھی۔ ایک دفعہ ایک مریدان کے ہمراہ گھر

تک چھوڑنے کے لئے گیا، جیسے ہی حضرتؒ گھر میں داخل ہوئے، بیوی نے ایک بڑے ڈنڈے کے ساتھ حضرتؒ کی خوب پٹائی کی اور زخمی کردیا، مرید فوراً گھر گیا، ہیرے جواہرات کی ایک تھیلی بھر کر لایا اور حضرتؒ کے دروازے پر دستک دی، سیّد صاحب باہر نکلے، حضرتؒ صاحب نے صاف دھلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے، داڑھی کو کنگھی دی ہوئی تھی اور بہترین خوشبو لگائی ہوئی تھی، مرید نے وہ تھیلی حضرتؒ کے ہاتھ میں پکڑادی اور کہا: یہ بیوی کو دے کر اسے طلاق دے دو! حضرتؒ نے آہ بھری اور فرمایا: اس صبر کی وجہ سے تو میں اس مقام پر پہنچا ہوں۔ فرمایا: صبر کا بڑا مقام ہے!

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کا قصہ

احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) نے ایک دن حضرت خلیفہ صاحبؒ کے سامنے اپنی والدہ کی صفات بیان کیں کہ بڑی تہجد گزار تھیں اور والد صاحب کو بھی تہجد کے لئے جگاتی تھیں، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی رات کو نیا لباس پہن کر سنگھار کر کے، زیورات پہن کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتیں: میری ضرورت ہے؟ حضرتؒ جواب دیتے: نہیں! پھر جا کر دُوسرے کپڑے بدلتیں اور مصلےٰ پر کھڑی ہو جاتیں، تہجد کے لئے حضرتؒ کو بھی جگاتیں اور کہتیں: اُٹھو اللہ کے دربار میں حاضر ہو جاؤ! پتا نہیں کون سے قافلے کے ساتھ ہمارا کوچ ہے۔

شانِ توکل

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مہمان آئے، والدہ سے پوچھا: کچھ گھر میں ہے؟ فرمایا: کسی نے گندم چکی پر پسوانے کے لئے بھیجی ہے، فرمایا: اس میں کچھ گندم رکھ لیں، بعد میں دے دیں گے، مہمانوں کو پکا کر کھلا دیا، صرف ایک ہی بستر تھا وہ مہمانوں کو دے دیا، خود ساری رات ایک ہی چادر میں گزاری اور ساری رات مراقب رہے، سردیوں کی لمبی رات تھی۔ فرمایا: یہ ہے

اللہ والوں کا شانِ توکل، ان حضرات کے قلب سے محبتِ دُنیا کلی طور پر نکل چکی تھی۔

حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے کچھ حالات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: اہل اللہ نے اللہ کے نام کو پانے کے لئے بڑی بڑی ریاضتیں اور قربانیاں دی ہیں۔ فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاریؒ، قندھار سے کابل آئے اور کابل سے پشاور آئے، وہاں سے حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں پر ایک مجذوب ملے، انہوں نے کہا: تم حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے پاس جاؤ، وہاں پر تمہارا مقصود ہے۔ دِلّی جانے کے لئے پشاور آئے، پشاور میں معلوم ہوا کہ تین دن پہلے حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا دِلّی میں اِنتقال ہوگیا ہے، بہت غم زدہ ہوگئے۔ پشاور میں ایک مدرسے میں داخلہ لے لیا، کچھ کتابیں باقی تھیں، وہاں پر ایک افغان بستی تھی، وہاں پر ایک آدمی کے ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، مدرسے کے طالب علم، اُستاذ اور قاضی افغان بستی پہنچ گئے اور بستی کو لوٹ لیا، ان کی جھگی وغیرہ کو جلا دیا اور مالِ غنیمت تقسیم کرنے لگے، ایک گائے زیادہ تھی، طالب علموں اور اُستاذ کا گائے پر جھگڑا ہوگیا، تنازع ہوگیا، اور طالب علموں نے غصّے میں گائے کی دونوں پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں، گائے سرینوں کے بل بیٹھ گئی، اور خوب بلبلائی، حضرت دوست محمد قندھاریؒ کو بہت رحم آیا اور یہ واقعہ دیکھ کر طالب علمی سے توبہ کرلی۔ فرمایا: حضرتؒ مدرسہ چھوڑ کر کابل واپس آگئے، کابل کی جامع مسجد میں علم سے توبہ کا کفارہ ادا کیا، اور وہاں پر درس وتدریس کا کام شروع کردیا۔ ایک دن کابل کے بازار میں گئے، وہاں پر قوّال کھڑے تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں قوّالی گا رہے تھے، حضرتؒ نے قوّالی کے اِختتام پر ان کو افغانی ایک روپیہ، ایک رُومال اور ایک تسبیح بطور نذرانہ دے دی۔ اور وہاں سے بغداد کا سفر اِختیار کیا۔ بغداد میں دس پندرہ روز قیام کیا، حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے رہے اور دُعائیں کرتے رہے، لیکن







سینے میں جو آگ لگی ہوئی تھی وہ نہ بجھی، وہاں پر ایک شخص نے مشورہ دیا کہ تم ہرات جاؤ، وہاں پر حضرت علامہ خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ عبداللہ ہروی ہیں، بڑے صاحبِ کمال شخص ہیں، ان سے ملیں، تمہارے سینے کی آگ بجھ جائے گی۔ وہ ہرات گئے، شیخ عبداللہ سے بیعت ہوئے، انہوں نے نفی اِثبات کی تلقین کی، وہ پندرہ دن ان کی خدمت میں رہے، لیکن ان کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی، انہوں نے حضرتؒ سے کہا: مجھے کوئی حل بتاؤ، انہوں نے کہا: دہلی چلے جاؤ، وہاں پر حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین خواجہ ابوسعید کی خدمت میں جاؤ، وہ وہاں سے کوئٹہ براستہ قلات بمبئی پہنچ گئے، بمبئی میں ایک چھوٹی سی مسجد میں بوڑھا شخص ملا، اس سے عرض کیا: میں نے خواجہ ابوسعید کی خدمت میں دہلی جانا ہے، اس بوڑھے نے بتایا کہ حضرت خواجہ صاحب حج کے سفر پر جارہے ہیں اور بمبئی کے راستے جائیں گے، یہاں پر رہو، جب حضرت تشریف لائیں گے، میں آپ کو اِطلاع دے دُوں گا۔ جب حضرتؒ بمبئی آئے، ان سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بیعت کیا، حضرتؒ نے بمبئی میں بیس دن قیام کیا، میں بیس دن ان کی خدمت میں رہا، بیس دنوں میں اللہ رَبّ العزّت نے ولایتِ صغریٰ کے مقام پر پہنچا دیا۔ فرمایا: ہم نے حضرتؒ کو جہاز پر بٹھایا، حضرتؒ نے پوچھا: دوست محمد! میری واپسی تک یہاں رہو گے یا واپس دہلی جاؤ گے؟ دوست محمدؒ نے کہا: دہلی جاتا ہوں، یہاں پر بہت گرمی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا: وہاں پر میرا بیٹا خواجہ احمد سعید ہے، وہ تمہاری تربیت کرے گا۔ حضرتؒ کی روانگی کے بعد میں دہلی روانہ ہوگیا، دورانِ سفر رات کو خواب میں خواجہ سعید ملے، بڑا اچھا برتاؤ کیا، دہلی میں ان کو ویسے پایا، حضرت خواجہ سعید کا حج سے واپسی پر ضلع ٹونک میں اِنتقال ہوگیا، حضرتؒ کو دہلی میں دفن کیا گیا، اس کے بعد حضرت خواجہ احمد سعید نے مجھے بیعت کیا، ایک سال چار مہینے وہاں پر رہا، اس کے بعد انہوں نے مجھے قطبیت کی خوشخبری دی، ایک قافلہ دہلی سے کابل آرہا تھا، اس کے ساتھ مجھے کابل بھیج دیا، اور فرمایا: جو دوست محمد قندھاریؒ کی قدر کرے گا، جو اس کا خیال رکھے گا، وہ میرا خیال رکھے گا۔







حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اتنا سفر اور محنت کرنے کے بعد کچھ ملا، فرمایا: طالبِ صادق کو ملتا ہے، سونے والوں کو خدا نہیں ملتا۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ تربیت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ درس تقریباً ایک گھنٹے دینے کے بعد اپنے تسبیح خانے (ذِکر کے کمرے) میں جاتے تھے، اور صرف ایک شاگرد (سالک) کو بلاتے تھے، ان سے سبق پوچھتے کہاں پر ہو؟ کون سا سبق ہے؟ اور وہ سبق ان سے سنتے، اور ان کے سبق یعنی لطیفہ کی طرف متوجہ ہوتے، اگر کامیابی ہوتی یعنی سبق پختہ ہوتا تو دُوسرا سبق دیتے تھے، وگرنہ کہتے: جاؤ اور سبق پکاؤ! یعنی زیادہ کام کرو، حضرتؒ تاکید کرتے تھے کہ ہر تین مہینے کے بعد آیا کرو۔

ایک گُرو اور ایک اللہ والے کا قصہ

فرمایا گرداسپور (بسیاں) میں ایک پہاڑی تھی، وہاں پر ایک گُرو رہتا تھا، اس پہاڑی پر ایک بزرگ بھی رہنے لگے۔ گُرو نے بزرگ سے کہا: آپ یہاں نہیں رہ سکتے، بزرگ نے بڑی مسجد بنائی، ایک خانقاہ تعمیر کی جس میں کئی کمرے تھے، گُرو پہاڑی کے اندر گھس گیا اور پتا بھی نہ چلا کہ گُرو کہاں چلا گیا ہے؟ اس کے باقی چیلے اس پہاڑی کو چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی بصیرت

احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) ۱۹۹۹ء میں ڈیرہ اسماعیل خان سے ایبٹ آباد منتقل ہوگیا تھا، فرنٹیئر کالج ایبٹ آباد میں بطور پروفیسر پتھالوجی تعیناتی ہوگئی تھی۔ مؤرخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۹۹ء کو ڈیرہ اسماعیل خان حضرتؒ کی خدمت میں ان کے گاؤں میں ان کے گھر پر حاضری دی، حضرتؒ سے عرض کیا کہ: ہمارے فرنٹیئر میڈیکل کالج میں ۶۰ فیصد طالبات ہیں، حضرتؒ نے فرمایا: حضرت محمود غزنویؒ اپنے شیخ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں

عورتوں کو لے گئے، جنھوں نے پگڑیاں اور مردانہ لباس پہن رکھا تھا، حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے کہا کہ: ان نامحرموں کو نکال دو! محمود غزنویؒ نے کہا: یہ تو میرے وزیر اور مشیر ہیں! حضرتؒ نے کہا: میں کہتا ہوں ان نامحرموں کو نکال دو!

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نوجوان سے خطاب

ایک نوجوان، حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ رئیس اولیاء تھے، چشتیہ سلسلے کے سردار تھے، معمولی آدمی نہیں تھے، بادشاہی کو لات ماری تھی، نوجوان نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے عرض کیا: مجھے کوئی بات سنائیں! حضرتؒ نے فرمایا: بیٹا! کون سی بات سناؤں؟ میں تو خود غرق ہوں۔ نوجوان نے کہا: کس چیز میں غرق ہیں؟ کہا: مجھے علم نہیں! کہا: میں ماں کے پیٹ میں تھا، فرشتے نے سوال کیا: رَبّ العزّت اس کو سعادت مند لکھوں یا شقی؟ میں اس فکر میں ہوں کیا جواب ملا ہوگا؟ دُوسری بات جب فرشتہ میری رُوح قبض کرنے آئے گا تو اللہ سے پوچھے گا: اس کو جنت میں لے جاؤں یا جہنم میں لے جاؤں؟ مجھے معلوم نہیں فرشتہ کہاں لے جائے گا؟ فرمایا: خوف بھی ہے، رجا بھی ہے، بوڑھا رجا میں رہے، یعنی بڑھاپے میں حق تعالیٰ کی رحمت سے اُمید کا غلبہ ہوتا ہے، مایوس نہ ہو، نوجوان خوف میں رہے (تاکہ زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرے اور گناہوں سے بچے)۔

دُنیا میں بڑی چیز کونسی ہے؟

ایک بیٹے نے باپ سے پوچھا: دُنیا میں سب سے بڑی چیز کونسی ہے؟ کہا: زمین وآسمان! کہا: اس سے بڑی چیز کیا ہے؟ کہا: میرے گناہ! پوچھا: اس سے بھی بڑی چیز کیا ہے؟ کہا: اللہ پاک کی رحمت!

میری داڑھی کے بال آپ کے سر کے بالوں سے کروڑہا درجہ بہتر ہیں

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: ایک بیوہ نے حضرت

خواجہ عبدالرحمٰنؒ سے پوچھا کہ: آپ کے داڑھی کے بال بہتر ہیں یا میرے سر کے بال؟ حضرتؒ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرتؒ جان کنی کے عالم میں تھے۔ بیوہ آئی، کہا: میرے سوال کا جواب دو! پوچھا: کون سا سوال؟ سوال دُہرایا، حضرتؒ نے کہا: میری داڑھی کے بال آپ کے سر کے بالوں سے کروڑہا درجہ بہتر ہیں۔ کہا کہ: پہلے جواب کیوں نہ دیا؟ فرمایا: خاتمے کا ڈر تھا، اب اللہ رَبّ العزّت نے کامیابی کا اِشارہ دے دیا ہے (گویا موت سے پہلے غیبی بشارت مل گئی)۔



اللہ رَبّ العزّت کو سفید بالوں سے شرم آتی ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ نے پوچھا: بڈھے کیا لائے ہو؟ جواب نہ دیا۔ اللہ رَبّ العزّت نے کہا: جواب کیوں نہیں دیتے؟ کہا: حدیث میں کچھ اور پڑھا اور لکھا ہے، یہاں پر بات کچھ اور ہے! کہا: کیا ہے؟ جواب دیا: سفید بالوں سے اللہ کو شرم آتی ہے! اللہ نے فرمایا: نبی کی بات سچی، نبی سچا، راوی کی بات سچی، اللہ رَبّ العزّت نے سفید بالوں کی وجہ سے معاف کر دیا۔ پھر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے اُستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحبؒ کا حال بیان کیا کہ اپنی داڑھی کو تہجد کے وقت پکڑ کر روتے اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! ان سفید بالوں کی لاج رکھ لے!



تبلیغ والے در و دیوار کو ہمارے اُوپر گواہ بنا رہے ہیں، مولانا محمد بلال مدنی سے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طویل گفتگو



ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ قرآن کا درس دیتے تھے، حضرتؒ کے لاؤڈ اسپیکر چھوٹے چھوٹے تھے، ان کے رُخ سامعین کی طرف ہوتے تھے، بریلوی حضرات کے بڑے بڑے لاؤڈ اسپیکر تھے، فرمایا: میں اللہ کی کتاب قرآن پڑھتا ہوں، تم نعت سناتے ہو۔ فرمایا: اب میں اللہ کے

رسول کو بری الذمہ کر کے جارہا ہوں، کل یہ سوال نہیں اُٹھا سکو گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

مولانا بلال مدنی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ تو اپنا دامن چھڑا رہے ہیں، ذمہ داری ہمارے سروں پر ڈال رہے ہیں، سب لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں، اگر اِخلاص ہے تو آپ لوگ (تبلیغ والے) بَری الذمہ ہیں، فی الحال ذمہ داری ہمارے سروں پر ڈال رہے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک دن علماء کی جماعت آئی، تبلیغ والوں کا ذِکر ہوا، میں نے کہا: یہ لوگ شیعہ، بریلوی سب لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، میں نے کہا: یاد رکھو! در و دیوار کو ہمارے اُوپر گواہ بنا رہے ہیں، آپ تو علماء ہیں، یہ کام تو ایک دُکان دار بھی کر سکتا ہے، یہ دیواریں، یہ مسجد، یہ رات سب گواہی دیں گے۔

رزق کے معاملے میں زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا بلال صاحب سے فرمایا: میں پوچھا نہیں کرتا کہ مدینہ شریف میں کیا کام کرتے ہو، میرے نزدیک قرآن پاک کی ایک آیت: ''وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾'' (الذاریات) زیادہ معتبر ہے، اس میں دو جملے اور دو آیات ہیں: ''وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ'' پہلا اور ''وَمَا تُوْعَدُوْنَ'' دُوسرا فقرہ ہے، پہلے میں یہ بات ہے کہ تمہارا رزق وہاں (آسمان) پر پڑا ہوا ہے، ایک دُنیا کا رزق ہے، دُوسرا ماں کے پیٹ کا رِزق ہے، بچہ وہاں نہ کاروبار کر سکتا ہے، نہ رزق کما سکتا ہے، نہ پانی پی سکتا ہے، فرمایا: اگر ہمارے منہ پر پلاسٹک کا لفافہ چڑھا دیا جائے تو ہماری سانسیں بند ہو جائیں گی، اللہ پاک ماں کے رحم میں ہوا چلاتا ہے۔ فرمایا: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خط لکھا کہ اپنا نسب نامہ لکھیں، ایک بار، دوبارہ، تیسری بار لکھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ بار بار مجھے تنگ کر رہے ہیں، میری اِبتدا پیشاب کے ایک

قطرے سے ہوئی ہے، یہ میری اِبتدا ہے، اور اِنتہا میں میری حیثیت ایک مٹی کی مٹھی ہے، یہ میرا انجام ہے۔

وہ جو ایک قطرہ ہے سمندر کے سیپ جب باہر نکلتے ہیں منہ کھولتے ہیں تو بارش کے قطرے منہ میں چلے جاتے ہیں اور وہ اپنا منہ بند کر دیتے ہیں قطرہ اس کی تہہ تک چلا جاتا ہے، اس سیپی میں موتی، جواہرات پیدا ہوتے ہیں، وہ ایک قطرے پر صبر کرتا ہے، جو زیادہ ہوتے ہیں وہ سندک کی کوڈیاں ہوتی ہیں، اسی طرح منی کا قطرہ گیا، رحم کا منہ بند ہو گیا، باقی مادّہ خارج ہو جاتا ہے، اس قطرے نے ہم کو وجود دیا، اور اس کارخانے میں رزق دیا، وہاں کچھ نہیں کر سکتا تھا، نہ وہاں سر درد تھا، نہ کچھ بیماری، اللہ نے حفاظت کی، فرمایا: یہاں پر رزق میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے، میرے گھر میں ۲۰ اَفراد ہیں، لوگ آتے رہتے ہیں، کچھ ٹھہر جاتے ہیں، کچھ چلے جاتے ہیں۔



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خلافت دی اور مجاز کیا اور پوچھا: مولوی صاحب! شادی کی ہے؟ میں نے سفید داڑھی پکڑ کر کہا کہ: مجھے کون لڑکی دیتا ہے؟ میرے والدین فوت ہو گئے ہیں، میں جب بھائیوں کے پاس جاتا ہوں، مسجد میں رہتا ہوں، میرے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت کی اُنگلی اُوپر اُٹھائی، آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: میرا اور تیرا رِزق اس ذات کے پاس ہے، اس لئے میں زیادہ تر اس معاملے میں گفتگو نہیں کرتا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سفر پر گاؤں گئے، مسجد کے اِمام نے پوچھا: کیا حال ہے؟ پوچھا: کیا کام کرتا ہے؟ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نماز دوبارہ پڑھتا ہوں، نماز پڑھ کر جواب دُوں گا۔ کہا کہ: جماعت کے ساتھ نماز پڑھ تو لی ہے! آپ نے فرمایا کہ: یہ پوچھ کر آپ نے میری نماز خراب کر دی ہے، اس لئے دوبارہ پڑھتا ہوں، آپ کا یقین کمزور ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا قاضی عبدؔالکریم صاحب ایک

دفعہ تشریف لائے، میں نے قرآن پاک کی آیات بیان کیں، میں نے کہا: میں فتویٰ لگنے سے ڈرتا ہوں، مجھے یہ قسم والی آیت ''وَمَاتُوْعَدُوْنَ'' زیادہ زوردار لگتی ہے، میرے خدا نے قسم کیوں کھائی ہے؟ قاضی صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمایا: ''وَمَاتُوْعَدُوْنَ'' کے اندر آخرت کا وعدہ ہے، قیامت کی طرف اِشارہ ہے۔

صرف ایک ہی دروازہ کھلا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، دورانِ طواف حضرتؒ نے لبیک کہا، جواب آیا: لا لبیک! کئی مرتبہ ایسا ہوا، مرید نے کہا: اُدھر سے تو ''لا لبیک'' کی آواز آ رہی ہے! جواب دیا: میں بھی سن رہا ہوں، لیکن کیا کروں؟ کیا آپ کو کوئی دُوسرا دروازہ نظر آتا ہے؟ صرف ایک ہی دروازہ ہے!

''کسان فصلیں اُگاتا ہے'' یہ کفریہ کلمات ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: میں نے چہارم کی کتاب میں پڑھا کہ ''کسان فصلیں اُگاتا ہے'' حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کفریہ کلمات ہیں، کہا: اُگاتا میرا ربّ ہے، شفا دینے والا، اُگانے والا میرا ربّ ہے، پلید پانی سے اِنسان کو پیدا کرنے والا میرا ربّ ہے، اگر اِحتلام ہو جائے، یا ہم بستری کر لو تو جب تک غسل نہیں کرو گے، پاک نہیں ہو سکتے، اس پانی سے انسان کو بنایا ہے، اس جگہ کو دیکھو، مختصر جگہ ہے، وہاں پر رکھتا ہے نہ کوئی رزق، نہ ہوا، نہ پانی، نہ دوا، تنگ جگہ، اس میں سانس بھی بند نہیں ہوتا، جس پانی سے پیدا ہوا وہ بھی ناپاک غلیظ، اس کی غذا بھی غلیظ، جب زمین پر آتا ہے اس ناپاک جگہ سے گزرتا ہے لیکن جب دُنیا میں آتا ہے تو کہتا ہے میں ہی ہوں! وہ مقام، غذا، پیدائش سب بھول جاتا ہے، فرمایا: منی کا قطرہ ہماری اِبتدا اور قبرستان کی طرف اِشارہ کیا کہ یہ ہماری اِنتہا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ یہ قبرستان ۶۹۰ھ سے قائم ہے، یہ ہماری اِنتہا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: صدر بش کہتا ہے کہ میں سپر طاقت ہوں، بسکٹ کا ٹکڑا گلے میں پھنسا، بے ہوش ہو کر گر گیا۔ فرمایا: کراچی میں ایک مجذوب تھا، جو لوگ اس کے پاس جاتے تھے، ان کو زیرِ ناف بال دیتا تھا کہ ان کو گھول کر پی لو۔ حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملے اور فرمایا کہ: کیا کرتے ہو؟ مجذوب نے کہا کہ: جب مخلوق نے خالق کو چھوڑ دیا اور ہماری طرف توجہ کی، ہم ان کو یہی چیز دیں گے! کہا: اللہ ناراض ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہیں، ہمارے اُوپر دُشمن نفس اور شیطان غالب آگیا ہے۔

آمدنی تو کوئی نہیں، غنی سے مانگنے کا طریقہ آتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا عرض محمد (فاضل دیوبند) کوئٹہ والے نے پوچھا کہ: حضرت! آپ نے اتنے حج کر لئے ہیں، آپ کی آمدنی کتنی ہے؟ فرمایا کہ: آمدنی وغیرہ تو کوئی نہیں ہے، لیکن غنی سے مانگنے کا طریقہ آتا ہے۔ فرماتے: میں اور میرے بچے کوئی کام نہیں کرتے، لیکن اللہ ربّ العزّت ہمیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔

ہمارا کام مانگنا ہے، کرتا وہی ہے

افغانستان اور طالبان کے سلسلے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: ہمارا کام مانگنا ہے، ایٹموں کو بے اثر کرنا اس کا کام ہے۔ فرمایا کہ: حضرت عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ تشریف لائے تھے، ایک آدمی نے اولاد کے لئے تعویذ لیا، اللہ نے اولاد دی، اس کی عورت اس بچے کو اُٹھا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائی کہ اس کو دَم کر دیں اور دُعا بھی کریں۔ کہا: وہی بچہ ہے جو تم نے دیا تھا! حضرت صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ سر جھکا کر بیٹھ گئے، سر اُٹھایا اور فرمایا: ارے بدبخت! تم بھی کافر ہوئی اور مجھے بھی کافر بنا دیا، لڑکا تو اس

ذات نے دیا، فرمایا: ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاؤ، اب خالق ہم کو بنالیا ہے، اس کو کمرے سے نکال دیا۔ اور فرمایا کہ: ہمارا کام صرف ہاتھ اُٹھانا ہے، یعنی ہم دُعا کرتے ہیں، دینے والا صرف اللہ ہی ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہم کیسے ادا کریں؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ پاک کا شکر ہم کیسے ادا کریں؟ آنکھ، زبان، کان، دانت، پاؤں، ہاتھ ایک چیز کا بھی شکر اَدا نہیں کر سکتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! وہ زبان کہاں سے لاؤں جس سے تمہارا شکر اَدا کروں۔ اللہ نے فرمایا: یہی میرا شکر ہے!

سیّد کبیر احمد رفاعیؒ کی سخاوت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت سیّد کبیر احمد رفاعی کی کتاب ''البنیان المشیّد'' کا ذِکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: ان کے دسترخوان پر روزانہ ایک لاکھ آدمی کھانا کھایا کرتے تھے، جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، اور روضۂ پاک پر سلام عرض کیا، تو فرمایا کہ: یا رسول اللہ! دستِ مبارک نکالئے تا کہ میں بوسہ دوں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک نکالا اور آپؒ نے بوسہ دیا۔ نوّے ہزار کا مجمع تھا، جس میں بہت سے اولیاء اور غوث نے دیکھ لیا اور بے ہوش ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتب

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتب کے بارے میں فرمایا: حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان سے فرمایا تھا کہ: اِشارے لکھا کرو، تفصیل سے خط نہ لکھا کرو، وگرنہ لوگ فتوے دے کر گمراہ ہو جائیں گے، اور اگر خط نہ لکھ سکو تو توجہ سے بات ہوتی رہے گی۔ فرمایا کہ: حضرت شاہ غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: جب میں ان کے مکاتب پڑھتا ہوں تو میں ایسے محسوس کرتا ہوں کہ

میں ابھی تک مدرسہ (مکتب) کے الف، با پڑھ رہا ہوں۔

کشف کی قسمیں

ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ کشف دو قسم کا ہوتا ہے:

①:...کشفِ عینی۔ ②:...کشفِ اِدراکی۔



فرمایا کہ کشف عینی کا تعلق رزقِ حلال اور اکلِ حلال سے ہے، کشفِ اِدراکی قلب کی حرکت سے محسوس کیا جاتا ہے، صاحبِ قبر کی طرف توجہ کرنے سے اگر قلب کی حرکت جاری ہے تو حالات اچھے ہیں، اگر دُوسری حالت ہے تو حالات نازک ہیں، فرمایا: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید جٹ تھا، اس نے کچھ زمین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مختص کی تھی، اس کے گرد چار دیواری دی، ایک دروازہ تھا اس کے لئے اسپیشل ٹیوب ویل لگایا تھا، جس سے وہ زمین سیراب کی جاتی تھی، کپاس، گندم، چاول، چنا کاشت کرتے تھے، بھینس کے لئے چارہ، گھاس وغیرہ اس کھیت سے لاتے تھے، کپاس سے حضرت کپڑے بنواتے تھے، چنے بھون کر حضرتؒ کو دیتے تھے، گندم اور سبزی اس باغ سے آتی تھی، وگرنہ دُوسری صورت میں صاحبزادہ مولانا عبیداللہ انور بازار سے سبزی خرید لاتے تھے، ان کو کشفِ عینی حاصل تھا، حرام کے غسل اور حلال کے غسل کا پانی سے پتا چل جاتا تھا، کھانے وغیرہ کا آنکھوں سے پتا چل جاتا تھا کہ حلال کا ہے یا حرام کا؟



ابدال اور قیوم کا ذِکر



زمین بڑی مقدس ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں کے متعلق حکم ہوا کہ تم کو عجائبات دِکھلائیں گے۔ انبیاء علیہم السلام ملکِ شام میں بکثرت آئے ہیں۔ فرمایا: مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ چالیس ابدال ملکِ شام میں رہتے ہیں، جبکہ تیس دُوسرے ملکوں میں ہوتے ہیں، سب کے سب قیوم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں فرمایا کہ: ہمارے سلسلے میں ایک شخص قیومِ زمانہ ہے، وہ

پندرہ دن میں خلیفہ غلام رسول صاحب ماہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کرلے گا۔ فرمایا: جبکہ مجھے چودہ دن لگ گئے تھے، فرمایا: مجھے حکم ہوا کہ آپ کی زندگی کے دو دِن باقی ہیں، جلد حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ! فرمایا: حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کوئٹہ میں ایک سبق دیا، دُوسرے دن دو سبق دیئے۔ فرمایا: جب دُوسرے مراقبے کا رُسوخ پیدا ہوجائے، پھر تیسرا کریں، فرمایا کہ: قادریہ اور نقشبندیہ کے تین مراقبے کرتا تھا، حضرت افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سارے آپ کس وقت کرتے ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اوقات بتائے، حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ دِن میں خلافت دے دی۔

اولیائے کرام کی طبیعت مختلف ہوتی ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: ایک دفعہ ایک امیر نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ایک تیسرے ولی کی دعوت کی۔ میزبان خود ۱۲ بجے کے بعد آیا، سب کو ایک ایک ٹکا دیا اور کہا کہ: بازار جاؤ اور روٹی خرید لو! ایک نے اس ٹکے کا بوسہ لیا، دُوسرے نے آنکھوں پر رکھ لیا، حضرت مرزا جانِ جاناں نے کہا: اللہ والوں کا اِمتحان نہ لو، تباہ ہوجاؤ گے! فرمایا: یہ اپنے اپنے مراتب کی بات ہے، توجہ سے دِل کی صفائی ہوتی ہے، لطائف ذِکر کرنے لگتے ہیں، لطائف چالو ہوجاتے ہیں۔



سب قیوم کے ماتحت ہوتے ہیں

احقر (راقم الحروف) نے ایک مجلس میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قیوم کے بارے میں پوچھا، فرمایا: سارے آسمان اور زمین کا نظام اس کے پاس ہوتا ہے۔ فرمایا: حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ قیومِ زمانہ تھے۔ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ قطبیت کے درجے پر فائز تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: قیوم، قطب سے اعلیٰ ہوتا ہے، فرمایا کہ رُوئے زمین پر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا چرچا تھا۔

دارُالاسلام اور دارُالحرب کا فرق



ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بیان کر رہے تھے، میرے ساتھ ایک انگریز ہندوستان سے پاکستان آرہا تھا، انڈیا میں کسی کمپنی میں کام کرتا تھا، کہا: میں تبدیلی کروا کر پنڈی جارہا ہوں۔ وہاں پر (یعنی انڈیا میں) ایک رتی شراب کی اجازت نہیں ہے، لیکن پاکستان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے، نام صرف اِسلامی ہے۔

ہمارے دِل خنزیروں والے ہیں، لیکن چہرے انسانوں والے ہیں، حالات اعمال کے مطابق ہوتے ہیں



حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ افغانستان پر امریکی بمباری سے سخت پریشان نظر آرہے تھے، ہر وقت گہری سوچ میں رہتے تھے، احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ تصوّف نرم ہیں۔ فرمایا کہ: حضرت عبداللہ درخواستی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے اللہ پاک سست اہلِ تکوین بھیج دیتا ہے، یا ان کو واپس کر دیتا ہے کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ فرمایا: ہمارے دِل خنزیروں والے ہوگئے ہیں، لیکن چہرے انسانوں کی طرح ہیں۔ فرمایا: گھر گھر میں نافرمانی ہے، ہر اِنسان پریشان ہے، خیبر سے لے کر کراچی تک جو میرے پاس آتا ہے پریشانی کا ذِکر کرتا ہے، گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ: ایک دفعہ حضرت شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم کابل گئے، ایک چھوٹا بچہ بکریاں چرا رہا تھا، ہم نے اس سے پوچھا: اس نے ایک لکیر کھینچی کہ یہ کفرستان ہے اور پاکستان کی طرف اِشارہ کیا، اور افغانستان کی طرف اِشارہ کیا کہ یہ مسلمان ملک ہے۔



حجازِ مقدس کی ہر چیز کو اِحترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حجازِ مقدس کی ہر چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اِحترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے، سعودیوں کے عیب نکالنا بدبختی ہے۔ فرمایا کہ: وہاں کے کتے بھی مقدس ہیں، یوں سمجھئے کہ وہ لوگ جو سعودیوں کا گلہ کرتے ہیں وہ مکین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا شکوہ کر رہے ہیں، اس ہوا کو دیکھئے جو وہاں چلتی ہے۔ فرمایا کہ: ہم مدینہ طیبہ میں جبکہ مسجدِ نبوی... صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم... کی توسیع ہو رہی تھی، کینٹین کے قریب کھڑے تھے، چائے پی رہے تھے کہ اُحد کے پہاڑ کی طرف سے ہوا آئی، فرمایا: شاہ جی! (عبدالرحیم شاہ صاحب، ریسرچ آفیسر کاٹن رتہ کلاچی فارم ڈیرہ اسماعیل خان، خلیفہ مجاز مولانا اشرف پشاوری مرحوم) میں کیا عرض کروں، اتنی پیاری کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں، ہم یہ محسوس کرتے تھے کہ اس میں مٹی ہے، لیکن اس میں مٹی نہیں تھی، میں نے عرض کیا کہ اب کپڑے نہیں جھاڑنے ہیں اور پاؤں بھی زمین پر نہیں مارنے ہیں، کہ یہ مدینہ شریف کی زمین ہے، کپڑے نہ جھاڑو کہ یہ مدینہ شریف کی ہوا اور مٹی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جتنے انبیائے کرام علیہم السلام آئے، سب کے اَحکامات منسوخ ہوئے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت قیامت تک قائم ہے، علماء حضرات کہتے ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دُنیا میں تھی وہی قبر میں بھی ہے، جب ہم فوت ہو جاتے ہیں، بیویاں دُوسری شادی کر لیتی ہیں، لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، اس لئے ان کی گھر والیاں نکاح نہیں کر سکتیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ازواج موجود ہیں۔

اہل اللہ کی نسبت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: بعض اہل اللہ کی نسبت

منتقل ہوتی ہے، بعض کی نہیں۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو نسبت سلب کر لی جاتی ہے اور وہی نسبت کسی دُوسرے کو منتقل کی جاتی ہے، جس طرح حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنی مسجد کے اِمام کو اِیران بھیجا، اِمام ہزارہ کا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مشہد کے علاقے میں چلے جانا، وہاں پر ایک مجذوب تھا، اس سے ملاقات کرنی تھی، فرمایا: اگر وہ فوت ہوگیا ہے تو اس کی قبر کا پتا کرنا کہ کون سے قبرستان میں دفن ہے، اگر زندہ ہے تو مجھے بتا دینا۔ اِمام صاحب اِیران سے واپس آئے، حضرتؒ نے حال پوچھا، کہا: اتنے دن ہوگئے ہیں وہ فوت ہوگئے ہیں، اِمام صاحب نے کہا کہ: میں ان کی قبر دیکھ کر آیا ہوں اور ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آیا ہوں۔ اِمام صاحب نے پوچھا: حضرت! اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ: وہ مقام میری طرف سے منتقل ہوا ہے۔

رُوح چاہتی ہے نفس اس کے پاس آجاتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ خواب نفس کو آتے ہیں، رُوح نکلنے کے بعد آدمی مرجاتا ہے، اس کو مردہ کہتے ہیں۔ بچہ، بچی کے سر میں درد ہوتا ہے، والدین بے چین ہوجاتے ہیں، اس کی صحت کے لئے کوشش کرتے ہیں، جب رُوح نکل جاتی ہے وہ اولاد دبلا جیسی نظر آتی ہے، کشش تھی تو اس رُوح میں تھی (جب رُوح نکل گئی تو کشش بھی ختم ہوگئی)۔

پہلے اندر کا علم نکلے گا بعد میں اللہ اندر آئے گا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے تلقین کی، ان کے اندر سے آواز آنے لگی، حضرتؒ نے فرمایا کہ: پہلے اندر کا علم نکلے گا، اس کے بعد اللہ اندر آئے گا۔ (مطلب یہ ہے کہ پہلے اندر سے انانیت نکلتی ہے کہ میں علم والا ہوں، تب اللہ اندر آتا ہے)۔ فرمایا: اللہ واجب الوجود ہے، اس کی حقیقت ساری کائنات کے ساتھ ہے، اس کے اِرادے کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی۔ جس طرح بغیر رُوح

کے بدن حرکت نہیں کرسکتا، اسی طرح ساری کائنات اور انسان اس کی معیت کے ساتھ متحرک ہیں، پھر فرمایا: جب رُوح نکل جاتی ہے، بدن بے حرکت اور بے کار ہوجاتا ہے، اس کو زدوکوب کرو، وہ کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ فرمایا: جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پہلے پہل اس کے اندر نفس رکھا، پھر رُوح کو رکھا۔ فرمایا: ہمارے علاقے میں لوگ کہتے ہیں کہ: رُوح دوقسم کی ہوتی ہے، ایک قسم خواب کی حالت میں خارج ہوتی ہے، خواب کے بعد واپس آجاتی ہے، دُوسری مستقل رُوح ہوتی ہے۔ فرمایا: اگر نکلتا ہے تو وہ نفس ہے، اگر رُوح نکل جائے تو مرجائے، نفس نکل کر سیر کرتا ہے، رُوح کا تعلق نفس کے ساتھ رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت داڑھی کی اہمیت

رئیس خان اسلام آباد کے ماحول پر حضرت خلیفہ صاحبؒ سے بات کر رہے تھے کہ داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کی مجالس میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ایک شخص نے تصوف پر کتاب لکھی، وہ کتاب اِیران میں ایک اِیرانی نے پڑھی، وہ شخص مصنف کی زیارت کرنے کے لئے ہندوستان آیا، تو وہ حجام کی دُکان پر داڑھی منڈوا رہا تھا، اس شخص نے کہا کہ: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ مصنف نے جواب دیا کہ: میری اپنی داڑھی ہے، اس سے آپ کو کیا مطلب؟ اس شخص نے کہا کہ: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کو کاٹ رہے ہو! یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہوکر کرسی پر گرگیا، جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: مجھے آج اس بات کی سمجھ آگئی ہے، اور اس نے داڑھی رکھ لی۔

عید کا دِن اور اللہ پاک کی رحمت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث شریف لکھی ہے کہ اللہ پاک عید کے دِن فرشتوں کو بلائے گا کہ میری رحمت میرے بندوں میں تقسیم کرو، اللہ پوچھے گا: رحمت ختم ہوگئی یا باقی ہے؟ فرشتے کہیں گے کہ: رحمت باقی ہے! اللہ کہے گا کہ: باقی رحمت مُردوں پر تقسیم کرو! پھر اللہ

پوچھے گا کہ: رحمت باقی ہے یا ختم ہوگئی؟ فرشتے کہیں گے کہ: رحمت باقی ہے! فرمایا: رُوح المعانی نے صحیح لکھا ہے کہ اللہ پاک کافروں پر بھی رحم کرتا ہے۔

دُنیا بڑی بے وفا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: دُنیا بڑی بے وفا ہے۔ فرمایا: امان اللہ خان بیت اللہ شریف سے گزرا تھا، جب واپس ہوا تو قوم مخالف ہوگئی۔ اٹلی چلا گیا، بعد میں بیت اللہ آیا، کعبۃ اللہ کے غلاف کو پکڑ کر رو رہا تھا، ایک افغانی نے پہچان لیا، فرمایا کہ: بادشاہی مانگتے ہو؟ فرمایا کہ: نہیں! میں اللہ سے پوچھتا ہوں کہ امان اللہ خان کی سزا معاف ہوگئی ہے یا نہیں؟ امان اللہ خان کی موت اٹلی میں ہوئی، یعنی شہنشاہِ افغانستان اٹلی میں فوت ہوگیا۔ شہنشاہِ ایران کو اِیران میں جگہ نہ ملی، جاتے ہوئے مٹی کی بوریاں بھر کر لے گیا تھا کہ کم از کم ایران کی مٹی کو تو دیکھوں گا، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل اَشعار پڑھے:



مل گئے مٹی میں شہنشاہ کیسے کیسے
مکین ہوگئے بے مکان کیسے کیسے
زمین کھاگئی آسمان کیسے کیسے
نامور ہوئے بے نشان کیسے کیسے

خواجہ پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ اور ایک ہندو کی ہدایت کا واقعہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: ایک ہندو تھا، راستے میں جب گلی سے گزرتا اور خواجہ پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوتی تو خواجہ صاحبؒ کو سلام کرتا اور کہتا کہ: بھلے کو بھلی لاج! اس کی رُوح قبض ہونے لگی، چوک میں پڑا ہوا تھا، کئی دنوں سے جان کنی کی حالت میں تھا، رُوح قبض نہیں ہو رہی تھی، حضرتؒ نے فرمایا: سارے نکل جاؤ، دروازہ بند کردو! حضرتؒ نے علیحدگی میں اس کو کلمہ پڑھوایا، کلمہ پڑھتے ہی اس کی رُوح پرواز کرگئی۔

کہا: مرگیا ہے، اب اپنے رواج کے مطابق اس کو دفن کردو! اس کو آگ میں جلایا گیا لیکن کپڑوں کو آگ نہیں لگتی تھی، تنگ آکر ہندوؤں نے اس کو دریا میں ڈال دیا، لیکن لاش ساحل کے کنارے آکر لگ جاتی، یہ اس کو دوبارہ پھینک دیتے تھے، آخر ہندو خواجہ صاحب کے پاس گئے، حضرتؒ نے فرمایا: لاش میرے قبضے میں دے دو! ہندو مان گئے، پیر پٹھان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آدمی بھیجے، کپڑے اُتارے، غسل دیا اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن کردیا۔ ''بھلے کو بھلی لاج'' اللہ والوں کے ساتھ وفادار اور تعلق والا وفادار بن جاتا ہے۔

بادشاہ کا توکل اور تواضع

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اورنگزیب عالمگیرؒ کی حکومت دہلی سے لے کر بخارا تک تھی، لیکن ٹوپیاں سی کر گزارہ کرتے تھے، حکومتِ وقت سے تنخواہ نہیں لیتے تھے، اور حالت یہ تھی کہ ان کے شیخ خواجہ سیف الدین وضو کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے لوٹے سے ان کو وضو کراتے تھے اور شیخ کے پاؤں دھوتے تھے۔

حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کے اثرات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: غلام حسن صاحب پونگر ۱۸ سال تک حضرت محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے، فرمایا کہ: حضرت ابھی تک مجھے قلب کا پتا نہیں چلا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم حضرت دوست محمد قندھاری کے پاس چلے جاؤ، وہاں پر چھ مہینے میں لاتعین تک پہنچ گئے، حضرت خواجہ غلام حسن پونگر رحمۃ اللہ علیہ حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

اللہ والوں کے اثرات باقی رہتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جہاں اللہ والے بیٹھ جاتے ہیں، جس کمرے میں بیٹھ جاتے ہیں وہاں پر ان کے اثرات کا پتا چلتا ہے۔ فرمایا کہ: ایک شخص نو سال کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر گیا، جہاں حضرتؒ خلوت گزیں ہوا کرتے تھے،

فرمایا: میں نے وہی اثرات (انوارات) محسوس کیے جو حضرتؒ کی زندگی میں ہوتے تھے۔

یہ لوگ اتنے عظیم ہیں کہ اگر کوئی اِخلاص سے ان کے پاس چلا جائے تو جھولی بھر دیتے ہیں



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں موسیٰ زئی ضلع چودھواں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان گیا، میں نے کلاچی کے ایک دوست حاجی خالق داد مرحوم کو ساتھ لے جانے کے لئے کہا، اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ جاتا ہوں لیکن آپ کا وقت ضائع ہوگا، کیونکہ خواجہ زاہد (فرزند خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ) میرا دوست ہے، اس کے پاس رہنا ہوگا۔ میں نے کہا: وہاں جاکر میں آپ کو چھوڑ دوں گا، پھر فرمایا: آپ کھانا (روٹی) کہاں سے کھائیں گے؟ میں نے کہا: میں تو حضرت دوست محمد قندھاری، حضرت خواجہ عثمان دامانی اور حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا مہمان ہوں گا، وہاں ظہر کے وقت پہنچا، فاتحہ پڑھی، اس کے بعد ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، مینارے کے ساتھ بیٹھ کر میں نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کردی، صاحبزادہ شمس الدین اس وقت چھوٹا تھا، دو بھائی اور تھے، اللہ کو پیارے ہوگئے، ایک اور صاحبزادہ تھا، حضرتؒ نے فرمایا: میری داڑھی اس وقت ناف کے ساتھ لگتی تھی بڑی محبوب لگتی تھی (قارئین کی اِطلاع کے لئے عرض ہے) کہ اب حضرتؒ کی داڑھی نہیں رہی، بیماری کی وجہ سے داڑھی کے سارے بال گر گئے ہیں۔ حضرتؒ اکثر اوقات دو باتوں پر افسوس کیا کرتے تھے کہ ایک تو میری داڑھی چلی گئی اور دُوسری میں بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں، کھڑے ہوکر معذوری کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتا۔ حضرتؒ کہتے تھے: مجھے ان دو باتوں کے بارے میں اللہ سے شرم آتی ہے۔ صاحبزادہ نے حاجی خالق داد سے پوچھا کہ آپ اس آدمی کو جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ میرے اُستاذ حافظ غلام محمد کے بھائی ہیں اور حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: میرے پاس چائے آگئی اور میری خاطر







مدارات شروع ہوگئی، مین نے اللہ کا شکر اَدا کیا کہ میں ان حضرات کا مہمان ہوگیا۔ صاحبزادہ شمس الدین نے پوچھا: آپ کتنے دن رہیں گے؟ حضرتؒ نے جواب دیا: میں چالیس دن رہوں گا، اگر پہلے اِجازت مل گئی تو چلا جاؤں گا، انہوں نے کہا کہ اگر آپ ساری عمر رہیں گے میں نے امی جان سے کہہ دیا ہے صبح شام آپ کے پاس کھانا آئے گا۔ اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ: میری تشہیر ہوگئی کہ حضرت احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ آئے ہیں اور چالیس دِن رہیں گے۔ حضرت خواجہ اسماعیل کے گھر والوں نے پیغام بھیجا کہ کھانا ہمارے گھر سے آئے گا، میں نے کہا کہ: میں تو گداگر ہوں، اگر مہمانی کر سکتے ہیں تو میری زنبیل میں کچھ ڈال دیں، روٹی میرے پاس تمہارے گھر سے ہی آ رہی ہے۔ حضرتؒ رونے لگے، آنکھوں میں آنسو آ گئے، صاحبزادگان نے کہا: اللہ کے لئے آپ کے پاس کچھ ہے، ہمیں دے دیں، ہم خالی ہوگئے ہیں۔ فرمایا: ان کے درد بھرے الفاظ تھے، فرمایا کہ: حضرتؒ کی توجہ ایسی تھی کہ میرا سینہ پھٹتا تھا، فرمایا: میں یوں محسوس کرتا تھا جیسے حضرات قبور سے نکل کر میری طرف توجہ دیتے ہیں، فرمایا: میرے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی، رات کو میں سو نہیں سکتا تھا، میں صرف دس دن رہا، پھر حضرات نے اجازت دے دی۔ فرمایا: یہ لوگ اتنے عظیم ہیں کہ اگر اِخلاص سے ان کے پاس کوئی چلا جائے تو جھولی بھر دیتے ہیں۔ فرمایا: اب بھی دِل چاہتا ہے کہ وہاں چلا جاؤں اور رہوں، لیکن کیا کروں...!



اللہ کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: محبوب عالم ایک اللہ والے تھے، بہت لمبی داڑھی اور نورانی چہرہ تھا، وہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والے کے خادم تھے، ان کا کوئی رشتہ دار تعلق والا نہ تھا، سب مر گئے، اکیلے تھے، حضرت کی ڈاک اس وقت گولڑہ شریف پنڈی بذریعہ تانگہ لے جاتے تھے، تانگے کے ذریعے گولڑہ شریف سے پنڈی جا رہے تھے، راستے میں خیال آیا کہ اگر میں بیمار ہوگیا، یا معذور ہوگیا تو میری

خدمت کرنے والا کوئی نہیں، جب پنڈی پہنچے ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، گھوڑا پھسلا اور محبوب عالم نیچے گر گئے، اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی، اللہ نے پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے بزرگ سے ان کی خدمت کرائی اور شیخ صاحب اپنے ہاتھوں سے ان کے بول و براز کو اُٹھاتے تھے۔ بے شک اللہ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

جو مخلوق پر رحم کرتا ہے، اللہ اس پر رحم کرتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر مخلوق پر رحم کیا جائے تو اللہ اس پر رحم کرتا ہے۔ فرمایا: حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب مراد آباد یا اِلہ آباد گئے تھے، سردیوں کی رات تھی، رات کو مہمان خانے میں سوئے ہوئے تھے، سخت سردی تھی، بارش بھی شروع تھی، کتے کا ایک پلہ سردی سے بلبلا رہا تھا اور نالی میں پڑا ہوا تھا، حضرت شاہ عبدالرحیم نے پانی گرم کیا، اس کتے کے بچے کو غسل دیا اور اپنے بستر میں اس کو سلا دیا، اور خود ساری رات نہیں سوئے، بستر میں نہیں گئے، ساری رات مصلے پر مراقب رہے، رات کو غیب سے آواز آئی کہ اے عبدالرحیم! ہم نے اس کتے کے بچے کے طفیل تم کو ولی کامل بنا دیا۔ فرمایا: اللہ کی رحمت بہانہ مانگتی ہے، فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں پر رحم کرو، یہ مظلوم طائفہ ہے۔

سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ شہر سے باہر نکلے، آگے قبرستان آیا، ایک بوسیدہ قبر میں کتیا نے بچے دیئے ہوئے تھے، وہ باہر نکلتی تھی تو بچے بلبلاتے تھے، بھوکی پیاسی تھی، باہر نہ نکل سکی، بچوں کی وجہ سے نہ نکلتی تھی، حضرت نقشبند حسن رحمۃ اللہ علیہ نانبائی کے پاس گئے، اپنا قیمتی جبہ نانبائی کے پاس رکھا اور اس سے کتیا کے لئے سات نان، سات کباب اور ایک پیالہ پانی لیا۔ نانبائی نے جبہ نہ لیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ روٹیاں وغیرہ لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے، نانبائی نے حضرتؒ کی جاسوسی کے لئے ان کا پیچھا کیا، شک کیا کہ اس فقیر کو کسی لڑکے یا عورت سے عشق ہو گیا ہے، حضرت نے سات نان رکھے ہر ایک پر کباب رکھا اور خود

سرنگوں ہوکر بیٹھ گئے، کتیا نے نان اور کباب کھائے، پانی پیا سیر ہوئی، مٹی میں کھیلی اور پھر چاروں پاؤں آسمان کی طرف کیئے اور زبانِ حال سے یہ عرض کیا کہ اے اللہ! جس طرح اس شخص نے مجھ مظلوم پر رحم کیا، اللہ تو اس پر رحم فرما! نانبائی حسن کہتا ہے: جب کتیا نے پاؤں آسمان کی طرف کئے تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے انوارات آرہے ہیں اور حضرت شاہ نقشبندؒ پر پڑ رہے ہیں، اس کے بعد نانبائی نے حضرتؒ سے گستاخی کی معافی مانگی، اور حضرتؒ سے فیض کے لئے عرض کیا، حضرتؒ نے فرمایا: مجھے اِجازت نہیں ملی، جب مجھے اِجازت مل جائے گی تو سب سے پہلے آپ کو بیعت کروں گا۔

اللہ جو میرا کام تھا، میں نے کر دیا، اب دِل کو پھیرنے والا تو ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں ایک اللہ والے بزرگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا کہ اس کے پاس لوگ آئے کہ یہاں پر کوئی طوائف رہتی ہے، رات کا سو روپیہ لیتی ہے، دُعا کریں اللہ اس کے شر سے بچائے۔ حضرتؒ عشاء کی نماز کے بعد اس کے گھر گئے، دروازہ کھٹکھٹایا، اس کی بھانجی آئی، حضرتؒ کو دیکھا، واپس دوڑی، اس طوائف کو کہا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ آئے ہیں، کہا: آپ کیوں آئے ہیں؟ میں تو رنڈی ہوں! حضرتؒ نے فرمایا کہ: میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، مہربانی کر کے مجھے اُوپر آنے دو! دو تین دفعہ منّت سماجت کی، رنڈی نے اُوپر بلالیا۔ اس نے عاجزی کی کہ میں تو رنڈی ہوں، حضرتؒ نے فرمایا کہ: میں اپنی غرض سے آیا ہوں، آپ ایک رات کی کتنی رقم لیتی ہیں؟ طوائف نے مجبور ہوکر کہا کہ سو روپے! حضرتؒ نے سو روپے دیئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: میں نے ایک رات کے لئے تم کو خرید لیا ہے، جیسے میں حکم کروں، ویسے کروگی۔ حضرتؒ نے فرمایا: غسل کرو اور یہ کپڑے اُتار کر صاف کپڑے پہنو۔ حضرتؒ نے چادر بچھائی اور فرمایا: یہاں کھڑی ہوکر دو رکعت نماز کی نیت کرو! اِدھر حضرتؒ سربسجود ہوگئے اور عرض کیا: اے اللہ! جو میرا کام تھا، میں نے کر دیا، اب قلوب کو پھیرنے والا تو ہے! جب

طوائف نے سلام پھیرا، تو تحت الثریٰ سے عرشِ معلیٰ تک اس کی نظر پہنچ گئی، کہا: مانگنا ہمارا کام ہے، دینا اس کا کام ہے، ہم مانگنے تک محدود ہیں۔

ٹھیکیدار پیر کا ایک واقعہ



ڈرائیور اَمیر محمد چاچا نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: ایک پیر ٹھیکیداری کرنے لگا، لوگوں نے پوچھا کہ: تم نے ٹھیکیداری کیوں شروع کر لی ہے؟ تم کو لوگ نذرانے دیتے ہیں، گزارہ خوب چلتا ہوگا۔ جواب دیا کہ: پانچ روپے نذرانہ دیتے ہیں اور دس روپے کی روٹی کھا جاتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: یہ واقعہ میرے اُوپر بالکل فٹ آتا ہے، میرے پاس اکثر مرید آتے ہیں، پانچ روپے کا نذرانہ دیتے ہیں، سو روپے کی مرغی کی ثوبت (ثرید) کھا جاتے ہیں، رات گزار کر صبح کو کہتے ہیں: دُعا کرو! حضرتؒ اس پر مسکرائے فرمایا: حضرت احمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہوشیار تھے، ان کا لنگر نہیں تھا، فرماتے: نیم کے درخت کے نیچے پکاؤ اور کھاؤ، جو بازار سے لاؤ مجھے دِکھاؤ، جو میں کھانے کو کہوں وہی کھاؤ، جو پہننے کو کہوں وہی پہنو، جو منع کروں اس سے رُک جاؤ! چار سال یہاں بیٹھیں اللہ اللہ کریں، چار سال کے بعد میں اِجازت دوں گا کہ قبرستان جائیں اور اس کی سیر کریں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر ہوتا تھا، صرف ظہر اور عشاء کی نماز سے پہلے شروع ہوتا تھا، درمیان میں کسی کی خدمت نہیں کی جاتی تھی، جو کچھ بھی ہو جائے۔



مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت



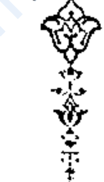
حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: ایک انگریز، حضرت تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کے پاس ایٹم بم ہے، حضرتؒ نے دس اُنگلیوں کو اِشارے سے گنا اور فرمایا کہ: ہمارے پاس دس ایٹم بم ہیں! جب انگلیوں کا اِشارہ کیا تو انگریز اندھا ہو گیا۔

وہ لوگ نہیں سوتے جو اللہ کے ہم نشین ہوتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: وہ لوگ نہیں سوتے جو اللہ کے ہم نشین ہوتے ہیں، میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں جب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا، مجھے نیند نہیں آتی تھی، اس کے بعد میں کمزور ہوگیا، دوست ہمراز بھی کہتے اور علماء بھی کہ تھوڑی دیر سو جایا کرو۔ فرمایا: اب نیند نہیں آتی۔ فرمایا: اس وقت کے حالات اس قسم کے تھے کہ میں روزانہ ایک لاکھ اسمِ ذات کا وِرد کرتا تھا، کتنے ہزار مرتبہ روزانہ حبس دم کے ساتھ نفی اِثبات کرتا تھا، عشاء کی نماز پڑھ کر مراقبے میں بیٹھ جاتا تھا، تہجد کے وقت تک۔ ہر دوگانہ کے بعد میں مراقبہ کرتا تھا، جتنا وقت دوگانے میں لگاتا تھا، اتنی دیر مراقبہ کرتا تھا، نماز کے بعد پھر مراقب ہوجاتا تھا۔ فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اوّل نماز پڑھاتے تھے، آرام کرنے کے بعد درس دیتے تھے، فرمایا: سالک کو نیند نہیں آتی جو اللہ اللہ کرتا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے دوست سیّد احمد حسین شاہ صاحب زبردست عالمِ دِین تھے، حافظِ قرآن بھی تھے، حضرت شاہ صاحب کے لطائف کی روشنی سے رات بھر پورا کمرہ روشن رہتا۔ فرمایا: میں جب دیوبند گیا، میں نے وہاں پر علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا جنازہ پڑھا، ان کے بعد حضرت سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مسند پر بیٹھے، میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی، جب بخاری شریف ختم ہوئی، ایک سال گزر گیا، سب طلبہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی، بندہ نے بھی کی، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی میں بہت دُور ہوں، شیخ کے قریب رہنا بہتر ہے، یہاں پر تم نہیں آسکو گے، شیخ قریب مل جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ فرمایا: ہم جوانی میں حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکٹھے رہتے تھے، قرآن شریف کے اتنے ماہر تھے الحمد للہ شریف سے لے کر والناس کی تلاوت تک ہر آیت پر روتے تھے، ان کا گھر سرگودھا کے ایک گاؤں میں تھا، ان دنوں حضرت حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا چرچا تھا،

سرگودھا میں ان کے مرید تھے، وہ سواگ شریف میں آ گئے، رمضان المبارک بھی آ گیا، حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: حافظ بھی ہو؟ سند کہاں سے لی ہے؟ فرمایا: دیوبند سے! کس سے پڑھے ہو؟ فرمایا: حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ فرمایا: بیعت کرتا ہوں لیکن ایک شرط پر، کہا مانو گے۔ فرمایا: احمد شاہ جب تک میری زندگی ہے مجھے قرآن پاک سناؤ گے، جتنی حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی گزری سیّد احمد شاہ صاحب نے قرآن پاک سنایا، حضرت سیّد احمد شاہ صاحب، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں: میں روزانہ ایک لاکھ دفعہ اسم ذات کا وِرد کرتا ہوں، بیٹھے بیٹھے مجھے اونگھ آ جاتی ہے، جب بیدار ہو جاتا ہوں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں سالہا سال سویا ہوں۔ جب خلافت کا زمانہ قریب آیا، حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شاہ جی! اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو حرمین شریفین جائیں گے، میں آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِجازت دِلواؤں گا۔ لیکن اگلا سال آنے سے پہلے حضرت سواگی رحمۃ اللہ علیہ رُخصت ہو گئے۔ شاہ جی ساری زندگی روتے رہے، ماتھے پر ہاتھ مارتے تھے کہ حضرت سواگیؒ رُخصت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے رُجوع کیا، مدت کے بعد ہماری ملاقات ہوئی، سیّد احمد شاہ کو میں نے پہچان لیا، انہوں نے نہ پہچانا، پوچھا: آپ نے کتابیں پڑھی ہیں؟ میں نے کہا: اب پڑھی ہیں! پوچھا: مرید کس کے ہو؟ میں نے کہا: حضرت خواجہ غلام حسن کا مرید ہوں! کہا: غلام رسول ہو؟ کھڑے ہو گئے، کہا: یہاں کیسے؟ میں نے کہا: قادریہ نسبت کے لئے! فرمایا: دونوں کی غرض ایک ہے۔ فرمایا: ایک دن ہم سوئے ہوئے تھے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے سونے کے لئے مجھے ایک چارپائی دی تھی، اپنے خادم صابر صاحب سے حضرت لاہوریؒ نے کہا تھا کہ شاہ جی نیچے سو جائیں گے حالانکہ ان کا مقام مجھ سے ہر لحاظ سے زیادہ تھا، کمالات کے لحاظ سے، علم کے لحاظ سے، قومیت کے لحاظ سے، میں ان سے درخواست کرتا تھا کہ آپ اُوپر سو جائیں، فرماتے تھے حضرت لاہوری کی بے ادبی







ہو جائے گی، بخاری سیّد تھے، حسن حسینی تھے، لیکن حضرت لاہوریؒ کا حکم تھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سو گئے، سیّد احمد شاہ صاحب نے کہا: بجلی میں بجھاؤں گا، لیکن روشنی اتنی ہو گئی کہ میں بے چین ہو کر نیند سے بیدار ہو گیا، ساری رات ایسے رہا، جب صبح کی نماز پڑھ لی، حضرت لاہوریؒ کا درسِ قرآن ہو گیا، کمرے میں آ گئے، میں نے کہا: شاہ جی! آپ نے میرے ساتھ بڑا دھوکا کیا ہے، بجلی کیوں نہیں بجھائی؟ شاہ جی نے کہا: یہ لطائف کی روشنی تھی، میں شاہ جی سے تصدیق کرنا چاہتا تھا کہا: اللہ کی قسم! یہ آپ کے لطائف کی روشنی تھی۔ فرمایا: جب سالک اس راستے پر آ جاتا ہے تو اس کی نیند اُڑ جاتی ہے، کیونکہ پھر اس پر بوجھ نہیں ہوتا۔ حضرات نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق دِماغ کے ساتھ ہے، آمد کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے، دماغ جتنا قوی ہوگا اتنے زیادہ انوارات، فیوضات، تجلیات، سالک پر نازل ہوں گے، تصوّف کا دماغ کے ساتھ تعلق ہے، دماغ قبول کرے گا پھر ان پر لطائف کا رُسوخ ہوگا، دماغ ہے تو کتاب سمجھ میں آئے گی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس کا دماغ نہیں اور وہ کتاب پڑھتا ہے، اس پر تف ہے۔ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر دماغ قوی ہوگا تو ذِکر کے انوارات اور فیوض کا تحمل بھی ہو سکے گا، اور صحیح شعور بھی ہوگا، اگر دماغ کمزور ہوگا تو تحمل بھی نہ ہو سکے گا، اور جو انوارات یا فیوض کا شعور ہوگا اس میں غلطی کا بھی بہت اِمکان ہوگا، اور غلط کو صحیح سمجھنے لگ جائے گا، یہی وجہ ہے کہ شیخ کامل مرید کی جسمانی اور دماغی قوت وصحت کو سامنے رکھ کر اَذکار کی تلقین کرتا ہے اور صحت قوت یا ضعف وکمزوری کی بنا پر ذِکر کی تعداد میں کمی وبیشی کرتا رہتا ہے، اسی لئے راہِ سلوک میں شیخِ کامل کی رہبری کی اشد ضرورت رہتی ہے، اس کے بغیر راہِ سلوک طے نہیں کی جا سکتی۔ از محمد بلال عفی عنہ

علم قیامت تک رہے گا، علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وراثت کامل تب ہے جبکہ اولاد نرینہ ہو۔ اکثر حصے بیٹے لے جائیں گے، اگر اولاد نہیں ہے تو یہ وراثت ناقص ہے، کنبہ والوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

ہوجائے گی، بخاری سیّد تھے، حسن حسینی تھے، لیکن حضرت لاہوریؒ کا حکم تھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوگئے، سیّد احمد شاہ صاحب نے کہا: بجلی میں بجھاؤں گا، لیکن روشنی اتنی ہوگئی کہ میں بے چین ہوکر نیند سے بیدار ہوگیا، ساری رات ایسے رہا، جب صبح کی نماز پڑھ لی، حضرت لاہوریؒ کا درسِ قرآن ہوگیا، کمرے میں آگئے، میں نے کہا: شاہ جی! آپ نے میرے ساتھ بڑا دھوکا کیا ہے، بجلی کیوں نہیں بجھائی؟ شاہ جی نے کہا: یہ لطائف کی روشنی تھی، میں شاہ جی سے تصدیق کرنا چاہتا تھا کہا: اللہ کی قسم! یہ آپ کے لطائف کی روشنی تھی۔ فرمایا: جب سالک اس راستے پر آجاتا ہے تو اس کی نیند اُڑ جاتی ہے، کیونکہ پھر اس پر بوجھ نہیں ہوتا۔ حضرات نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق دِماغ کے ساتھ ہے، آمد کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے، دماغ جتنا قوی ہوگا اتنے زیادہ انوارات، فیوضات، تجلیات، سالک پر نازل ہوں گے، تصوّف کا دماغ کے ساتھ تعلق ہے، دماغ قبول کرے گا پھران پر لطائف کا رُسوخ ہوگا، دماغ ہے تو کتاب سمجھ میں آئے گی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس کا دماغ نہیں اور وہ کتاب پڑھتا ہے، اس پر تف ہے۔ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر دماغ قوی ہوگا تو ذِکر کے انوارات اور فیوض کا تحمل بھی ہوسکے گا، اور صحیح شعور بھی ہوگا، اگر دماغ کمزور ہوگا تو تحمل بھی نہ ہوسکے گا، اور جو انوارات یا فیوض کا شعور ہوگا اس میں غلطی کا بھی بہت اِمکان ہوگا، اور غلط کو صحیح سمجھنے لگ جائے گا، یہی وجہ ہے کہ شیخ کامل مرید کی جسمانی اور دماغی قوت وصحت کو سامنے رکھ کر اَذکار کی تلقین کرتا ہے اور صحت قوت یا ضعف وکمزوری کی بنا پر ذِکر کی تعداد میں کمی وبیشی کرتا رہتا ہے، اسی لئے راہِ سلوک میں شیخِ کامل کی رہبری کی اشد ضرورت رہتی ہے، اس کے بغیر راہِ سلوک طے نہیں کی جاسکتی۔ از محمد بلال عفی عنہ

علم قیامت تک رہے گا، علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وراثت کامل تب ہے جبکہ اولاد نرینہ ہو۔ اکثر حصے بیٹے لے جائیں گے، اگر اولاد نہیں ہے تو یہ وراثت ناقص ہے، کنبہ والوں میں تقسیم ہوجائے گی۔



فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل وراثت وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے لائے ہیں، اور وہ وراثتِ علم ہے، علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف فرمایا ہے: باطنی علم فرضِ عین ہے، ظاہری علم فرضِ کفایہ ہے، اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ سے نہیں ڈرے (مطلب یہ ہے کہ وہ علماء کامل میراث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہیں، جو علمِ ظاہری و باطنی دونوں رکھتے ہوں، اگر صرف علمِ ظاہری ہے تو یہ وراثت ناقص ہے، علمائے ربانیین ہی بینا ہیں، وہی بڑے اور کامل وارث ہیں- از محمد بلال عفی عنہ)۔ کہا: میرے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: سب علماء نابینا ہیں، کوئی کوئی بینا ہے، یہ بات عام درس میں بھی کہتے تھے اور علماء کے درس میں بھی کہتے تھے، ایک دفعہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نام نہیں لینا چاہتا، ایک بہت بڑے عالم تھے، ان کا مرتے وقت اِیمان سلب ہوگیا۔ فرمایا: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا (اللہ تعالیٰ سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے، آمین!)



صبر کا بڑا مقام ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت سیّد کبیر احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا، جب حضرتؒ گھر کی حویلی کے اندر داخل ہوئے، وہ مرید دروازے پر کھڑا تھا، ان سے ان کی بیوی نے آگ کی جلی ہوئی لکڑی لی اور حضرتؒ کو خوب مارا۔ حضرتؒ کی چیخیں نکل گئیں، وہ مرید گھر چلا گیا، اشرفیوں کی بڑی تھیلی لایا، حضرتؒ نے غسل کیا، کپڑوں کو دھویا، کپڑے پہنے، حضرتؒ باہر آئے، ہشاش بشاش تھے، مرید نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی، کہا: کیوں لائے ہو؟ جواب دیا: آپ کی اہلیہ آپ کو مار رہی تھی، میں باہر موجود تھا، ان کو یہ اشرفیاں بطور حق مہر دے کر فارغ کردیں۔ فرمایا: میں تو اس مقام پر اپنی بیوی کی وجہ سے پہنچا ہوں۔ فرمایا: اِصلاح ہوا کرتی ہے، لیکن اِصلاح اِصلاح میں فرق ہے۔



حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ

علیہ کی بیوی بڑی سخت تھی، حضرتؒ کو مارتی تھی، گالی گلوچ بھی دیتی تھی، جو طلبہ خانقاہ میں رہتے تھے، ان کو بُرا بھلا کہتی تھی، حضرتؒ نے وصیت میں لکھا کہ: میری بیوی بڑی سخت ہے، میں نے زندگی میں ان کی باتیں برداشت کیں، میری زندگی کے بعد بھی ان کی باتیں برداشت کرو، اور میرے بعد بھی اسی طرح ان کی خدمت کریں۔ فرماتے تھے: ان کی خدمت میری خوشنودی ہے، میری خوشنودی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہے، اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ فرمایا: ان کی ایک بات نہیں ماننی ہے، اگر وہ میری قبر کی جگہ تبدیل کرنے کو کہیں تو وہ مت کرنا!

صبر کا مقام اور اللہ کے نام کی برکت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی بڑی سخت تھی، گھر میں کچھ نہیں تھا، حضرتؒ کو بُرا بھلا کہتی تھی، حضرتؒ تنگ آگئے، فرمایا: مجھے بیلچہ دیں، میں مزدوری کے لئے جاتا ہوں! جنگل میں چلے گئے، سارا دن اللہ اللہ کرتے رہے، رات کو جسم پر مٹی ڈال کر گھر آگئے، بیوی نے پوچھا: کچھ نہیں لائے؟ کہا: سارا دِن مزدوری کی، مالک نے کہا: دو دن کی مزدوری اکٹھی دوں گا! بیوی نے کہا: اُدھار لے آتے! فرمایا: گزارہ کرو، کل لے آؤں گا۔ دُوسرے دن صبح کی نماز پڑھی، بیلچہ لیا، سارا دِن اللہ اللہ کیا، رات کو جسم پر مٹی ڈالی اور گھر آگئے، بیوی سے فرمایا کہ: مالک تین دن کی مزدوری اکٹھی دے گا۔ ان کی بیوی نے مالک اور حضرتؒ کو بُرا بھلا کہا۔ حضرتؒ نے چوتھے دن خالی بوری لی سوچا راستے میں اس کو ریت سے بھرلوں گا، بیوی کو کہوں گا میں تو اس بوری میں لایا ہوں۔ ایک آدمی چوتھے دن آیا، وہ آٹا، چاول اور رقم لایا اور کہا کہ: حضرت کو پیغام دے دیں کہ اپنی مزدوری نہ چھوڑے۔ جب حضرتؒ گھر میں داخل ہوئے تو بیوی نے بوری کھولی تو وہ آٹے سے بھری ہوئی تھی، بیوی نے پیغام دیا کہ حضرتؒ اپنی ڈیوٹی نہ چھوڑیں، اللہ اللہ کریں۔ اس کے بعد حضرتؒ کی بیوی فوت ہوگئی، حضرتؒ نے دُوسری شادی کرلی، دُوسری بیوی بہت خوبصورت اور صالحہ تھی، جب حضرت رات کو سوتے تھے تو

حضرتؒ کے سامنے خوب بن سنور کر آتی اور کہتی تھی کہ: میری ضرورت ہے؟ حضرتؒ اِنکار کرتے تو وہ کپڑے بدل کر سادہ کپڑے پہنتی، آدھی رات کو حضرتؒ کو جگاتی کہ اُٹھیں کچھ عبادت کریں، قافلے کے کوچ کرنے کا وقت ہے، پتا نہیں کون سے قافلے کے ساتھ ہمارا کوچ ہے...!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اہمیت

احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) نے حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ ایک مراقبے کے دوران کا حال بیان کیا کہ مراقبے میں دیکھا کہ دائیں ہاتھ میں احقر نے کوئٹہ کے پانچ مسواک مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں، حضرتؒ سے تعبیر پوچھی، فرمایا: یہ اِشارہ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کی طرف ہے، اللہ یہ نصیب کرے گا۔ فرمایا کہ: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مجھ سے بعض مقامات سنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے رہ گئے۔

ایک دفعہ حافظ فیض اللہ سیال احقر کے ہمراہ تھے، میں ان کو حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گیا، احقر نے حافظ صاحب کا تعارف کرایا، اور کہا کہ حضرت! کچھ نصیحت کریں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: کامیابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اِتباع میں ہے، بار بار یہی فرمایا کہ لباس میں، کھانے میں، سونے میں، بیت الخلا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو اپنانا چاہیے، فرمایا: اللہ رَبّ العزّت کا فرمان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت کرے گا، میں اس سے محبت کروں گا۔ پھر فرمایا کہ: حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: جو مقامات مجھے ملے ہیں، سنت کی اِتباع سے ملے ہیں، اور جو مقامات مجھ سے رہ گئے ہیں، وہ سنت پر عمل نہ کرنے یا سنتوں کے چھوڑنے کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔ پھر ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص نے تصوّف پر کتاب لکھی، وہ کتاب ایران میں ایک ایرانی نے پڑھی، وہ شخص

مصنف کی زیارت کرنے گیا، تو وہ حجام کی دُکان پر داڑھی منڈوا رہا تھا، اس شخص نے کہا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ مصنف نے جواب دیا کہ: میری اپنی داڑھی ہے، اس سے آپ کو کیا مطلب؟ اس شخص نے کہا کہ: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کو کاٹ رہے ہو! یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا، جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: مجھے آج اس کی بات سمجھ آ گئی ہے، اور اس نے داڑھی رکھ لی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زیارت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زیارت ضلع سٹھیالہ میں ہوئی، یہ واقعہ مختصراً سوانح حیات میں آچکا ہے، لیکن یہاں پر تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔

میں تالاب کے کنارے سویا ہوا تھا، مولانا قاری حافظ سیّد غلام محمد شاہ صاحب طوران (ٹانک) والے میرے ساتھ نزدیکی فاصلے پر رہتے تھے، وہ وہاں پر مدرّس اور خطیب تھے، ہم دونوں جمعیت علمائے ہند کے لئے کام کرتے تھے، وہ ضلع ہمارے سپرد تھا، شاہ صاحب نے مجھے پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر جگایا، کہا: حافظ جی اُٹھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ ہم شمال کی طرف گئے، بہت بڑا تالاب تھا، تالاب کے شمال غربی جانب ایک خوبصورت کمرہ تھا، اس کے دروازے کے سامنے چارپائی شرقاً غرباً بچھی ہوئی تھی، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ہم جب تالاب کے کونے پر چڑھے، میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی...! شاہ صاحب نے مجھے کہنی ماری کہ چپ ہو جاؤ، ادب کا مقام ہے! ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب ہو گئے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے سفید بال گن سکتا تھا، جیسے ترمذی شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا گیا، اسی صورت میں تھے، وہ حلیہ مبارک ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ فرمایا: میری آنکھ کھل گئی، نہ مصافحہ ہو سکا نہ معانقہ، نہ

بات چیت ہوسکی، شومیٔ قسمت، صرف درشن ہوئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں ڈاکٹر عبدالسلام (راقم الحروف)، ان کے بچوں اور خاندان والوں کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ ان کی بدولت میں نے وہ پیارے پہاڑ دیکھے، یہاں بھی دُعا کرتا ہوں، اور گھر میں بھی جب قبرستان پر گزرتا ہوں (یہ قبرستان یونیورسٹی روڈ پر زراعت کالج کے ساتھ ہے) تو ان کے والدین اور گھر والوں کے لئے دُعا کرتا ہوں، جب نہیں کرتا تو خواب میں آجاتے ہیں کہ خلیفہ صاحب! ہمیں دُعا میں بھول گئے۔

ڈیرہ اسماعیل خان واپسی، تدریس اور اِستخارہ

آپؒ (حضرت خلیفہ صاحب) ماہڑہ سے واپس ڈیرہ تشریف لائے اور مولوی محمد حیات صاحب کے مدرسے میں قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ انہی دنوں آپؒ نے اِستخارہ شروع کیا کہ کس بزرگ سے رُوحانی تعلق قائم کیا جائے؟ ایک اِستخارہ ایک سال تک کرتے رہے، اِستخارے میں اِشارہ ہوا کہ قطب جنوبی کے نزدیک ایک بزرگ صابری صاحب رہتے ہیں، ان کی خدمت میں جا کر رُوحانی تکمیل ہوگی۔ اس اِشارے کے بعد آپ نے دوبارہ وضو کیا، صلوٰۃ حاجت پڑھی اور دُعا مانگی کہ اے ربّ العزّت! تیرے لئے تو آسان ہے، تو تو ایک سیکنڈ میں مجھے قطب جنوبی پہنچا سکتا ہے لیکن میں تو غریب آدمی ہوں، اس لئے دوبارہ اِستخارہ شروع کیا، دوبارہ اِستخارے میں حکم ہوا کہ تم لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے پاس جاؤ!

ایک رات کو خواب میں آپؒ (حضرت خلیفہ صاحب) نے ایک مکان دیکھا، وہاں پر ایک کمرہ تھا، جس میں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے مجھے بیعت کیا، اس بزرگ کو میں نے ہندوستان میں جالندھر میں ایک بہت بڑے جلسے میں دیکھا تھا، اس جلسے میں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری،، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی اور مولانا قاری

محمد طیب... رحمۃ اللہ علیہم... وغیرہ موجود تھے، یہ جلسہ انگریزوں کے خلاف تھا، اور وہ بزرگ حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

اگر تم ہم سے یاری نہیں لگاتے ہم تمہارے یار ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: میرے بڑے بھائی حافظ گاموں اکثر اللہ پاک سے مخاطب ہو کر کہتے کہ: اے اللہ! میں تجھ سے یاری لگاتا ہوں، تو میرا یار بن جا! پھر اس کو غربت، افلاس اور بیماری نے گھیر لیا، پھر کہا کرتا تھا: اے اللہ! میں آپ سے یاری نہیں لگاتا۔ ایک دن اللہ پاک کی طرف سے غیبی آواز آئی کہ اے گاموں! اگر تم ہم سے یاری نہیں لگاتے تو ہم تمہارے یار ہیں، اگر ہم تم سے یاری منقطع کریں گے تو ہم بے وفاؤں میں شمار ہوں گے، ہم بے وفائی نہیں کرنا چاہتے۔ (حق تعالیٰ کی محبت کا طریقہ ہی عجیب ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے بیوی بچوں کو وادی غیر ذِی زرع میں چھوڑنے کا حکم دے دیا، وہ اپنوں کو دُنیا میں مجاہدات کی بھٹی میں ڈالتا ہے، از بندہ محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور لطائف کا چالو ہونا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے بھائی گاموں حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت ان کا صرف لطیفہ قلب جاری تھا، باقی لطائف جاری نہیں تھے، ان کے سامنے حضرتؒ نے ایک عالمِ دِین کو ایک لطیفہ پر نیا سبق دیا تو انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری اور دِل میں کہا کہ: اگر میں عالمِ دِین ہوتا تو حضرت مجھے بھی دُوسرا سبق دیتے۔ اسی رات کو مسجد میں سو رہے تھے، حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ رات کو مسجد میں آئے، یہ استقبال کے لئے اُٹھنا چاہتے تھے مگر نہ اُٹھ سکے، حضرتؒ کے ہاتھ میں عصا تھا، حضرتؒ نے قریب آکر عصا کا سرا گاموں کے لطیفہ رُوح، سر، نفس، خفی اور اخفاء وغیرہ یکے بعد دیگرے رکھا اور ہر لطیفہ پر تین

دفعہ اسمِ ذات (اللہ کے نام) کی ضرب لگائی، گاموں بھائی فرماتے ہیں: اسی وقت میرے سارے لطائف چالو ہو گئے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے بھائی حافظ گاموں ساری رات اللہ پاک کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے اندر غنا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی

اوائل میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ غربت، افلاس اور بیماری گھر میں اکثر موجود رہتی تھی، ایک دفعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب اُستاذ محترم نے مشورہ دیا کہ محمد رمضان ڈہ برے والے کے پاس چلے جاؤ، وہ شاید دوٹوں کے لئے کھڑا ہو رہا تھا، ایک معمولی خاندان کا آدمی تھا، لیکن چرغوں (شاہین کی طرح ایک قیمتی پرندہ) کے کاروبار میں کافی پیسہ کما لیا تھا، اُستاذ صاحب کا خیال تھا کہ وہ خود ان کی مالی امداد کر لیں گے، یا وہاں کا کوئی آدمی آپ کی امداد کر دے گا، کیونکہ وہاں حضرتؒ کے کافی مریدین ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے اُستاذ صاحب سے عرض کیا کہ: میرا ربّ کہاں چلا گیا ہے جو ساری مخلوقات کو روزی دیتا ہے، کیا آپ مجھے غیر کے پاس بھیجتے ہیں؟ یہ جواب سن کر اُستاذ صاحب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور پھر دونوں حضرات کافی دیر تک روتے رہے، اس کے بعد اللہ رَبّ العزّت کا شکر ادا کیا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ اور شیوخ کا ادب واِحترام

حضرت خلیفہ صاحبؒ اپنے شیوخ کا نام بڑے ادب واحترام سے لیتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے لاہور کا کتا بھی اچھا لگتا ہے، کیونکہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی برکت سے لاہور سے مجھے میرا اللہ ملا ہے۔ ایک دفعہ احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ) اور حضرت خلیفہ صاحبؒ، خواجہ غلام حسن صاحبؒ کے مزار پر حاضری دینے کے لئے کروڑ لعل عیسن گئے، وہاں پر مراقبہ کیا، فاتحہ پڑھی، وہاں پر مزار کے اِردگرد بڑے بڑے پختہ بنگلے تھے اور ڈش انٹینا وغیرہ بنگلوں پر لگے ہوئے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ رونے لگے اور

فرمایا: ''ایک وقت تھا یہاں پر کونے کونے سے اللہ کا نام بلند ہوتا تھا، اور آج یہ حال ہے!''
حضرت خواجہ غلام حسنؒ کے پوتے وغیرہ قومی سیاست میں سرگرم ہیں اور بعض حضرات ایم پی اے، ایم این اے اور شاید وزراء بھی رہ چکے ہیں، جونہی ہم خانقاہ سے باہر نکلے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: ڈاکٹر صاحب گاڑی روکو! مجھے سخت پیشاب آرہا ہے، میں نے کہا: حضرت! وہاں پر باتھ رُوم تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ادب مانع تھا! شیخ کی خانقاہ میں پیشاب کیسے کرسکتا تھا...؟

خواب میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی توجہات اور مریدین کا بیعت ہونا

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ عجیب تھی، خواب میں توجہ کی وجہ سے کئی لوگ حضرتؒ سے بیعت ہوئے۔ ایک دو واقعات قارئین کے لئے بیان کرنا احقر مناسب سمجھتا ہے۔

مؤرخہ ۲۶/۸/۱۹۹۸ء کی بات ہے، آج کل لوگ اور خصوصاً علمائے کرام حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف بہت متوجہ ہیں، اِن میں سے کئی ایک خوابوں کے ذریعے حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ پروفیسر نصرت اللہ کے بڑے بھائی جو کہ آج کل رائے ونڈ میں شعبۂ مستورات میں مقیم ہیں، اور بطور زراعت ریسرچ آفیسر محکمہ سے ریٹائرمنٹ لے چکے ہیں، تبلیغ میں کئی سفر بیرون ملک کرچکے ہیں، خواب کے ذریعے حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔

اِن کے چھوٹے بھائی پروفیسر نصرت اللہ اور گھر کی مستورات بھی حضرتؒ سے بیعت ہوچکی ہیں، لیکن یہ بیعت کرنے سے ہچکچاتے تھے، آخرکار خواب میں حضرتؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے بتلایا کہ: میں نے خواب دیکھا کہ میں سویا ہوا تھا، دیکھتا ہوں کہ میری پیٹھ کی طرف ایک گز کے فاصلے پر ہاتھ کی پانچ اُنگلیاں سمٹ کر میرے دِل کی طرف اِشارہ کررہی ہیں، اُس کے بعد ان اُنگلیوں سے نور کا ایک برمہ نکلتا ہے جو کہ میرے

دِل میں پیوست ہوجاتا ہے، وہ برمہ میرے دِل میں ڈرِل کرتا ہے، میرا نفس زور زور سے چیختا ہے، جیسے جیسے برمہ چلتا ہے، میرے دِل سے پیپ خارج ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ تمام گند خارج ہوجاتا ہے۔ اِس کے بعد میرے نفس کو آرام آجاتا ہے اور برمہ ڈرِلنگ بند کردیتا ہے۔ فرمایا: میں جب پیچھے مڑکر دیکھتا ہوں تو خلیفہ غلام رسول صاحبؒ کھڑے ہوتے ہیں، وہ نور کا برمہ اُن کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

اسی طرح اُن کے چھوٹے بھائی پروفیسر نصرت اللہ بھی خواب کے ذریعے حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ میرے اُستاد خاص کر ڈاکٹر عبدالسلام (راقم) اور حافظ محمد رمضان کہہ رہے ہیں کہ اللہ نے آپ کو کس کام میں لگادیا ہے، یونیورسٹی میں پڑھانا یہ کوئی کام ہے، یہ تو دِین کی خدمت نہیں ہے، تو کہا کہ: میں خواب میں اللہ سے گلہ کرتا ہوں کہ میرے دوست مجھے طعنہ دیتے ہیں، اُوپر سے آواز آتی ہے کہ: اچھا ہم آپ کو اور یونیورسٹی میں داخل کرتے ہیں۔ اِس کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ اپنے آپ کو (شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب کے) مدرسہ نعمانیہ میں بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ دو ہفتے کے وقفے کے بعد پھر خواب دیکھتا ہوں کہ غیب سے آواز آتی ہے کہ ہم نے آپ کو دُوسری یونیورسٹی میں داخل کرلیا ہے اور میں اپنے آپ کو مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول صاحبؒ کے سامنے دوزانو بیٹھے پاتا ہوں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ مجھے کہتے ہیں کہ: آپ کو داخلہ دیتے ہیں، لیکن آپ پگڑی تو باندھیں گے، میں اللہ یعنی غیب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اِس میں دُوسرا چوائس (Choice) نہیں ہے، یعنی آیا کہ کیا میں پگڑی کی جگہ ٹوپی پہن سکتا ہوں؟ غیب سے آواز آتی ہے، یعنی دھمکی ملتی ہے کہ اب اِن سے دُوسری بات کے لئے اِجازت لینی ہوگی۔ اِس کے بعد نصرت اللہ کو احقر حضرت خلیفہ صاحبؒ کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ بیعت ہوجاتا ہے۔

لطائف کا نور

آج مؤرخہ ۱۹۹۸/۴/۵ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ مراقبے کے دوران دیکھتا ہوں کہ پانی کے گلاس، جگ یا بالٹی میں دُودھ ڈال رہا ہوتا ہوں، یعنی پانی میں دُودھ ملاتا ہوں۔ حضرتؒ نے کہا بہت مبارک ہے۔ یہ لطائف کا نور ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد اور دُودھ پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُودھ کو اِختیار فرمایا، جبریل نے فرمایا: یہ آپ کی فراست تھی، اگر آپ شہد کو اِختیار کر لیتے تو فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا۔

تمہارے پاس وہ دولت نہیں جو تمہارے دادا کے پاس تھی!

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ احمد سعیدؒ جو کہ خواجہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے پوتے تھے، خانقاہ سے نکلے جا رہے تھے، اور لوگ بھی ہمراہ تھے، راستے میں ایک خاکروبن ملی، کہا: تمہارے پاس وہ دولت نہیں جو کہ تمہارے دادا کے پاس تھی! حضرتؒ نے لوگوں کو رُخصت کیا اور معلوم کیا کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلفاء میں کون زندہ ہے؟ کسی نے بتایا کہ دِلّی سے پتا چلے گا، حضرتؒ نے سب خلفاء کو رُخصت دے دی اور دِلّی چلے گئے، وہاں پر حضرتؒ کے خلفاء کا پتا کیا، کسی نے بتایا کہ بخارا، سمرقند میں حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کا ایک خلیفہ زندہ ہے، حضرت خواجہ احمد سعیدؒ بخارا چلے گئے، حضرت خواجہ نظام الدین بادشاہِ وقت کے ساتھ چھ میل بخارا سے دُور حضرتؒ کے اِستقبال کے لئے آئے، جب ملاقات ہوئی، حضرت خواجہ سعیدؒ سے کہا: گھوڑے سے اُترنا نہیں، ایک رکاب پر بادشاہ کا ہاتھ تھا، دُوسرے پر خواجہ نظامؒ کا، اس شان سے بخارا پہنچے، حضرت خواجہ نظامؒ نے خواجہ سعیدؒ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ تین دِن کے بعد خواجہ سعیدؒ نے کہا: میں وہ امانت لینے آیا ہوں جو تم گنگوہ سے لائے ہو! حضرت

خواجہ نظام الدینؒ نے یہ سن کر کہا: خواجہ سعید! جوتیوں کی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ اِس کے بعد شکاری کتوں پر اُن کی ڈیوٹی لگادی۔ دو شکاری کتوں کی خدمت پر مامور کیا، اُن کو باہر جنگل میں لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ جنگل میں شکار اُٹھا، خواجہ سعیدؒ کو تھوڑی تھوڑی روٹی ملتی تھی، جس کی وجہ سے کمزور ہوگئے تھے، اِس ڈر سے کہ کتے چھوٹ نہ جائیں، اُن کو کمر سے کس کر باندھ رکھا تھا، کتے طاقت ور تھے، اُن کو گھسیٹتے چلے گئے، اور وہ لہولہان ہوگئے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ رُوحانی طور پر حاضر ہوئے، فرمایا: خواجہ نظام! میں نے آپ کو خلافت اس طریقے پر دی تھی جیسے آپ میرے پوتے کے ساتھ کر رہے ہیں؟ حضرتؒ گئے اُن کو جنگل سے لے آئے، غسل کروایا، کپڑے پہنائے، خلافت سے نوازا اور ہندوستان روانہ کردیا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ واقعہ مجھے اُستاذ شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب نے سنایا ہے، یہ اُن کی روایت ہے۔

علم ہوگا، اللہ پاک نفع نہیں دے گا

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حضرت اِمام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں شاگرد تھے، ایک علاقے میں گئے، وہاں پر سارے شاگرد آئے، ایک نہ آئے، بلکہ وہ دیر کے بعد آئے، حضرتؒ نے کہا: میری خبر آپ کو نہ پہنچی؟ کہنے لگے: میرا کچھ کام تھا، جس کی وجہ سے دیر ہوگئی، حضرتؒ نے فرمایا: علم ہوگا، اللہ پاک نفع نہیں دے گا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: بعض حضرات اپنے پیروں کو، خلفاء کو بُرا بھلا کہتے ہیں، یہ حد ہے۔

اگر میں نے اِن کی تربیت نہ کی، جواں مرد نہیں ہوں گا

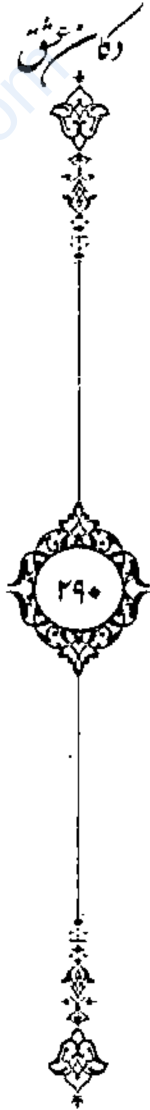
مؤرخہ ۱۵/ ۱۲/ ۱۹۹۸ء کو بروز منگل وار حضرت مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ مدرسہ نعمانیہ میں ٹانک اور کلاچی سے ہوتے ہوئے تشریف لائے، مغرب کی نماز سے

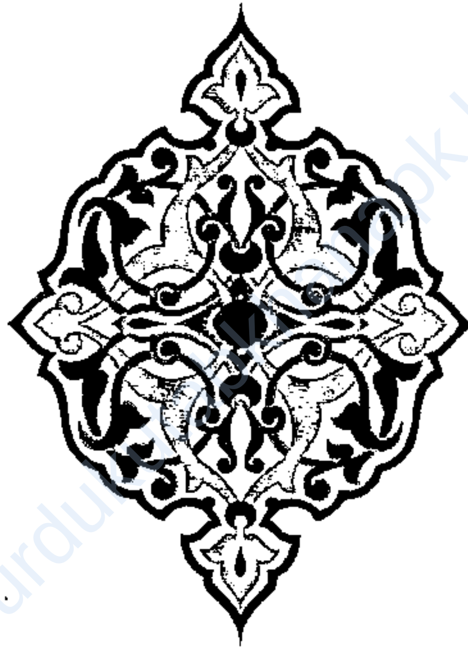
تھوڑی دیر پہلے پہنچے، مغرب کی نماز کے بعد مولانا قادری صاحب مدظلہ محفلِ ذکر میں شامل تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ، مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ کے بالکل سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور راقم الحروف حضرت کے متصل بائیں طرف بیٹھا تھا۔ حضرت مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ ٹانک میں مولانا فتح خان کے مدرسے میں ایک طالب علم ماسٹر شفیع اللہ سے ملنے گئے تھے، وہ ڈیرہ میں اِن کے ہمراہ تھے، رُخصتی کے وقت وہ ماسٹر شفیع اللہ کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کے حوالے کر گئے، مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ، ماسٹر صاحب کو پہلے سے کسی ملاقات میں مجاز کئے ہوئے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ماسٹر صاحب سے حالات پوچھے کہ کیا لطائف پر کچھ کام کیا ہے؟ ماسٹر صاحب نے کہا: چھ لطائف پر کام ہوا ہے۔ حضرتؒ نے اُن کو پاس انفاس تلقین کی، حضرتؒ نے کہا کہ: یہ لطیفہ قلب سِر اور رُوح تینوں کو یکجا کر کے وہاں سے لفظ ''اللہ'' لطیفہ اخفیٰ تک لے جائیں اور لفظ ھُو کو سانس کے ساتھ ناک کے ذریعے باہر نکالیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: جسم کو بالکل حرکت نہیں دینا، بالکل ساکن رہیں، ساتھ والے کو بھی پتا نہ چلے، زبان کو حرکت نہیں دینی ہے، صرف تصور کرنا ہے، کوئی سانس بغیر پاسِ انفاس کے اندر نہ آئے۔

حضرتؒ نے ماسٹر شفیع اللہ صاحب سے کہا کہ: چونکہ حضرت اجمل قادری صاحب نے آپ کو میرے حوالے کیا ہے، اس لئے تمہاری تربیت میرے ذمے ہے۔ پھر فرمایا کہ: حضرت بابا سیماسیؒ نے حضرت سیّد امیر کلالؒ سے فرمایا کہ: نقشبند کو تمہارے حوالے کرتا ہوں، اُس وقت نقشبند بچہ تھا، اِس کی تربیت کرنی ہے، اگر اس کی تربیت نہ کی تو پھر قیامت کے دِن ذمہ دار ہو گے۔ حضرت کلالؒ نے فرمایا کہ: اگر میں نے اِن کی تربیت نہ کی تو میں جوان مرد نہیں ہوں گا...!









خطوط

"حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو خطوط جو انہوں نے سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب ریسرچ آفیسر کاٹن رتہ کلاچی فارم، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کو لکھے تھے، سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب کا تعلق لکی مروت سے ہے، دعوت کے کام سے منسلک ہیں، اور حضرت مولانا اشرف سلیمانی پشاوری کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔"

(۱)

پہلا خط:

بخدمت جناب حضرت مغفرت پناہ ارشاد دستگاہ عالی شان حضرت شاہ صاحب زید الطافکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت طرفین من جانب اللہ مطلوب۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم واحسان سے اِس سیادت اور طہارت کے درخت کو اصلیہ پھلوں اور ثمروں سے سرسبز اور پھلا پھولا بنائے۔ اگر بخشش وکرم کا چشمہ جوش میں آئے تو لاحق فیض خلف سابقین یعنی خلف کے ساتھ مل جائے، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت سہل تستریؒ سے کسی نے پوچھا کہ: یقین کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ: یقین اللہ ہی ہے، اصل طریقہ دائمی حضوری اور آگاہی ہے، بغیر اس بات کے اِرادہ کی پراگندی اور فتور حائل ہو، خواہ ذِکر کے لباس میں، توجہ کی صورت میں، خواہ رابطے کے وسیلے میں، خواہ کچھ بھی ہو، مقصود حضور مع اللہ ہے، جب اس کیفیت کا حضور حاصل ہو کہ صبر کے وجود کا شعور اِس کا مزاحم اور مانع ہو، اس حضور کو وجودِ آدم کہتے ہیں، جب یہ اور سالک کا ملکہ ہوجائے تو اُسے مشاہدہ کہتے ہیں، اور جب حضور کی کیفیت کو اپنی طرف سے نہ دیکھے تو گویا فنائے حقیقی سے مشرف ہوگیا، اس مقام میں لایعرف اِلٰہ الا اللہ کے معانی ظاہر ہوتے ہیں، اس مقام میں

نہ ارواح ہیں نہ اشیاخ، مشہود مشاہدہ کی بابڑتا ہے جب وجود حقانی کا لباس پہن کر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی تمام صفات کو حضور کی طرح اپنے آپ میں معلوم نہیں کرتا تو اُس وقت فضل الٰہی کی مدد سے اجسام کے وصول اور اجناس کو سراسر اعراض دیکھتا ہے، اور اعراض کے وجود کو معقولاتِ ثانویہ سے جانتا ہے اور الاعیان ماشمت رائحہ کا راز اس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

مکرما! آپ کی نسبت اس قسم کی باتوں کا لکھنا فضول اور بے فائدہ ہے، لیکن نصیحت اور یاد دِلانے کی خاطر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

دُعا جو وُعا گو

خلیفہ غلام رسول عفی عنہ

---

(۲)

دُوسرا خط:

الطافِ الٰہی کے مظہر حضرت قبلہ شاہ صاحب دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت جانبین من اللہ تعالیٰ نیک مطلوب۔ آپ کے ارشاد کے مطابق تعمیل کرتا ہوا جو کچھ بندے کے عقل وفہم میں آیا ہے، لکھ رہا ہوں، سب سے اِس صاحب کو دُعا کرتا ہوں، جس نے آپ کی امداد فرما کر زیارت کے شرف سے مشرف فرما دیا ہے، حق تعالیٰ قبول فرماویں، آمین! واضح ہو کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جو کہ بدنی بھی اور مالی بھی ہے، اس طائفہ صوفیا کو حج کے اندر کئی باتیں غور کرنی چاہئے، فی الحقیقت کعبہ معظم کی زیارت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی کا زیارت کرنے والا ہوتا ہے، اور زیارت کرنے والے کی بزرگی (اکرام) کرم کے لوازم میں سے ہے، اور حج سے طالبوں کا مقصود کعبہ کا مالک (خدا) ہے، بیچ میں خانۂ کعبہ کو ایک بہانہ بنالیا ہے، ورنہ حقیقتاً کعبہ کی عمارت مقصود نہیں، بلکہ وہ خدا مقصود ہے جس کا کعبہ ہے، سلطان العارفین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ: جب میں حرم میں گیا اور کعبے کی زیارت کی تو میں۔نے اپنے دل میں کہا: میں نے تو







اِس جیسے ہزاروں مکان دیکھے ہیں، مجھے تو مالکِ مکان درکار ہے، اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ جب دوسرے سال آ گیا اور دِل کی آنکھ کھولی تو سب سے پہلے مالکِ مکان دیکھ کر مکان سے کہا کہ عالمِ الوہیت میں مشارکت نہ ہونی چاہئے اور عالمِ وحدانیت میں دُوئی نہ ہونی چاہئے، محبوب، مکان اور میں تین ہوں، جو شخص کہ اِن سب کو دو بھی تصوّر کرے، وہ کافر ہے، جب میں دو چھوڑ کر تین تصوّر کر رہا ہوں تو کیسے کافر نہ ہوں گا، یہ کہہ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ تیسرے سال پھر گیا تو محبوب کی مہربانی نے مجھ کو اپنی بغل میں لے لیا اور عزت کے پردے کو میری بصیرت کی آنکھوں سے پکڑا اور معرفت کی شمع میرے دل میں روشن کی اور میری ہستی کو تجلّی کے انوار سے ملایا اور اِس طرح خطاب کیا کہ: ''اَنْتَ زَائِرٌ حَقًّا، تَحِقُّ عَلَى الْمُزَوَّرِ اَنْ يُّكْرِمَ زَائِرَهٗ'' (تو میری زیارت کرنے والا ہے تو جس کی زیارت کی جائے، اُس کا فرض ہے کہ اپنے زائر کی عزت و اکرام کرے)۔

تا چشم برکشادم نور رُخِ تو دیدم
تا گوش برکشودم آواز تو شنیدم

ترجمہ:... ''جب میں نے آنکھ کھولی تو تیرے رُخ کا نور دیکھا، جب کان کھولے تو تیری ہی آواز سنی۔''

جب سچے محبوب نے یہ دیکھا کہ یہ مکان بیت اللہ محبوب بےنشان کا ایک نشان ہے تو کیا کریں، اگر اس سے بھی اپنے کو تسلی نہ دیں، جیسا کہ مقولہ ہے: ''من منع النظر تسلی بالأثر''، یعنی وہ شخص جو جمالِ دوست کے دیکھنے سے روک دیا گیا ہے، وہ دوست کے نشان میں ہی اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے۔ مجنون کو دیکھو، وہ دن رات لیلیٰ کے مکان کے اردگرد پھرتا اور در و دیوار کی خاک کو چومتا اور کہتا ہے:

اُمُرُّ علی الدّیار دیار لیلی
اُقبّل ذا الجدار وذا الجدار

ترجمہ:... ''میں لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گزرتا ہوں تو



کبھی اِس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو چومتا ہوں۔"

وما حب الدیار شغفن قلبی

ولکن حُب من سکن الدیارا

یعنی مجھ کو اِن گھروں سے اُلفت نہیں ہے، بلکہ اُس کی محبت میں سرشار ہوں جو اِن گھروں میں رہ رہا ہے۔

آگے برداشت کی طاقت نہیں، معاف کرنا۔

فقط والسلام مع الاکرام دُعاجو

خلیفہ غلام رسول

"جب احقر ڈیرہ اسماعیل خان سے ایبٹ آباد چلا گیا اور ایک سال حجازِ مقدس (ریاض) میں رہا تو وہاں ریاض اور ایبٹ آباد سے احقر نے جو چند خطوط حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں لکھے، حضرتؒ نے ان خطوط کا جو جواب احقر (ڈاکٹر صاحب مدظلہ) کو تحریر فرمایا، قارئین کی توجہ اور افادۂ عام کے لئے حاضرِ خدمت ہیں۔"



---

(۳)



ازطرف لعل ماہڑہ

حضرت مغفرت پناہ ارشاد دستگاہ برادرارجمند ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سلّمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آج ۱۴ر تاریخ بوقت سعید آپ کا مکتوب شریف بنظر مطالعہ ہوا، بہت مسرت وخوشی ہوئی۔ اور جمیع احوال سے آگاہ ہوا۔ الحمدللہ! کہ آپ سب حضرات عافیت سے ہیں، اور یہ بھی دُعا ہے کہ آپ کو مسند ارشاد پر ثابت قدم رکھے۔ اس فقیر کی آرزو یہی ہے کہ دُعا وفاتحہ کی توجہ سے آپ اپنے اس معتقد دُعا گو کی امداد کرتے

رہیں۔ اوضاع واحوال کی پریشانی اور بے استقامتی کے باوجود بڑی بے حیائی ہے کہ تصوف کی بات درمیان میں لاؤں۔ اگر وہاں آپ کے دل میں یہ آئے کہ اہل ارشاد کے لئے کشف اور اِلہام کا ہونا بھی ضروری ہے، تو اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو علیم اور حلیم اور متکلم کا مظہر ہوتے ہیں۔ آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے متعلق لکھا ہے۔ عزیزم! آپ نسبت قادریہ راشدیہ کے آداب بجالائیں، اس میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں۔ اور ہرگز ہرگز کسی اور طریق کو اس کے ساتھ نہ ملائیں۔ جو آپ دوسرے سلسلوں کی طرف رُخ رکھتے ہیں، یہ بالکل نہ کریں۔ طریقہ قادریہ راشدیہ پر تعلیم اور تلقین کو موقوف رکھیں۔ بھلا یہ تو بتلائیں نور تو قادریہ راشدیہ کا حاصل کریں، اور متوجہ اور کی طرف ہوں، تو اس میں کیا مزہ آئے گا؟ مرید کو پیر کے سامنے ایسا ہونا چاہیے، جیسے مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے، مرید کو یہ لائق نہیں ہے کہ یوں کہیں کہ فلاں شغل میں تعلیم دو، یہ بہت بری بات ہے۔ خودرائی اچھی نہیں۔ اوہو! میں دور چلا گیا، اصل کی طرف آتا ہوں، یتیمٰی بی بی کی شادی خانہ آبادی پڑھ کر بہت ہی خوش ہوں، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کامرانی وکامیابی عطا فرما کر خوش حال رکھے۔ آپ کے خط کے ساتھ ڈرافٹ بھی مل گیا ہے، جزاك الله احسن الجزاء! اور ڈاکٹر فضل رازق کو بھی جزائے خیر دے۔ ڈاکٹر طیب صاحب اور جنرل جاوید ناصر صاحب کو بھی کہ وہ اس طرف کے فقیروں کے کام کرتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے، اگر آپ ڈی.آئی.جی صاحب کو بار بار فون کریں تو بہتر ہوگا، کیونکہ عزیزی سیف الرحمٰن کا خیال ہے کہ اپنے محکمے میں ہو جائے تو اچھا ہے، کیونکہ مسجد کے حالات کا تو آپ کو علم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بے علت عنایت سے کامل حصہ عطا فرمائے۔ اصل بات یہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کا دروازہ کھل جاتا ہے، سر معنی باطن اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو دیکھ لیتا ہے، روح اس کی محبت سے چمک اُٹھتی ہے، دل کتاب وسنت کے اَحکام مان لیتا ہے، تن استقامت کے مقام میں قائم ہو جاتا ہے، بس انسان کی پیدائش سے مقصود یہی ہے، باقی رہے معارف وکمالات، اگر وہ اس طرح پر حاصل ہوں کہ ان

اصول میں خلل نہ ڈالیں تو نورٌ علیٰ نور ہیں، ورنہ ہیچ و بے سود۔ جو شخص غایت اور نہایت کمال کے ظہور کا طالب ہے، اس کو حتی المقدور: ''اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ'' (آل عمران:۱۳) کے موافق ہمیشہ متابعت میں ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اگر بشریت کے باعث اس سعادت میں کسی قسم کا نقصان ہو جائے تو ہمیشہ نیاز مند ہو کر اہل اللہ کے دلوں سے دُعا کا طالب رہے، شاید کوئی دُعا اس کے حق میں کارگر اور مفید ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ اس طریقے پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں اور بہت سے پاک دلوں کو متوجہ الی اللہ بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ نصیب کرے۔ کاتب کا حال بہت ہی شورہ اور پریشان اور بے سرانجام ہے، اور جو بات منہ سے نکلتی ہے، اچھی نہیں نکلتی، اور بس صرف اپنے علم کے موافق کہ جس پر ایمان رکھتا ہے، کوئی بات لکھ دیتا ہے۔ کیا کیا جائے، چونکہ آپ نے اس قسم کی باتوں کے لکھنے کے لئے اشارہ کیا ہوا تھا، اس لئے جرأت کی گئی ہے، ورنہ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں، کہ میں کون ہوں جو ایسی نصیحتیں کر سکوں، میرے لئے تو یہ ہے کہ اپنے پہلے بُرے بھلے حال سے توبہ کروں اور ہمیشہ عام مسلمانوں کی طرح کلمہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کے از سرِ نو ایمان لاؤں، تا کہ اس طرح دم نکل جائے، لیکن ہائے افسوس! جسمانی کمزوری اور نفس سرکش کی نافرمانی کے باعث یہ بھی مجھ سے نہیں ہوسکتا، دیکھیئے کیسا انجام ہوتا ہے، بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ ارحم الراحمین کے ساتھ معاملہ ہے۔ اصل بات کی طرف جاتا ہوں، بصیرت اور بصارت کے صاحب حضور کے منبع، درود کے مرجع، خلق عظیم میں افزوں، زمانے والے قیمتی موتی، شجرہ زیتونیہ کے کامل سایہ، شیخ القرآن والحدیث حضرت اُستاذی محمد سراج الدین مرحوم اس سرائے خانے سے کوچ فرما کر ملک بقا کی طرف جا بسے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ!

اس جہان میں ملے جلے ہیں بہار اور خزاں بھی
کہیں خوشی ہے اور کہیں آہ و فغاں بھی

ایک دفعہ ڈیرہ میں دُعا کے لئے گیا، لیکن افسوس ہے کہ آخری ملاقات نہ ہو سکی،

کیونکہ حضرت استاذ صاحبؒ اس وقت گھر میں اِستراحت فرمارہے تھے۔ حضرت اُستاذ یم صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب نے فرمایا کہ: تمہیں بھی تکلیف ہوگی اور ان کو بھی، طوعاً وکرہاً واپس آ گیا۔ افسوس ہائے افسوس! کہ زیارت نصیب نہ ہوئی۔ تصوف کا مقصد یکسو دیکھنا اور یکساں جینا ہے، اللہ تعالیٰ کامل توفیق دے، اور اپنے فضل وکرم سے اس گرفتار کو قیامت کے دن آزاد لوگوں کے گروہ میں اُٹھائے۔

اوّل آخر ظاہر باطن اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور سلام ہو رسول پر اور اس کی آل واصحاب پر۔

باقی تمام بڑوں اور چھوٹوں کو سلام ودُعا مع الاخلاص۔

نوٹ: اکاؤنٹ ایک ہزار روپیہ داخلہ کو کہتے ہیں، وہ ڈرافٹ فیض اللہ خان صاحب کو دے دیا ہے، آپ برائے مہربانی اس کے نام بھیج دیا کریں۔ دُعاجو

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

سب کی طرف سے دُعا وسلام قبول ہوں، اور اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے اور آپ کے درجے بلند کرے۔

عبید اللہ احرار، محمد صفی اللہ، محمد سیف الرحمٰن اور سب گھر والوں کی طرف سے دُعا وسلام۔

---

(۴)

از لعل ماہڑہ ۲۱/۱۰/۹۹ء

جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زیدت عرفانھُو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ! یہاں پر خیریت سے ہیں، آپ کی عافیت رَبّ العالمین جل وعلیٰ سے چاہتا ہوں۔ کافی دن گزر گئے ہیں کہ آپ کا کوئی عافیت نامہ نہیں آیا۔ دل ہر وقت یہی چاہتا ہے آپ سے مل کر ذکر قدسیہ آیات کو دل کی گہرائیوں سے

چاہتا۔ برائے مہربانی کم از کم ایک مہینہ میں دو مکتوب شریف آنے چاہئیں۔ الحمدللہ! کل جو آپ نے دوا بھیجی تھی، اور رقعہ بھی ساتھ تھا، جو ڈاکٹر مضیٰ کے نام تھا۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ۳۱/۱۰/۹۹ء عزیزی سیف الرحمٰن سلّمۂ کی شادی کا پروگرام ۳۰/۱۰/۹۹ تا ۳۱/۱۰/۹۹ سنیچر، اتوار کو ہے۔

اگر آپ کو وقت اجازت دیتا ہے تو ایک دو گھنٹے کے لئے آپ کی شمولیت بابرکت ہوگی۔ باقی کسی قسم کے کوئی حالات نہیں ہیں، جو جناب اقدس کی خدمت میں تحریر کئے جائیں۔ سب دوست احباب کو تسلیمات التماس دُعا۔ کوئی کار لائق ہو، یہ فقیر حاضر ہے اور میں آپ سے غافل نہیں ہوں۔ گھر والوں اور عزیزوں کو سلام اخلاص، فقط والسلام

نیازمند

خلیفہ غلام رسول عفی عنہ

دُعا گو و دُعا جو

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

حافظ حفیظ الرحمٰن کی طرف سے دُعا سلام، تسلیمات، دُعا گو۔

ماسٹر غلام رسول کی طرف سے تسلیمات، دُعا گو۔

---

⑤

عظیم الشان برادرم الحاج ڈاکٹر عبدالسلام زیدت عرفان محبت ھُو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج ہی آپ کا مکتوب شریف ملا ہے، مطلع کے نظر ہوا، بہت خوشی مسرت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس یاد فرمائی کے بدلے اعلیٰ درجے تک پہنچائے اور حق الیقین کا مقام نصیب فرمائے۔

عزیزی عبدالرحمٰن صاحب کے متعلق پڑھ کر بڑا مغموم ہوا، دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ

عزیزی کو سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے، جمیع مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔

آپ نے مریدوں کے متعلق لکھا ہے کہ بنک اکاؤنٹ کھلوادیں، ہم نے کسی کو بھی نہیں کہا۔ پرسوں میں ڈیرہ میں گیا، پروفیسر محمد ربانی صاحب سے ملاقات ہوئی، آپ کے تسلیمات دیئے، اور اس کو اکاؤنٹ کے متعلق ذکر کیا اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ حبیب بنک کا منیجر اس کا دوست ہے، میں اسے کہوں گا وہ ضرور کام کردے گا۔

جو آپ نے خواب دیکھا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی ہے، وہ مبارک خواب ہے، چابی کا آگے رکھنا یہ دنیا کو طے کرکے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے۔

مکہ مکرمہ کا خواب دیکھا، اس کی تشکیل جماعت کے ساتھ کرو، تاکہ وہ مکہ مکرمہ یہ جماعت تین دن کے لئے ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے، اگر آپ مکہ مکرمہ گئے تو تین سال تک رہیں گے، اللہ عالم مہربانی فرمائے۔ ڈی. آئی. جی صاحب کو اپنی طرف سے کہیں کہ پولیس میں سیف الرحمٰن کا جلدی جلدی سے انتظام کرنا یعنی منشی کی پوسٹ محرر پر۔ کیونکہ علم نہیں کب تک ڈی. آئی. جی صاحب رہیں گے، پتہ نہیں وہاں انتظام کرنے کی کوشش کی ضرورت نہیں۔ اگر ہوسکتا ہے تو میری پنشن کی کوشش کریں۔ ضعیف طاقت میں ہو گیا ہوں، ذرا بھی طاقت نہیں ہے، آخرت میں پناہ رکھے، شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو تسلیمات۔ دُعا جو، والسلام

خلیفہ غلام رسول، لعل ماہڑہ

---

(۶)

از لعل ماہڑہ ۶/۱۱/۹۹ء

بخدمت جناب مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زیدت محبت ہو، عرفان ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا، بہت بڑی خوشی مسرت

ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں ترقی و درجات بلند فرمائے، سب حالات سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت دین عطا فرمائے۔ اور جس راستے پر آپ گام زن ہیں، منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ آپ جو کچھ بھی، جتنا بھی ذِکر کریں، اللہ کے ہاں وہ کم ہے، اگر ساری کی ساری زندگی مشغول و مصروف رہیں پھر بھی کم ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آپ نے بچی کی رُخصت کے متعلق لکھا ہے اور ملاقات کے لئے بھی، اِن شاء اللہ! اگر زندگی ہوئی، ملاقات ہو جائے گی۔ عزیزی سیف الرحمٰن سلّمہٗ کی شادی خانہ آبادی ہوگئی ہے اور پروگرام اللہ کے فضل سے بہت اچھا گزر گیا ہے، لیکن جو کمی تھی، آپ حضرات کی تھی، ماشاء اللہ! اللہ آپ کی حفاظت فرمائے، اہل و عیال جمیع دوستان کی حفاظت فرمائے۔

لمبا خط نہیں لکھ سکتا، اس لئے مکرم ماسٹر غلام رسول صاحب لکھتے ہیں، کیونکہ ان کا وقت بڑا قیمتی ہے، بچوں سے نکل کر میرے پاس تشریف لائے ہیں اور ان کے وقت کا بھی خیال رکھا ہے، اللہ ان کو برکت دے، جمیع دوستوں کو سلام اور گھر والوں کو سلام، یہ خواب آپ نے جو لکھے ہیں، وہ مبارک خواب تھے، آپ کی ترقی کے متعلق اشارات تھے، خدا تعالیٰ مبارک کرے (آمین)۔

عزیزی کی طرف سے مبارک باد بھی پیش کرتے ہیں، اور گھر والے بھی مبارک باد دیتے ہیں۔

والسلام دُعا گو و دُعا جو!

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

---

(۷)

۷/۱۲/۹۹

بخدمت جناب مکرم و محترم برادرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافی انتظار کے بعد آپ کا مکتوب شریف اور ہزار روپیہ کل چھ تاریخ کو فیض اللہ

خان صاحب کا آدمی دے گیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مکروہاتِ دنیا سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔ اور اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ دودھ کا پینا بچوں کا آپ کو مبارک ہو، یہ بہت اچھا خواب دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بہت اچھے مقامات عطا فرمائے گا۔ عزیزی عبدالرقیب خان سلّمہٗ کو مبارک باد دیتا ہوں اور آپ کی خدمت عالیہ میں مبارک پیش کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ آپ کی جگہ مسجد نبوی میں پڑی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علم کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو مسجد نبوی کا اِمام بنادے اور اشارہ بھی یہی ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے درجے بلند کرے، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ کے بچوں کو نیک بنائے اور عمر میں، رزق میں برکت عطا فرمائے آمین!

سرجن گل محمد خان صاحب کو سلام عرض کرنا، سب گھر والوں کو سلام، فقط والسلام!

سیف الرحمٰن غفرلہٗ

---

(۸)

از لعل ماہڑہ ۱۵/ ۲/ ۲۰۰۰ء

بخدمت جناب حکیم مقبول احسن صاحب زیدت محبت ہُو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آنجناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو مقاماتِ عالیہ عطا فرمائے۔ جمیع چھوٹے بڑوں کو اور خصوصاً والدہ محترمہ کو عافیت سے رکھے۔ دوا اور مکتوب شریف حاصل ہوا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ جو دوا آپ نے تحریر فرمائے ہیں، ایک دوا کا نام نہیں آتا، مہربانی کر کے دوا کا نام صاف لکھیں۔ جو دوا پانی میں حل کرنا ہے۔ باقی عرض یہ ہے یہ فقیر ہر وقت آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے، جو کمی آپ میں واقع ہو، اس کو فقیر کی طرف منسوب کرنا۔ جو ترقی ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کروں، بوڑھا آدمی ہوں، وہ طاقت نہیں، توجہ کر کے مقامِ عالیہ تک پہنچاؤں۔ اب سکندر عزیزی سیف الرحمٰن کو

دُکان بنانے کا مکمل ارادہ ہے، اِن شاء اللہ جب وہ تیار ہوگی، آپ ڈاکٹر عبدالسلام افتتاح فرمائیں گے۔ اوراس کا نام میں نے تجویز کیا ہے ''شفاخانہ محمودیہ'' آگے آپ کی مرضی ہے، جو نام تجویز فرمائیں گے، ہمیں منظور ہوگا۔ اس وقت مہربانی آپ زحمت اُٹھا کر سرٹیفکیٹ بھیج دیں تا کہ ہماری تسلی رہے، پتہ ڈاک خانہ ماہڑہ معرفت ماسٹر غلام رسول صاحب، خانقاہ لعل ماہڑہ خلیفہ غلام رسول صاحب۔ یہاں پر بالکل عافیت ہے، لیکن تھوڑا سا صدمہ ہوا، عزیزی فخر عالم کی لڑکی فوت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کا شفیع کرے، آمین! یہاں کی کوئی خدمت ہوتو فقیر حاضر ہے۔ دوسری عرض یہ ہے اگر آپ ادویات مجربہ بھیج دیں، یہاں پر ہم دوا کو استعمال کریں گے، آپ کی شفقت اور عنایت ہوگی۔ والسلام دُعا گو!

خلیفہ غلام رسول

---

(۹)

ازلعل ماہڑہ ۴/۳/۲۰۰۰ء

بخدمت جناب مکرم ڈاکٹر عبدالسلام زیدت عرفان ہُو

السلام علیکم، وعلی من لدیکم، اللہ تعالیٰ آپ کے تمام چھوٹے بڑوں اور دوسرے یاروں کو عافیت وآرام کے ساتھ رکھے۔ مَاعِنْدَ کُمْ یَنْفَدُ وَمَاعِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ کوشش کرنی چاہیے زندگانی اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں صَرف ہونی چاہیے، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے، وہ زائد اور بے اعتبار، بلکہ مکروہ اور مردود ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ یہ ظاہری زندگی کب تک ساتھ دے گی، دانا آدمی کو اس منزل کی فکر کرنی ضروری ہے، اور اس راہِ طریقت میں ظاہری جذبہ کوشش پر موقوف ہے، اور جذبہ وکوشش اُس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب آپ کو محبوبی کی صفت سے موصوف فرمائیں گے۔ یہ بخشش اور عطیہ سیّدالاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری اور باطنی متابعت پر موقوف ہے، اور اگر آپ کو بھی غفلت آجائے تو اُس کو بڑا ہی گناہ جانیں۔ اور بہت غم ناک اور بے قرار ہونا چاہیے اور اس

غم الم کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کو بڑے درد کے ساتھ رونا چاہئے، تاکہ اللہ تعالیٰ بشریت کی بُری صفتیں تجھ سے دور کر دے اور تجھے چاہئے کہ ہمیشہ عاجز اور خاکسار اور بے چارہ رہنا چاہئے۔ تاکہ وہ ذات پاک بے چاروں کی دُعا قبول کرنے والا ہے، اور تیرا بھی کام بنادے گا۔ آپ جس قدر ہوسکتا ہے، اس کے نام سے غفلت اختیار نہ کرنا اور چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کی طرف متوجہ رہنا، ہر کام پر حق تعالیٰ کی یاد کو ترجیح دینا، جس طرح میں مندرجہ بالا میں عرض کیا ہے، اس پر عمل کرنا۔ حضرت موفق حسین نے فرمایا ہے: وقوفِ قلبی دائمی طور پر کرنا اُس میں جذب پیدا ہوتا ہے، جذب پیدا ہو گیا تو سالک کا کام پورا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے، آپ کو منزلِ مقصود تک پہنچائے، اور اعلیٰ مقام عطا فرمائے، جمیع نشینان کو دُعا وسلام، درخواست دُعا۔ بہت کافی دیر ہوگئی آپ کا کوئی مکتوب گرامی نہیں پہنچا، براہ کرم اپنی یاد سے مشرف فرمائیں اور یہ بھی لکھیں کہ کب تشریف لاؤ گے۔ عید قربان کہاں کرو گے؟ کیا خیال ہے ایبٹ یا ڈیرہ میں؟ سر جن گل محمد کو تسلیمات وڈاکٹر محمد طیب صاحب کو بھی۔

دُعاجو، دُعاگو، والسلام!

خلیفہ غلام رسول



---

(۱۰)

محترمی ومکرمی جناب گرامی قدر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف اُمید ہے بخیر ہوں گے۔ دیگر عرض یہ ہے کافی عرصہ انتظار کے بعد جناب کا خیریت نامہ موصول ہوا، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، حالات سے آگاہی ہوگئی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنجناب کو مقام اعلیٰ عطا فرمائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب نے پاکستان سے دل کو اُٹھالیا ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ کام کرے، جو اللہ تعالیٰ کو قبول ومنظور ہو۔ جناب نے لکھا ہے کہ عبدالرحیم شاہ صاحب سے بات کرلو، وہ ڈی ایچ او سے بات کرے گا، تو کام ہو جائے گا۔ جناب بات یہ ہے کہ عبدالرحیم شاہ تو میرا

قریب نہیں ہے، میرے قریب تو آپ ہیں، جب آپ صاحب سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو عبدالرحیم شاہ کیسے کرے گا؟ میں اُن سے کس طرح کہوں؟ جب آپ کا دوست ہے، اور وہ آپ کی بات نہیں مانتا، تو پھر عبدالرحیم شاہ کی بات کیسے مانے گا؟ باقی میں دُعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آنجناب کو بمع جماعت ترقی و برکت عطا فرمائے۔ عبدالرقیب صاحب کی عمر دراز فرمائے، سب دوستوں کی خدمت سلام و دُعا اور اِلتماس دُعا عرض ہے۔ سیّد سمیع اللہ و محمد اسماعیل خان اور تمام عزیزوں کی طرف سے سلام و دُعا عرض ہیں۔ قبول باد ہوں۔ فقط والسلام!

از طرف دُعا گو و دُعا جو

خلیفہ غلام رسول عفی عنہ

خانقاہِ عالیہ قادریہ ارشدیہ لعل ماہڑہ
تحصیل و ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

---

(۱۱)

۲۶/مارچ ۲۰۰۰ء

بخدمت جناب برادرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زاد مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خیریت طرفین مطلوب ہوں۔ آج عزیزی فیض اللہ سلّمہٗ تشریف لے آئے ہیں، ظہر کی نماز میرے پاس پڑھی ہے، جناب کا مکتوب شریف بھی دیا ہے، وہ میں نے پڑھا ہے، میں نے پہلے دو خطوط لکھے ہیں، شاید آپ نے شکوہ لکھا ہے وہ آپ کو نہیں ملے۔ تحریر غلام رسول ماسٹر کی تھی جو وہ خود بھی نہیں پڑھ سکتا۔ میں مجبور ہوں خود نہیں لکھ سکتا۔ فیض اللہ صاحب روزانہ تو نہیں آتے، خط اُسی پتے پر بھیجیں جو آپ کے پاس پہلے سے ہے۔ ماسٹر صاحب کے الفاظ کو خود ٹھیک کرلیا کریں، باقی گھر بالکل خیریت ہے۔ اس دفعہ امید تھی کہ آپ عید یہاں کریں گے، لیکن شومیٔ قسمت آپ نہیں آسکے۔ جب ڈاکٹر طیب صاحب آئیں تو اُن کے ساتھ آجائیں اور ایک دو دن میرے ساتھ رہیں، پھر گرمی میں آپ نہیں رہ

سکیں گے۔ حلقے کے متعلق پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو مقاماتِ عالیہ تک پہنچائے اور آپ کے فیض کو دُور دراز تک پہنچائے۔ ہر وقت آپ اللہ کے ہم نشین رہیں۔ یہی لب لباب ہے تصوف کا۔ غیر کا خطرہ دل میں نہ آئے، اگر آئے بھی تو اُس کی نفی کریں۔ اِس چیز کو حضوری کہتے ہیں اور خطرات کا نہ آنا جمعیت کہتے ہیں، لطائف کے اُوپر کشش کرنا اس کو جذبات کہتے ہیں۔ دِل کے اوپر عرش معلیٰ سے وارد ہونا اِس کو واردات کہتے ہیں، جس کو عدمِ وجود کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ اِن چار چیزوں سے سالک دور نہیں ہوتا، یہ چار چیزیں سالک کے لئے لازمی ہیں۔ جو کتاب آپ میری سوانح عمری پر لکھ رہے ہیں تو اُس کے لئے میرے دوستوں سے رابطہ رکھیں۔

مولانا عطاء الرحمٰن صاحب، فیض اللہ، منیر صاحب زادہ صاحب حاجی احمد خان صاحب، اور اِمام الاتقیاء میاں اجمل قادری کے ساتھ بھی رابطہ کریں اور پیر شفیع اللہ ٹانک والے، اور سوانح کے لئے تصوف کی کتب کی سخت ضرورت ہوتی ہے، وہ ساتھ رکھنی ہیں، تب جا کر سوانح تیار ہوگی۔ مقبول حسن صاحب کے ساتھ بھی رابطہ کریں۔ جمیع دوستوں اور گھر والوں کو تسلیمات اور دُعا۔ عزیزوں اور گھر والوں سب کی طرف سے سلام۔ دُعا گو

غلام رسول

---

(۱۲)

جناب مکرم حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زادمجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی پہنچ کی اس وقت تک کوئی اطلاع نہیں آئی، فکر مند ہوں اور تفتیش کی ضرورت از حد ہے، خدا تعالیٰ خیر کرے۔ جب یہ رقعہ حاضر خدمت ہو تو مطلع فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔ ثمرۂ وصل ذکر و شغل کا قرب و رضا حق تعالیٰ ہے، واردات غیبیہ یا ذوق وشوق ثمرہ بلکہ صرف ہمت سے کام لینا ہے، بس اپنی طرف سے ذکر کا التزام رکھے، لذت آئے یا نہ آئے، پریشان نہ ہوں۔ اور جب تک انبساط قلب رہے، ذکر

کرتے رہیں، کمی وبیشی کا خیال نہ کریں، کیونکہ تعداد مقصود نہیں، اندازے سے وقت کی مقدار کو معین رکھو، اگر بوقت ذکر انوار وغیرہ نظر آئیں بالکل التفات نہ کرنا، ذاکر کے قلب پر کبھی ذکر کے اثر سے سوزش ہوتی ہے فکر نہ کرنا، اور عامی خیرات میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور اس کی رضا مقصود ہونا چاہئے، تاکہ بلند ہمت والے لوگوں کے درجے تک پہنچ جائیں۔ یہ عاجز ومسکین مقصد المقاصد تک نہ پہنچنے کا حال کس زبان سے عرض کرے، اور دل کے چہرہ کی خراش جو مرتبہ روح کی تفصیل ہے، کیا بیان کرے، اور صفات جمیلہ یعنی جمال ظاہری با جمال باطنی کے ساتھ انس کے مقام سے جدائی کا اظہار کس طرح کرے، اور دلی محبوب کے چہرہ کے رُخ بہت سے ہیں، آگے طاقت سے معاملہ باہر ہے، واللہ اعلم۔ اور اپنا کرم بخش اور آراستگی اور غرض نظر کر کے ہم کو اپنا مشتاق خیال کریں، اور نیازمندانہ قبول فرمائیں۔ اور توجہ اور فاتحہ سے امداد فرماتے رہا کریں، حضرت مفتی صاحب اور اس کے والد ماجد کو بھی باقی جمیع احباب کو درجہ بدرجہ سلام واخلاص قبول ہو، باقی آپ کے اہل خانہ کو سلام۔ خودنوشت۔ نوٹ: غلطی معاف۔ دُعاجو خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

---

(۱۳)

از خلیفہ غلام رسول صاحب

۱۲ ربیع الاوّل، جمعۃ المبارک

محترم ڈاکٹر صاحب، السلام علیکم

میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے۔ آج سے دو ہفتے پہلے گرہ مدہ کے لوگ آئے تھے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے تھے، وہاں پر تین دِن نمازِ اِستسقاء پڑھتے رہے ہیں، آخری دن جمعہ کے روز اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بارش آگئی اور رودساداں میں پانی بھی آگیا۔ پھر لونی گیا، پھر ٹنک میں تین دن رہا، پھر وہاں سے خانوخیل چلا گیا، پھر آخر میں متورہ گیا، آج تقریباً ۱۷ یا ۱۸ دن ہوگئے ہیں فیض اللہ کے پاس

آ گیا ہوں۔کل میں گھر چلا جاؤں گا، اِن شاء اللّٰہ۔

باقی آپ اللّٰہ اللّٰہ خوب کیا کریں، اور مجھے خط لکھا کریں، تا کہ تسلی رہے۔سب دوستوں کو سلام۔گل محمد صاحب اور جتنے بھی دوست ہیں، آپ کے حلقے والوں کو سب کو سلام۔گھر والوں، بچوں کو بھی سلام، والسلام! دُعا گو خلیفہ غلام رسول

---

(۱۴)

بخدمت جناب عالی مقام سلطنت حقہ کے بادشاہ

حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ کے بعد یہ ہے کہ آپ کا صحیفہ شریفہ ۱۱ر تاریخ کو شرفِ مطالعہ بخش کر مسرور کیا، اللّٰہ تعالیٰ آپ کو اس یاد فرمائی کے بدلے عقبات عقبیٰ سے محفوظ و مامون رکھ کر خاطر اطمینان نصیب فرمائے، لیکن افسوس ہے کہ محبوب شکر کس طرح کیا جائے، جب اس کی بھی مرضی یہی ہے تو بندہ کیا کرسکتا ہے۔سب عافیت طلب ہے، دین و دنیا اور آخرت میں عافیت کا طلب گار ہوں اور آپ کی بمع اہل خانہ عافیت وسلامتی کا طلب گار ہوں، اور خط تفصیل کے ساتھ لکھ نہیں سکتا اور اجمالاً لکھ رہا ہوں، کیونکہ آنحضور کا مکتوب تفصیل سے لکھا ہوا تھا اور ہر جملہ میں بہت اشارات تھے، ان کے جواب کی طاقت نہیں۔اگر فقیر تصوف کی بات زبان پر لائے تو یہ بے حیائی کی بات ہے، جب اس میدان کی سردی گرمی نہیں دیکھی تو بندہ کیا کرسکتا ہے، لیکن وصیت کرتا ہوں، اس کو یاد رکھیں، آپ اپنی نسبت کو نگاہ میں رکھنا، کیونکہ یہ سرخ گندھک سے بھی زیادہ عزیز اور نایاب ہے۔اور آپ کے باطن کے روشن دانوں اور چمن خانوں میں باہر کے دھوؤں سے محفوظ رکھنا تا کہ دھوپ کے جھونکے سے اندرون برباد نہ ہوجائے۔اور آپ میری طرح جنگ میں پھرنے والے اور رادنہ بن جائیں۔لیکن میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ بات نہایت بے ادبی کی ہے اور

بے حد گستاخانہ۔ وہ محبوب جو ہر دم اور ہر لحظہ نئے نئے جلوے عجیب عجیب انداز وناز دیکھتا رہتا ہے، اس کے عشق کے اس منبع کو بے سروسامان، خانہ ویران، شکستہ ماں کے مضطر الحال کر رکھا ہے۔ اس کے غم میں دل بریاں، چشم گریاں ہو رہا ہے، کیا کیا جائے۔

جز ترک عشق یا ستمگر چارہ نیست
آخر دل است جان من ایں سنگ خارہ نیست

اس سرگرداں نتواں کو آگاہی کے راستے پر چلنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف توجہ کرنے والوں کی قدم بوسی کا بہت شوق ہے، اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ مجھے اپنے باطن کی خرابی اور بربادی کے ظاہر کرنے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ شاید کسی دل کو ہمارے عجز ونیاز پر شفقت آجائے اور ہمارے حق ہمت اور توجہ سے کام لے لیں، کیونکہ حضرات کی عنایت اور ان کے دلوں کا التفات تمام سعادتوں کا مجموعہ ہے، اور دور افتادوں کو راہ پر لے آتی ہے اور مستعدوں کو آگاہ کر دیتی ہے۔ اس سے زیادہ گستاخی ہے۔ اصل بات جو تحریر کرنی تھی وہ دماغ سے نکل گئی، میں وہی بات کرتا ہوں، آپ کے اپنی اہلیہ محترمہ کی تکلیفوں کا دِل پر بڑا صدمہ ہوا، الحمدللہ! کہ اب شفا ہے، سب گھر والے دُعا کرتے ہیں، تین دن میں یہ خط لکھا ہے، یعنی خودنوشت ہے، اب زیادہ طاقت لکھنے کی نہیں، فقط! سب گھر والوں کو سلام والتماس دعا۔

دُعا گو ودُعا جو

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

---

(۱۵)

خانقاہ لال ماہڑہ، ۲۸/۶/۲۰۰۰ء

محترم المقام برادر جان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کل آپ کا مکتوب شریف ملا، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مکروہات دنیا وعقبات عقبہ سے محفوظ ومامون رکھ کر جمعیت

خاطر واطمینان قلب نصیب فرمائے۔آپ نے حضرت عبدالوہاب صاحب رائے ونڈ کے متعلق لکھا ہے کہ میں اس کو دبا رہا ہوں۔

مخدوما! یہ تو سیدھی بات ہے آپ نے وہ واقعہ نہیں سنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلالؓ کو کہ آپ کی جوتیوں کی آہٹ جنت میں سنتا ہوں، اس بات کو آپ خوب سمجھ لیں، زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کی دُعا سے یہ سفر بہت آرام سے گزرا ہے، تھوڑے سے مٹورا کے حالات لکھتا ہوں، چار دن مٹورا میں رہا، اس کی کیفیت یہ رہی صبح سات بجے سے دس بجے تک مرد بیعت ہوتے تھے، دس بجے کے بعد ڈاکٹر خیر محمد صاحب گھر لے جاتے تھے، ۱۲ بجے تک مستورات بیعت ہوتے تھے، ۱ تا ۳ بجے تک آرام کرتا تھا، ۳ بجے نماز پڑھ کر شام تک مستورات بیعت ہوتی تھیں، شام کی نماز پڑھ کر ڈاکٹر باہر لے آتے تھے، عشاء کی نماز کے بعد مردوں کی بیعت شروع ہو جاتی تھی، ۱۲ بجے تک ہم اور یہ لوگ جو بیعت ہوتے حضرت مولانا خان محمد صاحب سے اور تونسہ والوں کی بیعت تھے زکوڑی پیروں سے بیعت تھے، میں دل و جان سے اپنے پیروں پر قربان جاؤں کہ یہ ان کا احسان و کرم ہے، مولانا احمد جان (غزنی خیل ضلع بنوں والے) دامت برکاتہم ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے، ایک گھنٹہ خوب مجلس ہوئی۔مولانا نے فرمایا: میں پیروں سے ملنے نہیں آتا، میں نے جواب دیا کہ تم تو خود پیر ہو۔انہوں نے فرمایا کہ: میں ہی جانتا ہوں۔غزنی خیل کے لوگ یہاں آکر مجھے لے گئے وہاں بھی مرد و عورتیں بیعت ہوئے۔ضلع لکی کا A.A.C وہ بھی تشریف لائے تھے، روٹی اکٹھی کھائی، خوب مجلس ہوئی۔وہ واپس چلے گئے تو میں جمعہ کے روز چار بجے فیض اللہ خان کے پاس بخیریت پہنچ گیا۔ایک دن بعد گھر گیا، الحمدللہ! سب گھر والوں کو عافیت سے پایا، آپ نے ایبٹ آباد کے متعلق لکھا ہے کہ وہاں ایک ہفتہ ہمارے پاس قیام کریں، اس میں کوئی شک نہیں یہاں گرمی ہے، بارش نہیں ہوئی، گرمی کی وجہ سے سارے دن تڑپتے رہتے ہیں۔

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ کے مرید بڑے متمول ہیں، آپ کے گرمی کا انتظام نہیں کر سکتے، ان کا اشارہ ہے A.C نہیں دلا سکتے، میرے پاس جواب تو ہوتا نہیں، اور اپنے دل میں یوں کہتا ہوں کہ تم جیسا احمق کوئی نہیں، کیونکہ تربیت ہوتو کوئی ایسا سوال نہیں کر سکتے۔ تربیت ہوتو اَدب ہوتا ہے، تربیت نہ ہوتو انسان بے باق ہوتا ہے، یہ بھی مجھے معلوم نہیں ہے، آپ کے پاس ہمارے رہنے کے لئے گھر ہے یا نہیں، میں آپ کے پاس کیسے رہ سکوں گا؟ کیونکہ میرے ساتھ چار پانچ آدمی ہوں گے، کس طرح انتظام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے برخورداروں کو صحیح برخوردار بنائے، جب ہی قاری عبدالرقیب کا ختم قرآن پاک ہوگا، پھر دیکھیں گے۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت اُستاذی مولانا علاء الدین صاحب تقریر کریں اور میں صدارت کروں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اپنے محترم اُستاذ کے سامنے صدارت کروں۔ مجھ سے ایسی بے ادبی نہیں ہوسکتی، یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔

سب حضرات حلقے والوں کی خدمت میں تسلیمات اور درخواست خاتم الایمان، کیونکہ اب آخری عمر ہے، علم نہیں کتنے تک رہیں گے۔

دُعا کریں اللہ تعالیٰ آخرت کی شرمساری سے بچائے، بغیر حساب کتاب جنت میں لے جائے۔ سنا ہے قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی والے کو تکلیف ہے، اگر انتظام ہوگیا تو میں دُعا کے لئے جاؤں گا، دُعا کریں کہ خدا قاضی عبدالکریم صاحب کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

آج ہی حاجی احمد صاحب گرہ مدہ والے تشریف لائے ہیں، یہ خط وہ لکھ رہے ہیں، اور بہت سلام عرض کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ عبدالرشید آئے ہوئے ہیں، اور سلام عرض کر رہے ہیں، اور آپ کے سلام بھی حاجی صاحب کو پہنچائے ہیں، ڈاکٹر سرجن صاحب، مفتی صاحب، مفتی صاحب کے والد صاحب سب کو سلام عرض کرنا۔ دُعا گو و دُعا جو

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

(۱۶)

''ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَۃِ الشَّرِیْعَۃِ'' (اللہ سبحانہ آپ کو شریعت کے سیدھے رستے پر ثابت قدم رکھے) سعادت مند وہ شخص ہے جس کا دِل دُنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق تعالیٰ کی محبت کی حرارت سے گرما گیا ہو۔ ''دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک تمام عبادات کا سرچشمہ ہے۔'' کیونکہ دُنیا حق سبحانہ وتعالیٰ کی مغضوبہ (مظہرِ غضب) ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب سے اُس کو پیدا فرمایا ہے، اس کی طرف دیکھا تک نہیں، دُنیا اور دُنیا والے طعن وملامت کے دماغ سے داغ دار ہیں، حدیث شریف میں ہے: ''الدُّنیا ملعونۃ وملعونٌ ما فیھا، إلّا ذِکر اللہ'' (دُنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے، وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے) کیونکہ ذکر کرنے والے بلکہ ان کے وجود کے ذرّات کا ہر ذرّہ (رُواں رُواں) اللہ سبحانہ کے ذکر سے مملو (لبریز) ہے، وہ اس وعید سے خارج ہیں، (اُن پر اُس کا اطلاق نہیں ہوتا)۔ چونکہ دُنیا ایک ایسی چیز ہے جو دِل کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے باز رکھتی ہے، اور غیرِ حق میں مشغول کر دیتی ہے، خواہ مال واسباب ہوں یا جاہ وریاست اور خواہ ننگ وناموس۔ ''فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا'' (النجم:۲۹) (پس اُس شخص سے منہ موڑ لو جس نے ہماری یاد سے منہ موڑ لیا) نص قاطع ہے، جو کچھ بھی دُنیا میں ہے بلائے جان ہے۔ دُنیادار، دُنیا میں تو ہمیشہ لڑنے جھگڑنے میں پریشان رہتے ہیں، اور آخرت میں حسرت وندامت کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ترکِ دُنیا کی حقیقت یہ ہے کہ اُس کی رغبت ترک ہو جائے اور اس رغبت کا ترک اُس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے اور اِس طرح کا حصول اربابِ جمعیت کی صحبت کے بغیر مشکل اور دُشوار ہے، اگر ان بزرگوں کی صحبت میسر ہو جائے تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دینا چاہئے، اور ایک لحہ میں بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے، اس طریقہ عالیہ کو اختیار کرنا بہت ہی بہتر اور نفع مند بلکہ واجب اور لازم ہے، لہٰذا آپ کو چاہئے کہ اپنے قبلہ وتوجہ کو تمام اطراف سے ہٹا کر بلکہ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی طرف مرکوز

کر دیں اور اِن کے باطن شریف ہمت اور توجہ طلب کریں، کیونکہ ابتدا میں ذکر کے بغیر چارہ نہیں۔

آپ کو چاہئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہوں کہ وہ گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے ایک حجرے یا گھر کی مانند ہے، اور اسم مبارک ''اللہ'' کو اِس قلب پر گزاریں اور اُس وقت کسی عضو کو حرکت نہ دیں، اور اس طرح قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں اور اپنی قوتِ خیالیہ میں قلب کو جگہ نہ دیں اور نہ اُس کی طرف متوجہ ہوں، کیونکہ مقصود قلب کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اُس کی صورت تصور اور مبارک لفظ ''اللہ'' کے معنی کو بے چوں و بے چوگنی (بے مثل و بے کیف) کے ساتھ ملاحظہ کریں اور کسی صفت (وکیفیت) کو اس کے ساتھ شامل نہ کریں اور اس کا حاضر و ناظر ہونا بھی ملحوظ نہ ہو، تا کہ آپ ذات تعالیٰ وتقدس کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آجائیں، اور اِس طرح اس کی وجہ سے کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائیں اور بے چون کی گرفتاری سے چون کے شہود کے ساتھ آرام نہ پکڑیں، کیونکہ جو چون کے آئینے میں ظاہر ہو گیا وہ بے چون نہیں ہے، اور جو کثرت میں نمودار ہو وہ واحدِ حقیقی نہیں ہے، بے چون کو چون کے دائرے سے باہر ڈھونڈنا چاہئے، اور بسیطِ حقیقی کو کثرت کے احاطہ کے باہر تلاش کرنا چاہئے، اگر ذِکر (الٰہی) کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو تو اُس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہئے، آپ کو معلوم ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے جس سے آپ خدائے تعالیٰ جل شانہ کی جنابِ قدس تک پہنچنے کا راستہ حاصل کریں اور اِس راستے میں آپ اس سے امداد و اعانت حاصل کریں، صرف کلاہ و دامن (چادر) اور شجرہ جو معروف ہو گیا ہے، پیروں مریدوں سے خارج ہے اور رسم و عادت میں داخل ہے، لیکن اگر شیخ کامل و مکمل سے کوئی کپڑا تبرک کے طور پر حاصل ہو جائے اور آپ اعتقاد و اخلاص کے ساتھ اس کو پہن کر زندگی گزاریں تو اِس صورت میں بہت سے فائدوں اور ثمرات کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے۔







(۱۷)

حضرت علامہ کردیؒ کا ایک خط، خواجہ ابو سعیدؒ کے نام

مکتوب مرکز دائرۂ غربت ومہجوری خالد کردی شہرزوری، مخدومی وجناب ابی سعید مجددی، معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ آنجناب کے آباء واجداد کرام کے خاندانِ عالیہ کے جو کہ حضرت قبلہ عالم رُوحی فداہ کی برکت سے اِس گمنام اور مقصد کو فیوض پہنچے، حدِتحریر سے اور حوصلہ تقریر سے باہر ہیں، لیکن: ''ما لَا یُدْرِكُ کُلُّه لَا یترك کُلُّه'' کے مطابق مقام شکرگزاری میں آکر عرض کرتا ہے کہ مملکت رُوم، عربستان، حجاز، عراق اور عجم کے بعض ملک اور تمام کردستان طریقہ علیا کی تاثیرات اور جذبات سے سرشار ہے، اور مساجد، مدارس، محفلوں اور مجلسوں میں دِن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ سامی کے محامد کا ذِکر اس طور پر ہوتا ہے کہ کسی قرن میں کسی ولایت میں نہیں ہوا، گویا زمانے نے اس زمزمے کا نظیر نہیں دیکھا اور نہ ہی آسمان نے اسی رغبت اور اِجتماع کو دیکھا ہے، چونکہ حضرت صاحب قبلہ کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے غم ناک دِل میں تھی، اس لئے گستاخی کے مقام میں آکر آنجناب تمام احباب کے دِل کی فرحت افزائی کی ہے، گوایسے اُمور کا اظہار گستاخی اور خودبینی ہے اور مجھے بھی اس سے شرم آتی ہے، لیکن دوستوں کے پہلوؤں کی رعایت کو مقدم رکھ کر بے ادبی سے یہ کلمات لکھے گئے ہیں، مگر مجھ نالائق سے ویسے اُمور لکھنا بعید از قیاس تھا، اُمید ہے کہ مشافہۃً یا مراسلۃً جیسا کہ آپ کی نیک خصلت مقتضی ہو، اس مسکین ذلیل کے ذِکر جمیل سے حضور حضرت بامروّت سعادت میں حضرت صاحب قبلہ کونین کو فرمائیں گے اور کسی نہ کسی تقریب سے ہمیں اس آستانے میں جو بختیاروں اور سادگوں کے پڑنے کا مقام ہے، یاد فرمائیں گے اور خود بھی کبھی کبھی نیم نگاہ کے ہم بےنوائیوں کے دِل سے شقاوت کا زنگ دُور فرمادیں گے اور کیا لکھوں۔ آپ منعمِ حقیقی اور پیرانِ کبار کی دُعا کی پناہ میں ہو۔







اذکار سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ
بمع شجرۂ مبارکہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ کے ذِکر کی فضیلت کا بیان

۱:... "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقول الله تعالى: انا عند ظن عبدي بي، وانا معه إذا ذكرني، فإن ذكرني في نفسه، ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأٍ ذكرته في ملأٍ خير منهم ...... متفق عليه۔"

(مشكوٰة ص:١٩٦)

ترجمہ:... "حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، (جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے، میں ویسا ہوتا ہوں)، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذِکر کرتا ہے، چنانچہ اگر وہ دِل میں (تنہائی میں) میرا ذِکر کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ کسی مجمع میں میرا ذِکر کرتا ہے، میں بھی اس کے مجمع سے بہتر مجمع میں (فرشتوں کے مجمع میں) اس کا ذِکر کرتا ہوں۔"

۲:..."لا يقعد قوم يذكرون الله إلّا حفتهم



الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده۔" (مشکوٰۃ ص:۱۹۶)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کے کچھ بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہوجاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں، اور رحمتِ الٰہی ان پر چھاجاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے، اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذِکر فرماتا ہے۔"

۳:... "عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: ألا أُنبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها فی درجاتكم وخير لكم من إنفاق الذهب والورق وخير لكم من ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم ويضربوا اعناقكم؟ قالوا: بلٰی! قال: ذِكر الله تعالٰی۔" (ترمذی، باب منه، بعد باب ما جاء فی فضل الذکر، حدیث نمبر:۳۲۹۹)

ترجمہ:... "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ ہے، اور تمہارے درجوں کو دُوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے، اور راہِ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی

زیادہ ہو، اوراس جہاد سے بھی زیادہ تمہارے لئے اس میں ثواب ہو جس میں تم اپنے دشمنوں اور خدا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارو اور وہ تمہیں ذبح کریں اور شہید کریں؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ، ایسا قیمتی عمل ضرور بتایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے۔"

۴:... "عن أبی سعید الخدری قال: خرج معاویة علٰی حلقة فی المسجد، فقال: ما أجلسکم؟ قالوا: جلسنا نذکر الله! قال: آلله! ما أجلسکم إلّا ذاك؟ قالوا: والله! ما أجلسنا إلّا ذاك! قال: أما إنی لم أستحلفکم تهمة لکم وما کان احد بمنزلتی من رسول الله صلی الله علیه وسلم أقلّ عنه حدیثًا مِنّی، وإن رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج علٰی حلقة من أصحابه فقال: ما أجلسکم؟ قالوا: جلسنا نذکر الله ونحمده علٰی ما هدانا للإسلام ومنَّ به علینا! قال: آلله! ما أجلسکم إلّا ذاك؟ قالوا: والله! ما أجلسنا إلّا ذاك! قال: أما إنّی لم أستحلفکم تهمة لکم ولکنه اتانی جبریل فأخبرنی أن الله عزَّ وجلَّ یباهی بکم الملائکة۔"



(صحیح مسلم، باب فضل الإجتماع علٰی تلاوة القرآن، حدیث نمبر: ۴۸۶۹)

ترجمہ:... "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں قائم ایک حلقے پر پہنچے تو آپ نے ان اہلِ حلقہ سے پوچھا: تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہیں! حضرت معاویہ رضی

اللہ عنہ نے کہا: کیا اللہ کی قسم! تم صرف ذِکر اللہ ہی کے لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہمارے بیٹھنے کا کوئی اور مقصد اللہ کے ذِکر کے سوا نہیں ہے! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے کسی بدگمانی کی بنا پر آپ لوگوں سے قسم نہیں لی ہے، اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجے کا تعلق اور قرب مجھے حاصل تھا، اس درجے کے تعلق والا کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ سے کم بیان کرنے والا نہیں ہے (یعنی میں روایتِ حدیث میں بہت زیادہ احتیاط کرتا ہوں، اس لئے اپنے جیسے دُوسرے لوگوں کی بہ نسبت کم حدیثیں بیان کرتا ہوں، مگر اس وقت ایک حدیث ذِکر کرتا ہوں) اور میں نے اسی کی پیروی میں آپ لوگوں سے قسم لی ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کے ایک حلقے کے پاس پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: آپ لوگ یہاں کیوں جڑے بیٹھے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں، اور اس نے جو ہم کو ہدایت سے نوازا اور اِیمان واسلام کی توفیق دے کر اِحسانِ عظیم فرمایا، اس پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ کی قسم! تم صرف ذِکر اللہ ہی کے لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواب دیا: قسم بخدا! ہمارے بیٹھنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کا ذِکر ہے! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کسی بدگمانی کی بنا پر تم سے قسم نہیں لی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی جبریلِ امین میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فخر ومباہات کے ساتھ فرشتوں

سے تم لوگوں کا ذِکر فرما رہا ہے۔"

۵:... "ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی صدقہ (عمل خیر) اللہ کے ذِکر سے افضل نہیں۔"

اذکار سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ بمع شجرۂ مبارکہ

اِمام الاولیاء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز العارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم نے سالکین کے لئے ذِکر کا مندرجہ ذیل طریقہ کار اِرشاد فرمایا:

آدابِ ذِکر

۱-باوضو ہونا ۲-قبلہ رُخ ہونا ۳-خاموشی

۴-اندھیرا۔ ۵-ایصالِ ثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جمیع انبیائے کرام علیہم السلام، ملائکہ مقربین، جمیع پیرانِ کبار اور جملہ سلاسل اربعہ خصوصاً اپنے سلسلے کے حضرات کا نام مبارک لے کر ہدیہ کریں۔

ایصالِ ثواب

سورۂ فاتحہ .... ایک مرتبہ

آیۃ الکرسی .... ایک مرتبہ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ تا ختم سورۃ البقرۃ .... ایک مرتبہ

سورۂ اِخلاص .... ۱۱ مرتبہ

کلمہ طیبہ .... ایک مرتبہ

کلمہ شہادت..................ایک مرتبہ

اِستغفار......................ایک مرتبہ

دُعا بعد ایصالِ ثواب

"اَللّٰھُمَّ بِجَاھِھِمْ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَمَّا سِوَاکَ وَنَوِّرْہُ بِاَنْوَارِ مَعْرِفَتِکَ وَعِشْقِکَ وَمُحَبَّتِکَ۔"

تلاوت شجرۂ مبارکہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ

اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ

شجرۂ طیبہ سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ

الٰہی بحرمت شمس الضحیٰ نور الہدیٰ احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت باب العلوم اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ ابوسعید الحسن بن یسار البصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ ابوسلیمان داؤد بن بصیر الطائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ ابومحفوظ معروف بن فیروز الکرخی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ ابوالحسن بن المغلس السقطی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ ابوالقاسم الجنید بن محمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ ابوبکر دلف بن جحدر الشبلی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ عبدالواحد التمیمی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ ابوالفرح الطرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ ابوالحسن ہنکاری قریشی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ ابوسعید مبارک المخزومی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیفی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد مسعود رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد علی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد شاہ امیر رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد شمس الدین جیلانی حلبی اول رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد محمد غوث گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد عبدالرزّاق رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد حامد بخش کلاں رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ عبدالقادر ثالث رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد عبدالقادر رابع رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد حامد بخش ثانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد شمس الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی خامس رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد محمد بقاء رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ سیّد محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ



الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ خلیفہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ قطب الاقطاب مولانا سیّد تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ مولانا شیخ التفسیر احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا حضرت خواجہ شیخ حافظ مولانا خلیفہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سیّدنا مرشدنا حضرت ڈاکٹر عبدالسلام عفی اللہ عنہ دامت برکاتہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلسلۂ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ حسینیہ

الٰہی بحرمت محبوبِ خدا سرورِ دوجہان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت صاحبِ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیق رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ دوجہان خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف دیوگری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ



الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگی مکینگی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سیّد نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ احمد سعید مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندہاری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد عثمانی دامانی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ





الٰہی بحرمت حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حافظ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مرشدنا حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت برکاتہ



اذکار

الف:...قلبی اذکار

ا:...زبان ہلائے بغیر اسم ذات کا ذِکر (اللہ) لطیفہ قلب پر، ۵۰۰ مرتبہ (طلبہ کے لئے ۲۰۰ مرتبہ)۔ لطیفہ قلب (بائیں پستان کے نیچے دو اُنگلی کے فاصلے پر) کو متوجہ کر کے پڑھیں۔



۲:...ذکر نفی اثبات (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، سو کے بعد ایک مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ) ۳۰۰ مرتبہ، (طلبہ کے لئے ۱۰۰ مرتبہ)۔ لطیفہ قلب (بائیں پستان کے نیچے دو اُنگلی کے فاصلے پر) کو متوجہ کر کے پڑھیں۔

ب:...لسانی اذکار

ا:...کوئی سا بھی دُرود شریف ۲۰۰ مرتبہ، (قدمین مبارک کا تصوّر کر کے دُرود شریف پڑھیں، قدمین کا تصوّر: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے قدموں میں مواجہہ شریف میں (روضۂ مبارکہ) میں بیٹھا ہوا ہوں، دُرود شریف پڑھ رہا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں)۔



۲:...اِستغفار (رَبِّ اغْفِرْ لِیْ بِفَضْلِکَ) ۲۰۰ مرتبہ (گناہوں کو سامنے رکھ کر پڑھیں)۔

نوٹ:...یہ ابتدائی اسباق ہیں، پابندی لازم ہے، آئندہ مشورہ کرتے رہیں۔



دکانِ عشق
۳۲۵



ہندوستان
کا
سفرنامہ

ہندوستان کا سفرنامہ

تبلیغ ودعوت کے کام سے تعلق کے ناطے ہماری عرصہ سے خواہش تھی کہ ہندوستان جا کر وہاں پر نظام الدین، بنگلہ والی مسجد تبلیغی مرکز میں وہاں کے موجودہ بزرگوں حضرت مولانا سعد صاحب، مولانا زبیر صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب، ابراہیم دیولہ صاحب اور میاں جی عبدالرحمٰن وغیرہ حضرات کی زیارت کرلیں، اور اُن کی صحبت سے چند دِن مستفید ہوجائیں، اور وہاں پر تبلیغ ودعوت کے کام کی برکات سے بہرہ ور ہوجائیں۔

ہندوستان جانا اور وہاں کا ویزا حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، اس کے لئے غوروفکر کی تو معلوم ہوا کہ ایک صورت یہ ہے کہ جو زائرین حضرات پاکستان سے ہندوستان میں مختلف بزرگوں کے عرس پر جاتے ہیں، اُن کے ساتھ شامل ہوکر ہندوستان کا ویزا آسانی سے مل سکتا ہے۔ اس کے لئے طریقۂ کار کے بارے میں معلومات کیں۔ تو معلوم ہوا کہ ستمبر کے مہینے میں حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہے، اس عرس میں شامل ہونے کے لئے اخبار میں اشتہار کے ذریعے درخواست دینا پڑتی ہے اور پھر قرعہ اندازی کے ذریعے لوگوں کے ناموں کا اِنتخاب کیا جاتا ہے۔ بہرحال ہم نے درخواست دی، ہماری جماعت میں تقریباً دس افراد تھے، جن میں سے چھ احباب کا قرعہ نکلا، اس کے لئے محکمہ اوقاف والوں نے ہمیں آن لائن (Online) ویزا کا فارم بھرنے کے لئے کہا، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کی کاپیاں مانگیں اور دس ہزار روپے کا ڈرافٹ محکمے کے نام بھیجا۔ اوقاف والوں نے اطلاع دی کہ ویزا لگنے پر آپ حضرات کو مطلع کیا جائے گا اور روانگی کے دِن سے ایک دِن پہلے آپ حضرات حاجی کیمپ لاہور میں صبح پاسپورٹ حاصل کرنے کے

لئے حاضر ہوں گے۔ ہم مقررہ دِن کو حاجی کیمپ پہنچے۔ اوقاف کے ذمہ دار حضرات نے ہمیں پاسپورٹ اور ریلوے کے ٹکٹ دیئے جن پر انڈیا کا ویزا لگا ہوا تھا، اور ہم کو ہدایات دیں اور مذاکرہ کیا کہ کل صبح آپ حضرات ۷ بجے لاہور ریلوے اسٹیشن پر دہلی روانگی کے لئے پہنچ جائیں اور یہ سفر بذریعہ ٹرین لاہور سے واہگہ بارڈر اور اٹاری کے راستے دہلی کی طرف ہوگا۔

ہم لوگ ۲ ستمبر کو صبح لاہور پہنچے، ہماری جماعت میں چھ احباب تھے، ان میں چار علمائے کرام تھے، مولانا عمار اور مولانا عبدالباسط لاہور سے تھے۔ مولانا عبدالباسط صاحب بہاولنگر شہر کے ہیں، وہ لاہور میں ڈیفنس کے نزدیک مولانا عمار کے مدرسے میں پڑھاتے ہیں۔ دو علماء مولانا عثمان صاحب اور مولانا شاہد صاحب مانسہرہ سے تھے۔ اِن علماء کا ایک سال اندرون ملک تبلیغ میں لگا ہوا ہے۔ ایک عطاء اللہ خان صاحب ریٹائرڈ ایکسین ہیں، ایبٹ آباد میں سپلائی نور مسجد کے قریب رہتے ہیں۔ ان کے چار ماہ تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ راقم الحروف احقر بھی اس جماعت میں شامل تھا۔ اِن تمام حضرات کا رُوحانی تعلق احقر کے ساتھ ہے۔ عصر کے وقت مولانا عمار کے مدرسے کی مسجد میں گشت تھا، بیان ہوا، تشکیل و دُعا ہوئی، عشاء کی نماز کے بعد ذِکر کا حلقہ لگا، دوست احباب، تعلق والے اور لاہور کے کچھ علمائے کرام حلقے میں شامل ہوئے۔

۳ ستمبر کو ہم صبح ۷ بجے لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے، پاکستان کی ٹرین ہم کو واہگہ بارڈر تک لے گئی، اٹاری ریلوے اسٹیشن پر انڈیا کی ٹرین آئی ہوئی تھی، وہاں پر کسٹم والوں نے ہمارے سامان کی چیکنگ کی، پاسپورٹ لے کر اُن کے اُوپر انڈیا کے دُخول کی مہریں لگائی گئیں، واہگہ بارڈر پر پاکستانی حکام نے ہمارے پاسپورٹ پر خروج کی مہریں لگائیں۔ اٹاری اسٹیشن پر ہم نے انڈیا کی کرنسی لی اور ڈالرز اور پاکستانی کرنسی بنک والوں کے حوالے کی گئی۔

واہگہ بارڈر پر پاکستانی امیگریشن (Emigration) دفتر اور کسٹم آفس کے

حالات قابلِ رحم تھے، بجلی موجود نہ تھی، باتھ رُومز ٹوٹے ہوئے تھے، اُن میں پانی کا مناسب انتظام نہ تھا۔ اس کے مقابلے میں اٹاری ریلوے اسٹیشن پر اُن کے اِن دفاتر میں بجلی کا انتظام بہترین تھا، اے سی لگے ہوئے تھے اور چل رہے تھے، باتھ رُوموں میں پانی وافر مقدار میں تھا۔

انڈیا کے حکام ہمیں بار بار لائن میں رہنے کی تاکید کرتے رہے۔ اُن کے ہاں ڈِسپلن موجود تھا۔ ہمیں درخواست کرتے رہے کہ ہمیں بھی تکلیف میں نہ ڈالیں اور خود بھی تکلیف میں نہ پڑیں۔ اُنہوں نے ہمیں آگاہ کر دیا تھا کہ انڈین ٹرین رات کو عشاء کی نماز کے بعد ۸ بجے کے قریب روانہ ہوگی۔ اس لئے ہم نے ظہر سے لے کر عشاء تک اسٹیشن پر انتظار کیا۔ گروپ کے احباب نمازوں کا جماعت کے ساتھ اہتمام کرتے رہے۔ اور کھانے پینے اور مشروبات اور چائے کا مناسب انتظام موجود تھا۔ ہماری جماعت نے راستے میں سفر کے لئے کھانا لاہور سے ساتھ لیا تھا۔ انڈیا اسٹیشن پر لاؤنج میں ہمارے ایک ساتھی نے کینٹین کے مالک سے جو کہ ہندو تھا، کھانا گرم کرنے کی درخواست کی، اُس کو جب معلوم ہوا کہ اس سالن (ترکاری) میں گوشت موجود ہے تو اُس نے سالن گرم کرنے سے انکار کر دیا۔ اُس نے کہا کہ: میں کٹ تو سکتا ہوں، مر سکتا ہوں، لیکن گوشت والے سالن کو کبھی گرم نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اپنے مذہب میں اپنے شعائر کے کتنے پابند ہیں، لیکن اس کے مقابلے میں آج کا کمزور مسلمان مصلحت کا شکار ہو جاتا ہے۔

زائرین کا یہ پاکستان وفد (گروپ) ۴۷ انفوس پر مشتمل تھا۔ راقم الحروف نے جب مختلف لوگوں سے اِختلاط کیا تو معلوم ہوا کہ اس ٹیم میں چار قسم کے لوگ شامل تھے۔ اس میں سب سے زیادہ تعداد اہلِ دعوت کی تھی۔ وہ ستر (۷۰) کے قریب تھے۔ اس میں کراچی، فیصل آباد، لاہور، راولپنڈی، مرادان، پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، ایبٹ آباد، مانسہرہ اور سندھ کے تبلیغی حضرات تھے۔ اِن میں کچھ تعداد علمائے کرام کی تھی۔

چند حضرات صرف اور صرف ہندوستان (دہلی) سیر کی غرض سے جا رہے تھے،

میں جو کہ تھری اسٹارز تھے، ٹھہرایا گیا۔ اکثر احباب کو ڈبل بیڈ رُوم دیا گیا۔ ہوٹل کی صفائی، ایئر کنڈیشنر اور باتھ رُومز وغیرہ نہایت ستھرے اور مناسب تھے۔ (لوڈشیڈنگ کا تصوّر بھی ۹ دِن میں نہیں کیا)۔ حضرت ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہ اور عطاء اللہ صاحب ایک کمرے میں ٹھہرے۔ ساتھ والے کمرے میں مولوی عمار صاحب اور مولوی عبدالباسط صاحب تھے اور سامنے والے کمرے میں مولوی عثمان اور مولوی شاہد صاحب تھے۔ سامان رکھ کر فوراً مشورے کے لئے اکٹھے ہوئے، اور مشورے میں طے پایا کہ ناشتہ کر کے پھر آرام کیا جائے۔ چونکہ ملحقہ آبادی ہندوؤں کی تھی، اس لئے کوئی مسلم کھانوں کا ہوٹل نزدیک نہیں تھا، اس لئے طے پایا کہ جامع مسجد دہلی کے سامنے کریم ہوٹل اور دیگر مسلم کھانوں کے ہوٹلز موجود ہیں، وہاں جا کر ناشتہ کیا جائے۔ چنانچہ رکشوں میں بیٹھ کر دہلی جامع مسجد پہنچے، ناشتے کے بعد جامع مسجد دہلی میں نفل نماز کے بعد تاریخی مسجد دہلی کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ دورانِ نفل حضرت نے محسوس کیا کہ ہر پتھر سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آرہی ہے۔

دہلی جامع مسجد کا معلوماتی کتبہ

! یہ مسجد ۱۶۵۱ء میں شاہ جہاں بادشاہ نے تعمیر کروائی۔

① وہاں کے متوّلی حضرات سے معلوم ہوا کہ اِس کی تعمیر کے دوران ہر پتھر اور اِینٹ رکھتے وقت ایک ختمِ قرآن کیا جاتا تھا۔

② مسجد کی تعمیر میں پانچ سال اور چار ماہ کا عرصہ لگا۔

③ اس وقت مزدور کی یومیہ اُجرت ایک پیسہ اور مستری کی یومیہ اُجرت دو پیسہ تھی۔

④ اِس مسجد پر مزدوری کی کل لاگت دس لاکھ روپیہ تھی۔

⑤ چونکہ مسجد کے سامنے لال قلعہ تھا، اس لئے شاہ جہاں بادشاہ کے حکم پر مسجد کے منبر کو دربار ہال سے ۱۵ فٹ اُونچا رکھا گیا۔

⑥ مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر مشورے میں طے پایا کہ جتنی شاندار تعمیر ہوگی، اتنے ہی اچھے اوصاف والا اِمام مقرر کیا جائے۔

⑦ چنانچہ اس کا پہلا اِمام بخارا (ثمر قند) سے اِمام بخاریؒ کی اولاد سے مقرر ہوا، اور آج اس کی ۱۳ ویں نسل سے اِمام ہے۔

⑧ اِمام کی وقعت:... شاہی مسجد کے اِمام بڑے اوصاف کے مالک ہیں، اور وہی بادشاہوں کی رسمِ تاج پوشی بھی کیا کرتے تھے۔

اس کے پہلو میں ابوالکلام آزادؒ مدفون ہیں۔

اِس کے بعد لال قلعہ جانے کے لئے تھوڑی دُور چلے ہی تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور وہاں سے ہی رکشوں میں بیٹھ کر ہوٹل پہنچے۔

ہوٹل پہنچنے کے بعد آرام کیا، اور باقی نمازیں اَذان دے کر ہوٹل میں باجماعت ادا کیں۔ دوسرے دن ہوٹل والوں کے ذریعے سے ٹیکسی لے کر ہم بستی نظام الدین پہنچے۔ بنگلہ والی مسجد میں داخل ہوتے ہی وہاں کی سادگی نورانیت عیاں تھی، عجب قسم کا سماں، چھوٹی سی ۴، ۵ منزلہ عمارت جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمام دُنیا کے لئے رُشد و ہدایت کے چشمے جاری فرما دیئے۔ ایک چھوٹا سا برآمدہ جس میں بمشکل ۶۰-۷۰ آدمی آسکتے ہیں، بیرون مہمانوں کے لئے مختص تھا۔ وہاں پر کھاتے، رہتے اور نماز پڑھتے تھے۔ عجیب قسم کی سادگی، جاذبیتِ نظر، کھانے میں سادگی لیکن علم و عمل میں حکمت اور بصیرت عیاں تھی۔ ظہر کی نماز وہاں ادا کی اور دوپہر کا کھانا وہاں مرکز میں کھایا۔ اور عصر کے وقت ہوٹل کے لئے روانہ ہوئے۔

ہوٹل پہنچ کر آرام کیا اور تمام نمازیں صبح تک ہوٹل کے برآمدے میں اَذان دے کر باجماعت ادا کیں۔ اگلے دن صبح نماز پڑھ کر مرکز کے لئے روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو مولانا سعد صاحب مدظلہٗ کا بیان جاری تھا۔ بڑا تفصیلی بیان جو کہ تقریباً تین گھنٹے سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ بیان کے بعد ناشتہ مرکز میں کیا اور پھر اکابرین سے ملاقات کی ترتیب کی معلومات کیں۔ مرکز میں دو ماہ کی ترتیب کے مقیم ایک نوجوان جناب راشد

صاحب نے بہت نصرت اور رہنمائی فرمائی اور مرکز کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ اس نوجوان کا تعلق کاندھلہ سے تھا اور ساتھ ہی اکابرین سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔

سب سے پہلی ملاقات مولانا زبیر الحسن صاحب سے کرائی جو جلدی میں تھے، اور ایک جوڑ کے سلسلے میں سفر پر جا رہے تھے۔ اس کے بعد مولانا احمد لاٹ صاحب سے ملاقات ہوئی، جنہوں نے بڑی خوشی اور مسرت کے جذبات کے اظہار کے طور پر فرمایا کہ آپ کو تو چادر چڑھانے کے بہانے سے ہندوستان کا ویزا مل گیا، لیکن ہمارے لئے پاکستان جانے کی ترتیب میں کافی مشکلات ہیں۔ کافی دیر تک حضرت کے ساتھ رہے اور رائے ونڈ مرکز اور پاکستان میں کام کی ترتیب کے متعلق اور اکابرین کی خیریت کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس کے بعد مولانا ابراہیم دیولہ صاحب سے ملاقات کے دوران اُن سے نصیحت کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''کام میں ثابت قدمی اور اِعتدال کو نہ چھوڑا جائے۔'' آپ کافی شفقت سے پیش آئے۔ اس کے بعد میاں جی عبدالرحمٰن صاحب سے ملاقات ہوئی، میاں جی عبدالرحمٰن نے احقر سے تکوینیات کے حوالے سے کچھ باتیں کیں۔

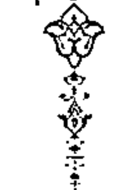
اور ساتھ ہی بیٹھے سعید صاحب انگریزی میں بیرون ملک مہمانوں سے بات کر رہے تھے، سے ملاقات ہوئی، اور پھر مغرب کے بعد دو اَحباب مولانا عمار صاحب اور مولانا شاہد علی صاحب نے اجازت لے کر مرکز میں قیام کیا اور مغرب کو ہوٹل واپس ہوئے۔

چونکہ ہندوستان کا ویزا بسلسلۂ عرس امیر خسروؒ تھا، اس لئے اگلے دن امیر جماعت جو کہ حکومت کی طرف سے گروپ لیڈر تھے، اطلاع دی کہ آج کی تمام باقی مصروفیات کو مؤخر کیا جائے اور تمام گروپ عرس میں شرکت کے لئے جائے گا۔

چنانچہ سرکاری طور پر چار بسوں میں تمام احباب شرکت کے لئے امیر خسروؒ کے دربار پر جو کہ نظام الدین میں ہے، روانہ ہوئے۔ بسوں سے اُتر کر جلوس کی شکل میں مزار کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک خاص گروپ نے جنہوں نے مزار پر جو چادریں چڑھانی تھیں، ہاتھ میں لئے ہوئے اور دُرود شریف کا وِرد کرتے ہوئے مزار کے اِحاطے میں

پہنچے، جہاں ڈھول کی تھاپ پر قوالی جاری تھی، گروپ لیڈر محمد جمیل صاحب چادر چڑھانے مزار کے اندر تشریف لے گئے۔ بعض احباب کو قبر پر سجدہ ریز دیکھ کر حیرانگی اور اُن کی کم فہمی پر بڑا رنج ہوا۔

احقر نے خود دُور متولّی کی بیٹھک میں بیٹھ کر ایصالِ ثواب اور مراقبہ فرمایا، تمام پروگرام تقریباً ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا، اور پھر تمام گروپ واپس بسوں میں بیٹھ کر نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مزار کے لئے روانہ ہوئے۔

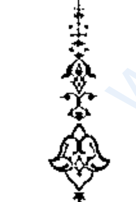


جب مزار پہنچے تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو اَدا کی، اور پھر مزار پر حاضری دی۔ تفصیل کتاب ''اولیائے پاک وہند'' کے صفحہ:۹۹ پر ہے۔

مراقبہ اور ایصالِ ثواب کرنے کے بعد پورا گروپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضری دینے کے لئے روانہ ہوا۔ تفصیل کتاب صفحہ:۳۸ پر ہے۔ نمازِ ظہر مسجد میں باجماعت ادا کی اور پھر مزار پر مراقبہ اور ایصالِ ثواب کے بعد ہوٹل پہنچے۔



اگلے دن ایک مسلمان ڈرائیور چاچا کلیم ملے، بڑی شفقت اور ملنسار انسان تھے، ان کی گاڑی پر مختلف مزارات پر حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ اور سب سے پہلے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلویؒ محلّہ قصاباں پہنچے، تفصیل کتاب صفحہ:۱۲۱ پر ہے۔ ایصالِ ثواب اور مراقبہ کے بعد ہم ترکمان گیٹ چتلی قبر گئے، جہاں نقشبندی سلسلے کے چار اکابرین: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، حضرت احمد سعیدؒ اور حضرت ابوالخیر دہلویؒ مدفون ہیں۔ حاضری دی، ایصالِ ثواب اور مراقبہ کے بعد اس کے متولّی جناب حضرت احتشام صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اِکرام کیا، اور عصر کو ہوٹل واپس پہنچے۔



اگلے دن چاچا کلیم ڈرائیور کے ساتھ ہم پسندیاں گئے، جہاں پر محدثین مدفون ہیں، جن میں حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالرؤفؒ، شاہ عبدالغنیؒ، اور شاہ عمرؒ جو کہ فرزند ہیں شاہ اسماعیل شہیدؒ کے، جنہوں نے

پاکستان کے علاقے بالاکوٹ میں انگریزوں کے خلاف جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا، مدفون ہیں۔ اس خاموش بستی محدثین میں مراقبہ اور ایصالِ ثواب کے خاص انوارات عیاں تھے۔ اس کے ساتھ ہی جمعیت علماء اسلام ہند کے جنرل سیکریٹری عزیز قاسمی صاحب سے ملاقات ہوئی، اور انہوں نے بھی بڑا اکرام کیا اور کافی دیر تبادلہ خیال رہا۔

مزار پر حاضری کے بعد ساتھ ہی ملحقہ مدرسے کے مہتمم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے طالب علم بھیج کر ہمیں ملاقات کے لئے مدعو کیا اور بڑی شفقت فرمائی اور کھانے کا اہتمام کیا۔ اور دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا کہ: اُن کے ذمے فتاویٰ کا کام ہے۔ اور ساتھ ہی ایک کتاب جو کہ تکمیل کے مراحل میں تھی، اہل حدیث والوں نے جن احادیث پر ضعیف ہونے کا الزام لگایا ہے، اس کے جواب میں، صحیح روایات کی روشنی میں اس الزام کا رَدّ کیا گیا ہے جو کہ جلد شائع کردی جائے گی۔

اگلے دن جمعہ کا دِن تھا، جمعہ ہم نے دہلی کی جامع مسجد میں ادا کیا۔ الحمدللہ! تقریباً ۸۰-۹۰ ہزار کا مجمع تھا، نماز سے پہلے مولانا صاحب نے تفصیلی بیان کیا، جس میں خاص کر مسلمانوں کی مذہبی آزادی کا پہلو نمایاں تھا۔

یاد رہے کہ اِمام بخاریؒ خاندان کا جو خطیب بخارا سے منگوایا تھا، آج کل اس کی تیرہویں پشت سے اِمام ہے۔ خطیب صاحب نے فرمایا کہ: جب ساتویں پشت کا اِمام تھا، اس وقت مولانا ابوالکلام آزادؒ وزیر تعلیم تھے، (جو کہ جامع مسجد دہلی کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں)۔ اِمام صاحب نے اُن کو مدعو کیا اور اُن سے مسجد کی مالی اِمداد کی بات کی، تو اِمام صاحب نے بیان میں فرمایا کہ: مولانا ابوالکلام آزادؒ صاحب نے ذاتی حیثیت میں دس ہزار دینے کے بعد مشورہ دیا کہ یہ مسجد اللہ کا گھر ہے، اسی کے حکم سے تعمیر ہوئی اور تمام انتظامات اللہ تعالیٰ ہی فرمائیں گے۔ تو کہنے لگے کہ: آج تیرہویں پشت چل رہی ہے اور مسجد کا تمام کام اللہ تعالیٰ کے حکم، بغیر سرکاری معاونت کے اچھی طرح چل رہا ہے، اور آج ہم بانگِ دُہل حکومت کی زیادتیوں کی نشان دہی کرتے ہیں اور اپنے حقوق کے لئے ہر فورم

پر بات کر سکتے ہیں۔ جونہی اِمام صاحب نے بیان ختم کیا، ہماری جماعت تیسری صف میں بیٹھی تھی، اِمام صاحب دوڑے ہوئے احقر کے پاس آئے اور معانقہ کے بعد پکڑ کر پہلی صف میں ساتھ لے گئے اور نماز کے بعد تبادلہ خیالات کے بعد اپنا تعارفی کارڈ دیا۔ یہ مولانا جمال الدین عالی صاحب مفسرِ قرآن جامع مسجد دہلی تھے۔ نمازِ جمعہ کے بعد شاہی مسجد کے ساتھ ہی ایک باغ والی مسجد میں نمازِ عصر اَدا کی۔ وہاں کے اِمام صاحب نے بڑا اِکرام کیا، اور دورانِ گفتگو دیو بند جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اِمام صاحب بڑے ملنسار تھے۔ ایک مسجد کے مؤذّن کی ڈیوٹی لگائی کہ صبح سویرے وہ آپ کو بذریعہ ٹرین دیو بند لے جائیں گے اور شام کو واپس لے آئیں گے۔ چنانچہ اس مؤذّن صاحب سے پروگرام طے کرنے کے بعد جب ہوٹل پہنچے، تو معلوم ہوا کہ بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں اکابرین نے اِکرام کے لئے ہفتے کی دو پہر بلایا ہے۔ چنانچہ مؤذّن صاحب کا شکریہ ادا کر کے پروگرام کی منسوخی کا بتایا۔



صبح مرکز جانے سے پہلے میں اور عطاء اللہ صاحب، ابوالکلام آزاد میڈیکل کالج گئے، جہاں پر پیتھولوجی (Pathology) ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ نے بڑا پُر تپاک استقبال کیا، اور چائے پلانے کے بعد ایک ڈاکٹر صاحبہ کو لیبارٹریز کی بریفنگ کے لئے کہا، جو تمام کمروں میں جہاں ٹیسٹ ہوتے ہیں، بریف کیا اور واپسی پر پروفیسر صاحب نے اپنی تصنیف شدہ کتاب گفٹ کی۔



اس کے بعد وہاں سے نظام الدین مرکز پہنچے، جہاں اکابرین نے بڑا اِکرام کیا۔ عصر کی نماز مرکز میں ادا کی، اور پھر مولانا سعد صاحب سے، جو کاندھلہ سے واپس تشریف لا چکے تھے، مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور ساتھ ہی مولانا اِلیاسؒ اور مولانا محمد یوسفؒ کی قبور کی زیارت کی اور انوارات مشاہدہ کئے، اور مغرب کو وہاں سے واپس ہوٹل پہنچے۔

چونکہ واپسی میں ایک اتوار کا دِن باقی تھا، اس لئے اسی دن بازار گئے اور شام کو لال قلعے کی سیر کی۔

نہایت عمدہ اور صفائی بھی اچھی اور کافی سیاح اندر موجود تھے، واپسی پر لال قلعے



کے مرکزی دروازے پر مغرب کی اذان کا وقت تھا، فوراً اذان دی اور نماز پڑھنے کے لئے صف بندی کر رہے تھے کہ ۱۰-۱۲ نوجوان طالب علموں نے انتظار کے لئے اشارہ کیا، اور جب وہ پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ وہ بہار کے رہنے والے ہیں، اور یہاں دہلی کے مدرسے میں علم حاصل کر رہے ہیں، میں نے انہی کو جو اچھی تلاوت کر سکے، اِمامت کے فرائض کے لئے کہا، اور ایک طالب علم نے بڑی اچھی تلاوت کر کے نماز پڑھائی، اور بعد میں ڈیوٹی پر موجود سکھوں کی موجودگی میں تمام اُمت کی ہدایت کے لئے دُعا کی۔ طالب علم روتے رہے اور اشک بار آنکھوں سے رُخصت کیا۔ اُن میں سے ایک طالب علم نے احقر سے لطیفہ قلب پر ضرب لگانے کے لئے کہا تو کھڑے کھڑے لطیفہ قلب پر اسمِ ذات کی ضرب لگا دی۔

شام کو ہوٹل پہنچے، چونکہ اگلی صبح واپسی تھی، اس لئے رات کو رختِ سفر باندھنے کی ترتیب بنائی۔ صبح ۱۰ بجے کے قریب بسیں پہنچ گئیں اور تقریباً ۱۱ بجے دہلی ریلوے اسٹیشن سمجھوتہ ایکسپریس کے انتظار میں رہے۔ رات عشاء کے بعد اٹاری سے ہوتے ہوئے لاہور (واہگہ بارڈر) پہنچے۔ واہگہ بارڈر پر طویل انتظار کرنا پڑا، مگر پھر بھی شام کو پرائیویٹ گاڑی کے ذریعے ڈائیوو اڈّا لاہور پہنچے، اور رات ۱۱ بجے ایبٹ آباد کے لئے روانہ ہوئے، اور اگلی صبح بخیریت ایبٹ آباد پہنچے۔

دہلی میں جن زیارات پر فاتحہ پڑھی، مناسب ہے کہ اس موقع پر اُن کے بارے میں یا اُن کے کچھ ملفوظات سے قارئین کو مستفید کیا جائے۔

(۱)

سلطانُ الشعراء حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

''ابوالحسن'' نام اور ''امیر خسرو'' تخلص تھا۔ اِن کے والد بلخ (ترکستان) کے اُمراء میں سے تھے۔ سلطان التمش کے دورِ حکومت میں اِن کے والد ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے، ۹ برس میں یتیم ہو گئے، نانا نے تربیت کی،

تھوڑے ہی عرصے میں تمام علوم سے فارغ ہوگئے۔آپ کا سارا خاندان، جبکہ آپ ۹ برس کے تھے، حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بیعت ہوا۔شعروشاعری سے فطری لگاؤ تھا، طوطیِ ہند کا لقب پایا۔

اگرچہ آپؒ بظاہر بادشاہوں اور اُمراء کے ہم جلیس تھے، لیکن اِن کے دِن رات عبادت وریاضت سے بھرے ہوئے تھے۔آپؒ ہر رات تہجد کے وقت قرآنِ کریم کے ۷ پارے نہایت ترتیل سے پڑھتے اور اکثر روزے سے رہتے۔۴۰ سال تک صائم الدہر رہے۔ایک دِن شیخ نے حالات پوچھے، فرمایا: جب تہجد کے لئے بیدار ہوتا ہوں تو خود بخود گریہ (رونا) طاری ہوجاتا ہے۔شیخ نے فرمایا: الحمدللہ! اب کچھ ظاہر ہونا شروع ہوگیا ہے۔ آخر میں تو عشقِ الٰہی کی ایسی سوزش اِن میں پیدا ہوگئی تھی کہ جب لباس پہنتے تو سینے کے پاس کا کپڑا جل جاتا تھا۔چنانچہ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ پاک نے مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ تو میں عرض کروں گا کہ: اس ترک کے سینے کی سوزش لایا ہوں۔



ایک دفعہ ایک فقیر حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت میں سوالی بن کر آیا۔اتفاق سے اس روز حضرتؒ کے پاس دینے کو کچھ موجود نہ تھا۔حضرتؒ نے فرمایا: انتظار کرو، آج جو کچھ آئے گا وہ سب تمہارا ہے! لیکن اتفاق سے اُس روز بھی کچھ نہ آیا۔کل کا شرطیہ وعدہ کیا۔ دُوسرا روز بھی خالی گیا۔آخر نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے پاؤں کی جوتیاں دے کر درویش کو رُخصت کیا، وہ جوتیاں لے کر باہر نکلا، راستے میں امیر خسروؒ سے ملاقات ہوگئی، پیر ومرشد کی خیریت دریافت کی، درویش نے کہا: حضرت خیریت سے تھے۔امیر خسروؒ متفکر کھڑے تھے فوراً بول اُٹھے: مجھ کو تجھ سے شیخ کی بُو آتی ہے! شاید اُن کی کوئی چیز تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا: شیخ نے مجھے اپنی جوتیاں صدقے میں دی ہیں، اُن کے پاس دو دِن سے دینے کو کچھ نہ تھا۔امیر خسروؒ بے تاب ہوگئے، فقیر سے کہا: اِن کو فروخت کرتے ہو؟ وہ فوراً راضی ہوگیا، آپؒ نے فوراً پانچ لاکھ روپے جو کہ بادشاہِ وقت نے ایک قصیدے کے صلے میں

انعام کے طور پر دیئے تھے، درویش کو دے دیئے اور شیخ کی نعلین سر پر رکھے ہوئے شیخ کی خدمت میں پہنچے، اور عرض کیا کہ: فقیر نے ۵ لاکھ روپے پر جوتیوں کا سودا کر لیا، اگر تمام مال و جان بھی اُن کے بدلے طلب کرتا تو میں سب دے کر لے لیتا۔

دِلّی میں اپنے شیخ کی وفات کے وقت حضرت امیر خسروؒ دہلی سے بہت دُور سلطان غیاثُ الدین تغلق کے ہمراہ بنگال گئے تھے۔ شیخ کی وفات کی خبر سن کر فوراً دہلی پہنچے اور شیخ کی قبر پر حاضری کے وقت ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ: ''تعجب ہے کہ آسمان زمین میں چھپ جائے اور خسرو زندہ رہے!'' یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ اِس کے بعد باقی زندگی میں دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ شیخ کی جدائی کے غم میں چھ مہینے بعد ۸ شوال ۷۸۶ھ میں انتقال کر گئے۔ حضرت شیخ نے زندگی میں پیش گوئی کی کہ امیر خسروؒ میرے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں گے۔ وصیت کی کہ اُن کے انتقال کے بعد اُن کو میرے پہلو میں دفن کیا جائے۔ فرمایا: وہ میرا راز دان ہے اور میں اُس کے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔ ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ: اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں امیر خسرو کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرتا۔ شیخ کی وصیت کے مطابق ان کا مزار حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار کے بالکل متصل ہے۔

امیر خسروؒ بہت بڑے اہلِ قلم اور بے بدل شاعر تھے۔ اُنہوں نے ۹۹ کتابیں لکھیں۔ آپؒ کے اشعار کی مجموعی تعداد ۵ لاکھ تھی۔ آپؒ نے شیخ کے کہنے پر سب سے پہلے اُردو کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے علاوہ درویش کامل اور شیخ طریقت تھے۔ اگرچہ آپ کا بظاہر بادشاہوں سے تعلق تھا، لیکن صورت اور سیرت میں آپؒ ولی تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے آپ کو اقلیم شاعری کا تاجدار کہا ہے۔ آپ ''دل یار ول اور ہتھ کار ول'' کا مصداق تھے۔ آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ فنا فی الشیخ کے مقام پر فائز تھے۔ اور آپ نے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہو کر حضرت سلیمان

علیہ السلام کی صفات کو اَپنایا جو کہ بیک وقت نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔

(۲)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی محمد ہے، آپؒ کے مختلف القابات ہیں، جس میں محبوبِ الٰہی، سلطان الاولیاء، سلطان المشائخ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا تھا۔ آپؒ کا تعلق سادات سے ہے، اور پندرہ واسطوں سے آپؒ کا سلسلۂ نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپؒ ۵ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ آپؒ کی تربیت آپؒ کی والدہ سیّدہ زلیخا نے کی، آپؒ نے تھوڑے عرصے میں قرآن یاد کرلیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپؒ والدہ کے ہمراہ دہلی آئے اور مولانا شمس الدینؒ اور مولانا کمال الدین زاہدؒ سے علومِ ظاہری کی تکمیل کی۔ یہ دونوں علماء بادشاہِ وقت حکمران بلبن کی نظر میں صاحبِ قدر تھے۔

باطنی علم کے لئے آپ حضرتؒ بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں اجودھن (پاک پتن) حاضر ہوئے۔ شیخ کی خدمت میں حاضری پر شیخ نے آپؒ کے سر پر اپنی کلاہ چارتر کی رکھ دی۔ شیخ کی صحبت میں چند ہی روز میں غیر معمولی عبادت اور ریاضت کی برکت سے راہِ سلوک میں کمال حاصل کیا۔ حضرتؒ کو اپنے شیخ سے بہت محبت تھی، اس لئے اکثر و بیشتر دہلی سے پاک پتن (اجودھن) تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار شیخ نے اپنے عزیز مرید کے لئے اللہ رَبّ العزت کی بارگاہ میں دُعا کی کہ الٰہی! میرا یہ مرید تجھ سے جو کچھ مانگے، اُسے عطا فرمایا کر۔ شیخ کی یہ دُعا اللہ کے دربار میں قبول ہوئی، اس لئے آپ ''محبوبِ الٰہی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آخری بار جب اجودھن شیخ سے ملنے تشریف لے گئے تو واپسی پر شیخ نے درد بھرے لہجے میں کہا: ''شاید آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو، میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تجھے نیک بخت بنائے، اِن شاء اللہ! تم ایسا درخت بنو گے جس کے سایہ میں مخلوقِ خدا آرام پائے گی۔'' شیخ نے مرید کو رُخصت کرتے وقت چند نصیحتیں کیں:

①:...ہمیشہ مجاہدے میں مشغول رہنا۔

②:...شاگردوں کو تعلیم دینا۔

③:...دُنیا کی تمام تر خواہشات کو ترک کردینا۔

④:...خلوت نشین بننا، اور خلوت نشینی میں طرح طرح کی عبادات سے معمور رہنا۔

حضرتؒ کے ملفوظات

فرمایا: جب سالک عبادت اور ریاضت کا آغاز کرتا ہے تو اُس کے نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے، لیکن جب صدقِ دل سے اُس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ کی طرف سے اُس کو توفیق ہوتی ہے، اور اُس کی مشکل آسان ہوجاتی ہے۔ علم دِین سے انسان لوگوں میں ہر دلعزیز ہوتا ہے، اور عمل سے خداوند کریم کے نزدیک عزیز اور گرامی قدر ہوجاتا ہے۔

فرمایا: سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے: ① کم کھانا، ② کم بولنا، ③ کم سونا، ④ لوگوں سے میل جول کم رکھنا۔

فرمایا: مؤمن کے دل کو ستانا، اللہ کو تکلیف پہنچانا ہے۔ فرمایا: درویش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے تو اِس کے دِل سے کسی حال میں بھی بددُعا نہ نکلے۔

فرمایا: وہی لوگ مشائخ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں۔

نمازِ جمعہ کے بارے میں فرمایا کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا تو اُس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے، اگر دو جمعے شرکت نہ کرے تو دو سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں، اور تین جمعے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے تمام سیاہ ہوجاتا ہے۔

وفات سے کچھ دن پہلے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں: ''نظام الدین! تم سے ملنے کا بڑا اِشتیاق ہے۔'' اِس خواب کے بعد سے آپؒ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی، اور سفرِ آخرت کے لئے بے چین رہنے لگے۔ وفات سے ۴۰ دن

پہلے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا، وصال کے روز لنگر خانے اور اُس کے ساتھ جتنی چیزیں تھیں غرباء، مساکین میں سب تقسیم کر دیں۔ صبح کی نماز پڑھی اور طلوعِ آفتاب کے وقت یہ علم و عمل اور صدق ووفا کا پیکر دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔ ۱۸ ربیع الاوّل ۶۵۲ھ میں وفات پائی۔

(۳)

حضرت محمد نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرتؒ کا اسم مبارک محمود تھا، نصیر الدین محمود گنج چراغ لقب تھا، والد ماجد کا نام سیّد یحییٰ تھا۔ آپؒ کا تعلق حسینی سادات خاندان سے ہے۔

آپؒ کا خاندان خراسان سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا۔ اور لاہور میں مقیم ہوئے۔ لاہور سے آپؒ کے والد اودھ چلے گئے۔ ۹ برس کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ والدہ عابدہ اور زاہدہ تھیں، حضرتؒ کی تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری والدہ نے نبھائی۔ والدہ کے اثر سے بچپن سے پکے نمازی تھے، تعلیم قاضی محی الدین کاشانی، مولانا عبدالکریم شیروانی اور مولانا افتخار گیلانی سے حاصل کی۔

کم سنی میں ہی ریاضت و مجاہدہ کے شوقین تھے، اکثر روزہ رکھتے تھے، جنگل میں جا کر عبادت کرتے تھے، اِفطار سنبھالو کے پتوں سے کرتے تھے، ایک ولی کامل کے ساتھ مسلسل ۸ سال تک نماز باجماعت ادا فرمائی۔

تحصیل علم کے بعد اللہ کا نام سیکھنے کا شوق ہوا۔ ۴۳ سال کی عمر میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ سے بیعت کے بعد پیرومرشد کی صحبت میں رہنے لگے۔ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ دس دس دن تک لگاتار روزہ رکھتے، درمیان میں کچھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ حضرتؒ سے باطنی علم حاصل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ظاہری علوم کی طرح باطنی علوم کی تکمیل کی۔ آپ جنگل میں عبادت و ریاضت جاری رکھنا

چاہتے تھے، لیکن شیخ نے مخلوقِ خدا کے درمیان رہ کر اور لوگوں کے ظلم وستم برداشت کر کے ریاضت وعبادت کرنے کا مشورہ دیا۔

مرشد سے بے حد محبت وعقیدت تھی، مرشد کی تکلیف کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ کی خانقاہ میں ایک سالک آ کر مقیم ہوئے، وہ رات کو نماز کے لئے اُٹھے تو صحن میں کپڑے رکھ کر وضو کرنے لگے، واپس آئے تو کپڑے غائب تھے، بڑے پریشان ہوئے، تلاش میں شور مچانے لگے، حضرت شیخ نصیر الدینؒ ایک کونے میں عبادت میں مصروف تھے، شور سن کر جلدی سے آئے اور اپنے کپڑے اُتار کر اُس آدمی کو دے دیئے، تاکہ شور کی وجہ سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی عبادت میں حرج نہ ہو۔



ایک بار ارشاد فرمایا: اگر کوئی طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اُس کو چاہئے کہ آستین چھوٹا کرے، دامن کو تھوڑا سا اُونچا کرے اور اپنے سر کو منڈائے۔ آستین کم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اپنا ہاتھ کاٹ دیا ہے، اب اُس کو مخلوق کے سامنے نہیں پھیلائے گا۔ دامن اُونچا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اپنا سر کاٹ لیا ہے، اب کسی کے سامنے نہیں جھکے گا۔ سر منڈانے کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی بات خلافِ شرع نہ ہوگی۔



حضرتؒ اپنی مجالس میں زیادہ تر قرآنِ حکیم اور حدیث شریف کی تعلیم پر گفتگو کرتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا: لوگوں نے قرآنِ کریم اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے حیران وپریشان ہیں۔



فرمایا: مسلمان کے ایمان کی بنیاد دو چیزوں پر ہے، جو خدا اور رسول نے فرمایا، اُس کی متابعت کرے، اور جس سے منع کیا گیا ہے، اس کو چھوڑ دے۔

فرمایا: سالک کے لئے تین قسم کا غسل ضروری ہے:

①: غسلِ شریعت:... جسم سے ناپاکی کو دُور کرنا۔

②: غسلِ طریقت:... خلوت دار انجمن اختیار کرنا۔ یعنی لوگوں میں رہتے ہوئے تنہائی میں رہنا۔

④: غسلِ حقیقت :... یعنی توبہ باطن کرنا۔

فرمایا: قرآنِ کریم کی تلاوت کے دو فائدے ہیں: ① آنکھ کی بینائی کبھی کم نہیں ہوتی، ② امراضِ چشم سے محفوظ رہنا۔

آپؒ نے فرمایا: سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی کسی کے دِل کو راحت پہنچائے۔

④

حضرت قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ

بختیار نام ہے، اور قطب الدین لقب۔ خواجہ کا کی کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپؒ حسینی سادات میں سے ہیں۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے، والدہ ماجدہ نے تعلیم وتربیت کا فرض انجام دیا۔ چونکہ آپ پیدائشی ولی تھے، اس لئے والدہ نے نیک صالح بزرگ ابوالحفص کے پاس ظاہری وباطنی علم کے لئے بھیج دیا۔ آپؒ نے سلوک کے مراحل شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ واحدالدین کرمانیؒ اور شیخ معین الدین سنجریؒ کی مجالس میں طے کیے، اور ۱۷ سال کی عمر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپؒ کو خلافت دی۔

ایک روز پڑوسی بقال کی بیوی نے حضرت خواجہؒ کی اہلیہ کو طعنہ دیا اور اُنہوں نے آپؒ سے شکایت کی، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: آئندہ سے قرض نہ لیا کرو، میرے اسی مصلیٰ کے نیچے تمہیں ضرورت کے مطابق کاک (روٹیاں) مل جایا کریں گی۔ ایک زمانے تک آپؒ کے خاندان کا گزارہ اِن روٹیوں سے چلتا رہا، اور اسی وجہ سے آپؒ ''کا کی'' کہلائے۔

آپؒ، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعشق میں ہر وقت سرشار رہتے۔ آپؒ ہر رات ۳۰,۰۰۰ مرتبہ دُرود شریف پڑھتے تھے۔ اپنی مجلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان فرماتے اور اِتباعِ سنت کی تلقین فرمایا کرتے۔ فرمایا کہ: مجھے قرآنِ کریم

حفظ نہ ہوتا تھا، اور میں اُس کے حفظ کی دِلی تمنا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، میں نے آپ سے عرض کیا، آپ نے سورۂ یوسف پڑھنے کی تاکید فرمائی، میں نے سورۂ یوسف پڑھنا شروع کی، تھوڑے ہی عرصے میں مجھے پورا قرآنِ کریم حفظ ہوگیا۔

فرمایا: سالک کو کھانا کم کھانا چاہئے، اگر وہ پیٹ بھرنے کے لئے کھاتا ہے تو وہ نفس پرست ہے، کھانا صرف اس لئے ہے کہ بندے میں عبادت کی قوّت قائم رہے۔ اُس کے لباس میں تزئین و آرائش نہ ہو، مگر وہ دکھانے کے لئے لباس پہنتا ہے تو وہ راہِ سلوک سے بہت دُور ہے۔ حضرت بایزید بسطامی نے ۷۰ سال تک خداوند کریم کی عبادت کی، جب مقامِ قرب آیا تو صرف اس وجہ سے قربِ خداوندی حاصل ہوا کہ اُن کے پاس جو کوزہ اور خرقہ تھا اُس کو پھینک دیا۔ سالک وہ ہے جو ہر وقت محبتِ الٰہی میں غرق رہے، اور حالت تحیر و سکر میں اُس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اُس کے سینے میں زمین و آسمان بھی داخل ہو جائیں تو اُس کو خبر نہ ہو۔



فرمایا: شریعت کی پابندی سالک کے لئے لازم ہے، خواہ حالت سکر میں ہو یا ہوش میں، دونوں حالتوں میں شریعت کی پابندی لازمی ہے۔ آپؒ زیادہ عرصہ تک حالتِ سکر میں رہے، لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کرتے۔

فرمایا: سالک کے لئے یہ لازم ہے کہ اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھے، اپنا راز کسی سے نہ کہے، جو شخص کامل ہوتا ہے وہ کبھی اپنے دوست کے راز کو فاش نہیں کرتا۔ منصور حلاج عارف کامل نہ تھے، کیونکہ انہوں نے دوست کے رازِ نہاں کو ظاہر کر دیا تھا۔

(۵)

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ باقی باللہ ۹۷۱ھ میں کابل میں پیدا ہوئے، آپؒ کے والد قاضی

عبدالسلام صاحب اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم وفاضل تھے۔ پانچ سال کی عمر میں والد محترم کی نگرانی میں ظاہری علوم کی تعلیم شروع کردی۔ آپ نے مولانا صادق رحمہ اللہ سے ظاہری وباطنی علوم حاصل کئے، اپنے اُستاد کے ہمراہ کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے، وہاں پر آپؒ نے اور جلیل القدر علماء سے اِستفادہ کیا۔ نوعمری میں آپ کا شمار بڑے علماء میں ہونے لگا۔

علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ نے راہِ سلوک کی منزلیں طے کرنی شروع کیں۔ اس مقصد کے لئے آپ ماوراء النہر سے ہندوستان تشریف لائے۔ اُس زمانے میں ہندوستان کو اللہ والوں کے معاملے میں ساری دُنیا میں شہرت وعزت حاصل تھی۔ آپؒ نے ہندوستان میں حضرت خواجہ عبداللہ احرار، امیر عبداللہ بلخی، شیخ سمرقندی اور حضرت شیخ بابا میوالی (نقشبندی) سے فیض حاصل کیا۔

اِس کے بعد آپؒ دوبارہ سمرقند اور ماوراء النہر کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ ایک روز مراقبے کے عالم میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ملنگی سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: اے فرزند! ہم تمہارے انتظار میں ہیں، ہمارے پاس جلدی آؤ! فوراً حضرت خواجہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُن کی اِرادت میں داخل ہوکر مجاز بیعت ہوگئے۔ اپنے شیخ کی خدمت میں مزید قیام کا ارادہ تھا، لیکن شیخ نے واپس ہندوستان تشکیل کردی اور فرمایا کہ: تمہاری ذات سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ خوب پھیلے گا۔ شیخ کی ہدایت پر واپس ہندوستان چلے گئے۔ پہلے لاہور میں قیام کیا، اس کے بعد دہلی میں قیام کا حکم ملا۔ آپؒ کم کھاتے، کم سوتے اور کم بولتے تھے، اور عشاء کی نماز کے بعد تہجد تک دُرود شریف پڑھتے رہتے تھے، اور بعد نماز تہجد ایک سو بیس بار سورۂ یٰسٓ پڑھتے، اس کے بعد ذِکر اسم ذات میں مصروف ہوجاتے۔ جب صبح ہوتی تو عرض کرتے: اِلٰہی! رات بہت مختصر تھی، جلدی گزر گئی۔ وضو تازہ کرکے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتے اور فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ۴۱ بار سورۂ مزمل پڑھتے۔ نمازِ فجر باجماعت اَدا کرکے اِشراق

تک وظائف میں مشغول رہتے۔ اِشراق کے نوافل کے بعد دس گیارہ بجے تک تلاوتِ قرآن پاک کرتے۔ اس کے بعد مخلوقِ خدا کی خدمت میں مصروف ہو جاتے اور اُن کی حاجتیں پوری کر کے پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر نمازِ ظہر اَدا کرتے۔ نمازِ ظہر کے بعد عصر تک نوافل میں مشغول رہتے۔ عصر کی نماز سے کچھ پہلے حاضرین میں اصلاحی بیان کرتے، اور پھر عصر سے مغرب تک دُرود شریف پڑھتے تھے۔ مغرب سے عشاء تک سالکین کی تربیت کرتے۔



آپؒ بہت فیاض تھے۔ حضرت خواجہؒ اخلاقِ عظیم سے مالا مال تھے۔ ایک روز آپؒ کے بیٹے خواجہ محمد عبداللہ حاضر ہوئے، اُن کے ہاتھ میں آئینہ تھا، فرمایا: اس کو دیکھو! جب انہوں نے آئینے پر نظر ڈالی تو اُس میں ایک بوڑھے آدمی کی شکل دیکھی جس کی داڑھی کے تمام بال سفید ہو چکے ہیں، خواجہ عبداللہ لرز گئے، آپؒ مسکرائے اور کہا کہ: یہ نورِ الٰہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا۔



آپؒ جمادی الآخر کے مہینے میں ۱۰۱۲ھ کو عصر اور مغرب کے درمیان ''اللہ، اللہ'' کہتے ہوئے اس دارِ فانی سے رُخصت ہوئے۔

(٦)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ



آپؒ ۱۴ ارشوال کو ۱۷۰۳ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ ہندوستان کے صوبے اُتر پردیش کے ضلع مظفرنگر کے گاؤں پھلت کے رہائش پذیر تھے، آپؒ کے والد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو سردار الاولیاء حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے خوشخبری سنائی کہ آپؒ کے ہاں ایک نیک صالح، پیدائشی ولی کی ولادت ہوگی، اُن کا نام فقیر کے نام کے پیچھے قطب الدین احمد رکھا جائے۔ اس لئے والد نے اُن کا نام قطب الدین احمد رکھا۔ شاہ ولی اللہ کا لقب عوام الناس نے اُن کو دیا۔ اس لئے کہ ولی اللہ سے مراد اللہ رَبّ العزت کے

انتہائی قرب والا۔ حضرتؒ بہت زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے۔ والد کی طرف سے ان کا نسب نامہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے، اور والدہ کی طرف سے وہ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہیں۔ اُن کے آباء واجداد میں حضرت شیخ شمس الدین مفتی نے برصغیر کے صوبہ روتھک میں (مسلمانوں کی حکومت کے دوران) آباد ہوئے۔ ان کے والد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں اسلام کے مایہ ناز اور اعلیٰ پایہ کے حنفی فقہاء میں سے اور محقق عالم تھے۔



پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنا شروع کیا، اور ۷ سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کر لیا۔ اس کے بعد ایک سال کے عرصے میں فارسی اور عربی کی تعلیم مکمل کی، اُس کے بعد اُنہوں نے صَرف، نحو کی طرف توجہ کی، اور دس سال کی عمر میں شرح جامی پڑھنا شروع کی۔ پندرہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے اور مدرّس بن گئے۔ علمِ فقہ، منطق، حدیث، علمِ طب، الجبرا، ریاضی وغیرہ اپنے والد سے پڑھیں۔

علم سے فراغت کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے والد سے اللہ کا نام سیکھا اور ۱۷ سال کی عمر میں تکمیل ہو گئی، اور والد صاحبؒ سے مجاز (خلافت) ہو گئے۔ ۱۱۴۳ ہجری میں ۲۳ سال کی عمر میں حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ گئے، وہاں پر شیخ ابوالطاہر محمد بن ابراہیم کردیؒ سے صحاحِ ستہ پڑھیں، وہاں سے مکہ مکرمہ آئے، دُوسرا حج کیا، اور مکہ مکرمہ میں شیخ وفادُ اللہ مالکی (المکی) سے مؤطا اِمام مالک پڑھی، اور شیخ تاج الدین حنفی سے صحاحِ ستہ پڑھیں۔ ۱۱۴۵ ہجری میں حرمین میں ۱۴ مہینے کے قیام کے بعد، واپس ہندوستان آئے، اس دوران انہوں نے دو حج کئے اور حرمین شریفین کے علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ ۱۱۷۶ ہجری (۲۰ر اگست ۱۷۶۲ عیسوی) میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے چار بیٹے: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی تھے، انہوں نے مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد رکھی۔



(۷)

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ ۵۱۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۲۵ ہجری میں آپؒ کی وفات ہوئی۔

آپؒ کا نام محمد بن عطا ہے۔ آپؒ علومِ ظاہری و باطنی میں کامل تھے، آپؒ اگرچہ خواجہ قطب الدینؒ کے مصاحب تھے، لیکن سلسلۂ سہروردیہ سے آپ کو نسبت تھی۔ آپؒ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔ قاضی حمید الدینؒ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں۔ آپؒ کی گفتگو اکثر عشق ومستی کی زبان میں ہوتی تھی۔ آپؒ کی ایک مشہور تصنیف ''طوالع شموس'' ہے، جس میں آپؒ نے اسمائے الٰہی کی تشریح کی ہے۔ آپؒ علومِ شریعت وطریقت وحقیقت میں کامل تھے۔

آپؒ کا مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی پائیں میں ایک اُونچے چبوترے پر ہے۔ آپؒ نے خواجہ قطب الدینؒ کے پائیں میں ان کی عظمت کے مدنظر اُن سے اپنے مزار نیچے رکھنا چاہا، لیکن آپؒ کی اولاد کو یہ بات پسند نہ آئی اور انہوں نے آپؒ کے مزار کا چبوترہ خواجہ قطب الدینؒ کے مزار سے اُونچا تعمیر کردیا۔

آپؒ کی مشہور تصنیف ''طوالع شموس'' کے ابتدائی حصے میں اسمِ ''ھُوْ'' کی تشریح کی گئی ہے، اتنے زیادہ معنی لکھے ہیں کہ اُن کا دُہرانا مشکل ہے۔ چند اہم نکات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرتؒ لکھتے ہیں کہ: ھُوْ صرف اشارہ ہے اور اِشارہ اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ مشار الیہ نظر آئے یا اُس کی بابت کوئی اطلاع وخبر جاری ہو۔ اُس صورت میں اللہ کا ہر فعل ایسا ہوگا کہ اُسے دیکھ لیا جائے جیسے عرفِ عام میں کہتے ہیں اُس نے کیا اور اچھا کیا۔ اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو عالم سے روگردانی کرتے ہوئے تمام ظواہر سے علیحدگی اور براءت کرلی تو ''انی بریءٌ مما تشرکون''، (میں تمہارے شرک سے علیحدہ اور بَری ہوں) کہہ کر محبوب از جان وقلب کی

جانب رُوئے دل متوجہ کیا جیسے کہ فرمایا ہے: ''وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض'' میں نے اس ذات کی جانب رُخ کیا ہے جس نے زمین وآسمان بنائے ہیں۔ دو عالم سے علیحدگی کے بعد اپنی براءت اور پوری دوستی کے ساتھ اُنہوں نے اللہ کی جانب رُخ کیا۔ لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے کس جانب رخ کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''اِلٰی ربّی الذی ھو یطعمنی ویسقینی'' (اپنے پروردگار کی جانب وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام قال وحال دونوں حالتوں میں ایسے خلیل ہو گئے کہ انہوں نے صاف کہہ دیا: ''اِنّی ذاھب اِلٰی ربّی'' میں اپنے رَبّ سے ملنے جارہا ہوں۔

حضرت ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دُنیا کے تمام ذرّے عالمِ سلوک میں اللہ ہی کی جانب متوجہ رہتے ہیں، کیونکہ ہر ایک اپنے کمال کا خواہش مند ہے، اور کمال اس دُنیا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس لئے اس نے ہر چیز کو عدم سے پیدا کیا، اور سب کو اپنے نور کی جانب متوجہ کیا۔ لوگوں نے کسی حکیم سے کہا: بتایئے! دُنیا کے تمام ذرّات کا رُخ کس کی طرف ہے؟ تو حکیم نے جواب دیا: اُس ہستی کی جانب جو تمام اشیاء کو وجود دِلاتا ہے۔ فرمایا: سنو اِسم ''ھو'' ایک حرف ہے، اس میں جو حرف ''واؤ'' نظر آتا ہے وہ پیش کو کھینچ کر پڑھنے کے سبب پیدا ہوا ہے، اس لئے یہ پاک اسم اصل میں وحدتِ مسمّٰی کی دلیل ہے، اِس کے سوا کسی دوسرے اسم میں ایسی مشابہت نہیں ہے۔

ھُو وہ اسم اعظم ہے جس کے انوار کی تجلیات سے اللہ ربّ العزت کے خصوصی اسرار ظاہر ہوتے ہیں، چونکہ یہ اسمِ اِشارہ ہے، اس لئے وضاحت کے لئے اسم اللہ کو اس کے ساتھ لگا دیا جو ھواللہ ہو گیا۔

ھُو اِسم اشارہ ہے جس کا رُخ ہمیشہ مشارالیہ کی ذات طرف ہوتا ہے، اس کے عمدہ صفات پر اسم اشارہ کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لئے اللہ والے فرماتے ہیں کہ: عشق ذات سے ہوتا ہے، صفات سے نہیں۔ اسم ھُو وہ اسمِ ذات ہے جو ''مطلق''، ''معلوم'' اور

''مشتق''، نہیں ہے، مشتق وہ اسم ہے جو کہ غیر کے اشتراک سے خالی نہ ہو، اور جس چیز میں اشتراک غیر ہوتا ہے اُس کی وحدت کی بنیاد اُس کے ذریعے بلند و مضبوط نہیں ہوتی۔ تمام عارفین اِس بات پر متفق ہیں کہ اسم ھُوْ مشتق نہیں ہے اور وحدت کی وجہ سے مطلق بھی نہیں ہے۔ اِس نسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمِ اعظم ''ھُوْ'' ہی ہے، مثلاً ہوا اور خوشبو۔

حضرتؒ کا فرمان ہے کہ ہمیشہ ھُو کہتے رہنا چاہئے، یہ منتہی اور سابق بالخیرات لوگوں کا کام ہے، جو ہزار جان سے اللہ کی عزت کے عاشق ہیں، کیونکہ اِسم ھُوْ اسم اللہ کا منتہا ہے، اس راز سے واقف ہے جس کی جان اللہ کے عشق میں مستغرق ہے۔

(۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ دارِ فانی سے رختِ سفر باندھ کر عالمِ برزخ کے باسی ہو گئے، ان کے سانحۂ رحلت کے بعد نوجوان عالم حضرت شاہ عبدالعزیز کو ان کی جانشینی کا جامہ اور کلاہ پہنایا گیا، اگرچہ ان کی عمر اس وقت صرف سترہ برس تھی اور ان کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی تھی، لیکن عنفوانِ شباب پر اپنے عظیم تر باپ کی مسند پر بیٹھنے کا موقع ملا اور دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر رونق افروز ہو کر اپنی خطابت اور جرأت مندی کا اظہار فرمایا۔

تعلیم و تربیت

شاہ ولی اللہؒ کی وفات کے بعد سب سے پہلے شاہ عبدالعزیزؒ کی تعلیم کی طرف توجہ دی گئی اور فقہ میں ان کی تربیت ان کے خسر مولانا نوراللہؒ نے کی، اور حدیث اور ولی اللٰہی انقلابی تحریک میں آپ نے مولانا عاشقؒ اور مولانا محمد امینؒ سے تعلیم حاصل کی، ان کے سارے اساتذہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے براہِ راست تربیت یافتہ تھے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے زمانے میں عام علماء جن علوم سے زیادہ مانوس تھے، ان کے حصول میں خاصی دلچسپی لی اور مروّجہ کتب میں جو اقوال شاہ ولی اللہؒ کی تحقیق کے خلاف

ہوتے تھے، ان پر بڑی لطافت سے جرح کرتے تھے، اور آخر میں ہلکے انداز میں شاہ ولی اللہؒ کا قول بھی نقل کر دیتے، اور اس طرح کم از کم شاہ صاحبؒ نے ساٹھ سال تک کام کیا، جس سے شاہ ولی اللہؒ کا علم اور ان کی حکمت لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہوتی چلی گئی۔

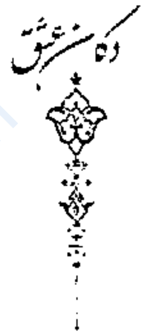
شاہ عبدالعزیزؒ نے ایک طرف تو حکیم ہند کے علوم وحقائق کی اشاعت کی، دُوسری طرف ان کا مقصدِ حیات یہ بھی تھا کہ شاہ ولی اللہؒ کی انقلابی دعوت کو ہندوستان میں عملی جامہ پہنایا جائے، شاہ ولی اللہؒ کو اِلہام کیا گیا تھا کہ جو چیزیں تم کو دینے کا وعدہ کیا گیا ہے، ان کے لئے کافی صبر کی ضرورت ہے، اس کام کو پورا کرنا شاہ عبدالعزیزؒ کا مقصد تھا، شاہ عبدالعزیزؒ کے ساتھ ان کے بھائی شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ بہترین معاون ثابت ہوئے، عقلی مسائل کے لئے جس قدر تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو شاہ رفیع الدینؒ نے پورا کیا، اور کشفی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ شاہ عبدالقادرؒ ممتاز تھے، نقلی علوم کی تعلیم شاہ عبدالعزیزؒ کے اپنے ذمہ تھی، اس طرح علم کے تینوں ذرائع یعنی عقل، نقل اور کشف کی مدد سے ایک جامع سوسائٹی پیدا کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔

اسی زمانے میں شاہ عبدالعزیز نے اِمامِ انقلاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا، امیرالمؤمنینؓ نے ان کو یقین دلایا کہ عام طور پر فقہاء اور صوفیہ کے مروّجہ طریقے اِفراط وتفریط سے خالی نہیں، لیکن قرونِ اُولیٰ کے مطابق صرف وہی طریقہ ہے جس کی دعوت اِمام ولی اللہ دیتے تھے۔ امیرالمؤمنینؓ نے ان کی قلبی کیفیت میں ایک انقلاب پیدا کر دیا، جسے شاہ عبدالعزیزؒ بیداری میں بھی اپنے اندر مستقر پاتے تھے۔

شاہ عبدالعزیزؒ حقیقی طور پر شاہ ولی اللہ تحریک کے پہلے اِمام تھے، اور انہوں نے شاہ ولی اللہؒ کے اُصول پر قومی حکومت کی بنیاد ڈالی، لیکن شاہ عبدالعزیزؒ کے دور میں انگریز کلکتہ سے دہلی تک عملی طور پر غلبہ حاصل کر چکا تھا، اور دُوسری طرف دکن میں مرہٹے اور پنجاب میں سکھ زوروں پر تھے، اور اس وقت مسلمانوں میں کوئی ایسا حاکم نظر نہیں آ رہا تھا جو ان کا مقابلہ کر سکے، اس لئے شاہ صاحبؒ نے یہ محسوس کیا کہ کابل اور قندھار کی حکومتوں کی

اس طرف توجہ مبذول کروائی جائے تو اسلامی حکومت کے لئے راستہ ہموار ہوسکتا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے کام کو جس خوش تدبیری سے سرانجام دیا، اس کو دیکھ کر آپؒ کے کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

مختصر طور پر یہ کہ آپؒ نے سب سے پہلے عوام الناس میں اسلامی عقائد و اخلاق کے متعلق جو غلط فہمیاں رائج ہوچکی تھیں، ان کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی، اور دُوسرا درجہ آپؒ کے کام کا یہ تھا کہ آپؒ نے انقلابی دعوتِ عام کے لئے ایک مرکز بنایا، جس کے ارکان شاہ اسماعیل شہیدؒ، سیّد احمد شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ تھے، اور شاہ محمد اسحاقؒ کو اپنی جگہ مقرر کیا، امیر الدعوت اور اَمیرِ جہاد سیّد احمد شہیدؒ تھے، اور اس سے شاہ صاحبؒ کا مقصد یہ تھا کہ یہ جماعت آگے چل کر دہلی سلطنت کی کمزوری کو دُور کرنے کے لئے مدد کرسکے۔



شاہ عبدالعزیزؒ کی تعلیم وارشاد کا اثر ہندوستان سے باہر حجاز کے ذریعے استنبول تک پہنچا، اور غالباً شیخ خالد کردیؒ اس میں واسطہ بنے، شیخ نے چونکہ شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی تھی، اور مولانا اِسماعیل شہیدؒ کے توسط سے شاہ عبدالعزیزؒ سے مستفید ہوئے تھے۔



شاہ صاحبؒ کا حافظہ

اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو بہترین حافظہ عطا فرمایا تھا، جس کا اندازہ ان دو واقعات سے لگایا جاسکتا ہے:



۱:... شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس ایک جہازراں انگریز آیا اور کہا کہ: میں نے سنا ہے کہ آپ کو ہرفن میں دخل ہے، جہازرانی میں بھی آپ کو کچھ آتا ہے؟ شاہ صاحبؒ نے اس کو پُرزوں کے نام بیان کئے اور ان کے حالات بیان کئے جو اس کے اپنے علم میں بھی نہ تھے، اس کو حیرت ہوئی تو فرمایا کہ: میں نے بچپن میں ایک کتاب دیکھی تھی، اس میں سے ہی کچھ یاد ہوگیا تھا۔

۲:...ایک دفعہ شاہ صاحبؒ کے پاس دو قوال آئے، اور ان کا کسی راگنی میں اختلاف تھا، اور شاہ صاحبؒ کو انہوں نے حَکَم بنایا، دونوں نے شاہ صاحبؒ کے سامنے گایا، شاہ صاحبؒ نے ایک کی تصویب کی، اور دُوسرے کو اس کی غلطی کے بارے میں آگاہ کیا۔ ان کو بڑا تعجب ہوا، تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: جب ہم مکتب جاتے تھے، تو ہمارے راستے میں ایک ڈوم نے بالاخانہ کرائے پر لے رکھا تھا، ہم آتے جاتے سنا کرتے تھے، اسی سے ہم نے کچھ معلوم کیا تھا، جو ہمیں یاد ہے۔

(۹)

حضرت شاہ محمد عمر بن شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

شاہ محمد عمر بن شاہ اسماعیل شہیدؒ ان اللہ والوں میں شمار ہوتے تھے جن پر جذب کی کیفیت غالب تھی اور یہ مشہور تھا کہ ان کو اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ ایک دفعہ مفتی صدرالدینؒ اور جامع مسجد کے اِمام اور دُوسرے اشخاص نے ان سے اِصرار کیا کہ ہم کو بھی زیارت کرادیجئے، مگر وہ نہ مانے، لیکن جب انہوں نے اِصرار جاری رکھا تو مفتی صدرالدینؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے خواب دیکھا کہ جامع مسجد کے منبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اور مولوی محمد عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مورچھل جھل رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ: صدرالدین آؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلو! فرماتے ہیں کہ: جب صبح ہوئی تو میں اِمام صاحب کی طرف چلا تاکہ ان سے یہ خواب بیان کروں، لیکن راستے میں ہی اِمام صاحب مل گئے، اور انہوں نے کہا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ اور آگے چلے تو اس پہلی مجلس میں جتنے لوگ تھے سب ہی آتے نظر آئے اور سب نے ایک جیسا خواب سنایا۔

ان کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ لوگ ان کو زبردستی ایسی مجلس میں لے گئے جس میں گانا ہو رہا تھا، تو فرماتے ہیں کہ جب ان کو زبردستی اس مجلس میں بٹھایا گیا تو تھوڑی

دیر کے بعد انہوں نے ذرا حرکت کی تو پورا مکان ہلنے لگا، تو سب حیران ہوئے کہ شاید زلزلہ آ گیا ہے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب وہ دوبارہ ہلے تو پہلے سے زیادہ مکان میں حرکت پیدا ہوئی، اس کے بعد تیسری مرتبہ بھی ہوا تو ان کو فوراً نکال دیا گیا کہ مبادا کہیں چھت گر ہی نہ جائے۔ جب مولوی محمد عمر سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے نہ بٹھاؤ!

ایک مرتبہ مولانا عمر شاہ جمعہ کے بعد جامع مسجد دہلی میں ایک وعظ میں تشریف لے گئے، اور وہ وعظ اس وقت اکبر خان غیر مقلد دے رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ: حضرت! یہ غیر مقلد ہے۔ تو فرمایا کہ: کوئی بات نہیں، قرآن اور حدیث ہی بیان کرتا ہے! اور اس کے پاس جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گئے، اس نے ایک حدیث بیان کر کے جب یہ کہا کہ اگر ابوحنیفہؒ ہوتے تو میں ان کو اس حدیث کا مطلب سمجھا دیتا۔ تو فوراً اُٹھے اور فرمایا کہ: اچھا! تو ابوحنیفہؒ کو مطلب سمجھاتا، جن کے مقلد جنید و شبلی تھے۔ اور اس کے سر پر ایک ہاتھ مارا جس سے اس کا عمامہ اُڑ گیا، چند بنگالی طالب علم جو اکبر خان کے معتقد تھے، شاہ صاحبؒ کے مقابلے کے لئے تیار ہوئے، لیکن اکبر خان نے روک دیا اور کہا کہ: نہیں نہیں، یہ صاحبزادہ ہیں!

(۱۰)

حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبدالغنیؒ پر بھی اللہ تعالیٰ کا توکل غالب رہتا تھا، بڑے بڑے لوگ آپ کے مرید تھے، لیکن اس کے باوجود گھر میں اکثر فاقہ ہی رہتا تھا، اور کبھی حرام مال تو کیا مشکوک مال کو بھی قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے گھر میں کئی وقت کا فاقہ ہو گیا، اس کا تذکرہ ان کی ماما نے کہیں کر دیا، اس کی خبر کسی ذریعے سے مفتی صدرالدین خان کو ہوئی، تو وہ تین سو روپے لے کر حاضر ہوا اور تخلیہ میں روپے پیش کر دیئے اور فرمایا کہ: حضرت! میں رشوت نہیں لیتا اور یہ میری تنخواہ کی رقم ہے۔ تو فرمایا کہ: مجھے تو یہ وسوسہ بھی نہیں کہ تم رشوت

لیتے ہوگے، البتہ میں تمہاری نوکری کو بھی اچھا نہیں سمجھتا، اس لئے یہ قبول نہیں کرتا۔

اسی طرح ایک دفعہ مفتی صدر الدین صاحب نے آپؒ کے ہاں سے کچھ کتابیں عاریۃً لیں، ان کی جلدیں بوسیدہ ہو چکی تھیں، تو انہوں نے نئی جلدیں کروا دیں اور واپس کی۔ لیکن جب شاہ صاحبؒ نے دیکھا تو ان جلدوں کو اُتار دیا اور فرمایا کہ: ہماری پُرانی جلدیں ہی واپس کرو! انہوں نے کہا کہ حضرت! یہ تنخواہ کی بھی نہیں بنائی، بلکہ وراثت کے طور پر جو مال ملا ہے، اس سے بنائی ہیں۔ تو فرمایا کہ: اس کے باوجود میرا دِل نہیں مانتا۔

(۱۱)

حضرت خواجہ ابوسعید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ نسب

آپؒ کا نامِ نامی اسمِ گرامی توز کی القدر تھا، لیکن ابوسعید کے نام سے معروف ہوئے، آپؒ کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے مل جاتا ہے، آپؒ کے والد ماجدؒ بھی بڑے مشائخ میں سے تھے اور ان کا وسیع حلقہ تھا۔

تعلیم و تربیت

آپؒ کی ابتدائی تعلیم رام پور میں ہی ہوئی، اور دس سال کی عمر میں آپؒ نے حفظ قرآن کر لیا، اور اس کے بعد قاری نسیم صاحب سے تجوید کا علم حاصل کیا۔ آپؒ کے قرآن کریم کے ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں اتنا اثر تھا کہ جو بھی سنتا دم بخود رہ جاتا تھا، لیکن اس کے باوجود فرماتے تھے کہ: مجھے اپنے اس پڑھنے پر اور لوگوں کی تحسین پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔ لیکن اس کے بعد آپؒ نے ایک دفعہ حرم میں جا کر عربوں کو قرآن سنایا تو انہوں نے بھی تحسین کی، اس کے بعد ان کو یقین ہو گیا کہ میں صحیح پڑھتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت مفتی شرف الدینؒ اور شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ سراج احمد

مجددیؒ سے علوم متداولہ پڑھے اور اپنے مرشد شاہ شاہ غلام علی دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے علمِ حدیث کی سند حاصل کی۔

حضرت ابو سعیدؒ اور سلوک

علمِ دین حاصل کرتے وقت ہی آپؒ کے دِل میں معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا، اور سب سے پہلے آپؒ نے اپنے والدِ محترم کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اس کے بعد آتشِ شوق نے آپؒ کو حضرت شاہ درگاہیؒ کی خدمت میں پہنچا دیا اور حضرت درگاہیؒ نے آپ پر خصوصی توجہ دی، اور کچھ ہی عرصہ میں آپؒ کو اِجازت عطا فرما کر اپنا جان نشین بنایا، لیکن اس کے باوجود آپؒ کی آتشِ شوق ختم نہ ہوئی، تو آپ نے مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی طرف لکھا کہ: میں آپ سے بیعت کر کے آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے جواب لکھا کہ: اس وقت شاہ غلام علی دہلوی سے بڑا آدمی کوئی نہیں ہے، اس لئے ان کے پاس چلے جائیں تو فوراً ہی ان کے پاس پہنچے اور ان سے بیعت کر لی اور ان کی تربیت میں رہے۔ انہوں نے آپؒ پر خاص توجہ دی اور صفر کے مہینے میں سن تیرہ سوتیں ہجری کو شیخ نے آپ کو اپنے سینے کے ساتھ چمٹایا اور بڑی دیر تک چمٹائے رکھا اور آخر الگ کر کے ان کو خلافت عطا فرما دی۔

اس کے ایک سال کے بعد گیارہ جمادی الاولیٰ سن بارہ سو اکتیس میں شیخ نے یہ اعلان کر دیا کہ آج کے بعد میری مسندِ خلافت اور درس و تدریس کی جگہ پر ابو سعید بیٹھیں گے اور لوگوں کی تربیت کریں گے۔ اس پر کچھ لوگوں کو رشک ہوا اور انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ ابھی ابھی آئے ہیں، اور ان کو اتنا مقام کیوں دیا جا رہا ہے؟ تو شیخ نے فرمایا کہ: اس نے اپنے زندہ شیخ کو چھوڑا اور مسندِ خلافت کو ہمارے لئے چھوڑا ہے، اس لئے ان کا اتنا حق ہے کہ ان کو اتنا نوازا جائے۔

اس کے کچھ عرصے کے بعد کچھ احباب کے اِصرار پر آپؒ نے علمِ تصوف پر ایک رسالہ تحریر کیا: ''ہدایت الطالبین'' جس کو آپؒ نے اپنے شیخ پر پیش کیا، تو انہوں نے بھی بہت تعریف فرمائی اور اس کے آخر میں کچھ سطور اپنی طرف سے لکھ کر دیں۔

جب آپؒ کے شیخ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اس وقت شیخ ابوسعیدؒ لکھنؤ میں تھے، شیخ نے ان کو خط لکھا اور کہا کہ: میں اپنے کو اس دارِفانی سے جاتا ہوا دیکھ رہا ہوں، اس لئے خط ملتے ہی فوراً چلے آؤ اور اپنی جگہ پر اپنے فرزند احمد سعید کو چھوڑ کر آجاؤ اور میرا دِل چاہتا ہے کہ میری وفات کے وقت تم میری چارپائی پر بیٹھے رہو اور قیومیت کے زمانے کے حامل بن جاؤ۔ خط ملتے ہی فوراً چلے اور اپنے شیخ کے پاس پہنچے، انہوں نے اپنی جانشینی آپؒ کے سپرد کی اور خود دُنیا فانی سے رُخصت ہو گئے۔

اپنے شیخ کی وفات کے بعد نو سال تک شیخ ابوسعیدؒ نے اس گدی کو رونق بخشی اور اس کے بعد اپنے بڑے بیٹے شیخ احمد سعید کو اپنی جگہ پر بٹھا کر خود حج کے لئے تشریف لے گئے۔

شیخ ابوسعیدؒ کا سفرِ حج اور سفرِ آخرت

شیخ ابوسعیدؒ اپنے دُوسرے بیٹے شاہ عبدالغنیؒ کو ساتھ لے کر سن بارہ سو انچاس ہجری کو حج کے لئے گئے، اہلِ دہلی کو بہت افسوس ہوا، لیکن شیخ نے سفر شروع کیا، اور رمضان کا مہینہ بمبئی میں گزارا، اور قرآن شریف ختم کیا، اور شوال کے مہینے میں بحری جہاز کے ذریعے سفر کا آغاز کیا، اور تین یا چار ذی الحجہ کو حرم پہنچے، وہاں پر بڑے بڑے علماء، فقہاء، محدثین آپؒ کی زیارت کے لئے بے تاب تھے، وہیں پر محرم کے مہینے میں آپؒ کو اِسہال کا مرض لاحق ہوا، اور مرض نے شدّت اِختیار کیا، اور پھر محرم میں ہی آپؒ کے دِل میں مدینہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اسی حالت میں ہی مدینہ منورہ کا سفر اِختیار کیا، ربیع الاوّل آپؒ نے مدینہ میں ہی گزارا، اور وہاں بھی آپؒ کی ملاقات کے لئے اتنے لوگ آتے کہ آپ کا

گھر بھر جاتا تھا، بالآخر مدینہ میں آپ کی بیماری میں کچھ افاقہ ہوا، اور آپ ایک میل تک پیدل چل لیا کرتے تھے، تو وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا، جب واپس ہوئے تو راستے میں آپ کی طبیعت بگڑ گئی، جب رمضان کا مہینہ آیا تو آپ اس وقت ٹونک شہر میں داخل ہو چکے تھے، وہاں کے شہر کے نواب نے آپ کا بڑا اکرام کیا اور بہت زیادہ عزت افزائی کی، آپ نے روزہ رکھنے کی کوشش کی، لیکن طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو فدیہ ادا کر دیا، جب عید کا دِن آیا تو وہ ہفتہ کا دِن تھا، اور سن بارہ سو پچاس تھا، ظہر کے بعد اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان کو وصیت کی اور کچھ دیر کے بعد اس دارِ فانی سے رُخصت ہو گئے۔

آپ کی نمازِ جنازہ شہر کے قاضی مولانا خلیل الرحمٰن نے پڑھائی اور اس کے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو آپ کا بیٹا تابوت میں ڈال کر دہلی لے آیا، اور دہلی پہنچ کر چالیس دن کے بعد آپ کے تابوت کو کھولا گیا تو اس سے خوشبوئیں پھوٹ رہی تھیں، اور جو رُوئی آپ کے جسم کے ساتھ رکھی گئی تھی، اس سے بھی خوشبو آ رہی تھی، وہ لوگوں نے آپس میں تقسیم کر لی، اور آپ کو آپ کے شیخ کے پہلو میں ہی دفن کر دیا گیا۔





(۱۲)

حضرت خواجہ احمد سعید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ



سلسلۂ نسب

ان کا نام گرامی قدر احمد سعید اور کنیت ابوالمکارم ہے، اور تاریخی نام مظہر یزداں ہے، نسب کے لحاظ سے آپ فاروقی ہیں، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خاندان میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ریاست رامپور میں ۳۱ر جولائی ۱۸۰۲ء بمطابق ۱۲۱۷ ہجری کو ہوئی۔ آپ کے نانا حضرت شاہ غلام صدیقؒ نے آپ کا مشرب معلوم کر کے آپ کا اسم گرامی غلام غوث رکھا تھا، لیکن والدین کا رکھا ہوا نام ہی زیادہ مشہور رہا۔

تعلیم وتربیت

آپؒ نے ابتدائی تعلیم رامپور میں ہی حاصل کی اور قرآن پاک حفظ فرمایا، چونکہ آپ کے والد ماجدؒ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم قاری بھی تھے، اس لئے قرآن پاک اپنے والد ماجدؒ سے باتجوید حفظ کیا، اور دورانِ حفظ اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ کبھی کبھی حضرت شاہ درگاہیؒ کی خدمت میں بھی جاتے تھے، وہ آپؒ کو محبت سے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کلام پاک سنتے تھے، اور جب آپؒ کے والد ماجدؒ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں تشریف لائے تو یہ بھی ساتھ تھے اور اس وقت آپؒ کی عمر دس سال بھی نہ ہوئی تھی۔

حفظ سے فراغت کے بعد آپؒ نے علوم عقلی مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین اور شاہ سراج احمد مجددی سے حاصل کئے اور آپ شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ کی خدمت میں بھی برائے استفادہ حاضر ہوا کرتے تھے، شاہ سراج احمد مجددی آپؒ کے والد ماجدؒ کے ماموں اور خواجہ محمد سعید کی اولاد میں سے تھے، حدیثِ مسلسل کی اجازت آپؒ نے ان سے ہی لی تھی اور علمِ حدیث میں آپؒ کے اُستاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تھے، علمِ تصوف میں رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، الاحیاء العلوم، نفحات، رشحات، مکتوبات شریف، مثنوی معنوی وغیرہ، آپؒ نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے پڑھیں اور حدیث میں سنن ترمذی اور مشکوٰۃ شریف بھی انہی سے پڑھی۔

حضرت احمد سعیدؒ اور سلوک

حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ نے آپ کو فرمایا کہ حال کو قال سے جمع کرو، لہٰذا علماء سے علمِ ظاہر پڑھا کرو اور فرصت کے اوقات میں حلقے میں شریک ہو جایا کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ: اکثر ایسا ہو جاتا کہ جگہ نہ ملتی تو شاہ صاحب اپنے پاس بلا کر بٹھا لیا کرتے تھے۔ علمِ تصوف وسلوک اوّل تا آخر آپؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ سے ہی

سیکھا اور اِجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، لیکن چونکہ تربیت میں اپنے والدؒ سے بھی توجہات لی تھیں، اس لئے شجرہ میں والدؒ کے بعد ان کا نام آتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کو ان پر اتنا اِعتماد تھا کہ جب شاہ صاحبؒ نے تصوف پر ایک رسالہ ''کمالاتِ مظہری'' تالیف کیا تو اس کے آخر میں ان کا تذکرہ بھی کیا اور فرمایا کہ: نسبت میں یہ اپنے والد کے زیادہ قریب ہیں۔

شیخ کی جلاوطنی

شیخ کے زمانے میں انگریز نے اپنا بہت زیادہ اثر ورُسوخ اس خطے میں پیدا کرلیا اور کئی علاقوں پر قبضہ کرلیا، تو اس کے خلاف علمائے اُمت نے اِجتماعی طور پر فتویٰ دیا کہ اب ہندوستان دارُالحرب بن گیا ہے، اس لئے کفر کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا جاتا ہے۔ اس فتویٰ پر بڑے بڑے علماء نے دستخط کئے، اور حضرت شیخ اگرچہ فتویٰ نہیں دیتے تھے، لیکن اس فتویٰ پر انہوں نے بھی دستخط کئے، اور اسی کی وجہ سے اٹھارہ سوستاون کی جنگِ آزادی ہوئی، اس کے بعد انگریز نے آپؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری کردیئے اور یہ فیصلہ ہوا کہ رات کے وقت خانقاہ پر چھاپہ مار کر حضرتؒ اور ان کے مریدین کو گرفتار کرلیا جائے، حضرتؒ کو اِطلاع مل گئی اور انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعلان کردیا، اور شام سے پہلے ہی نکل کھڑے ہوئے، اور مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے، لاہور پہنچتے ہی اپنے خلیفہ حاجی دوست محمد کو اپنی آمد کی اِطلاع دی، ان کو علم ہوا تو فوراً اپنے مریدین کی ایک جماعت آگے روانہ کردی تاکہ آپؒ کے لئے انتظام کیا جاسکے، اور خود بھی استقبال کے لئے نکلے اور ڈیرہ اسماعیل خان میں فروکش ہوئے، جب شیخ پہنچے تو ان کا والہانہ استقبال کیا اور اپنی خانقاہ موسیٰ زئی شریف لے کر آئے، وہاں پہنچ کر حاجی صاحبؒ نے آپؒ کی خدمت میں ایک بڑی رقم اور اپنی خانقاہ کی چابیاں ہدیہ دے کر کہا کہ آپ یہاں ہی تشریف رکھیں، لیکن حضرتؒ نے فرمایا کہ: رقم تو تمہاری دِل جوئی کے لئے قبول کرتا ہوں، باقی یہ خانقاہ اور

دہلی والی خانقاہ دونوں کا متولّی میں تم کو بناتا ہوں، ان کو اچھے طریقے سے چلانا اور خیال رکھنا، دہلی کی خانقاہ میری زندگی کا ثمر ہے، اس کا خاص خیال کرنا چاہئے، وہاں پر خود چلے جاؤ یا اپنے کسی خلیفہ کو بھیج دو۔ اور ایک تحریر لکھ کے دے دی کہ میں حرم کے سفر میں جا رہا ہوں، اور اپنا قائم مقام دوست محمد کو بنا کر جا رہا ہوں، اس لئے تمام مریدین ان کی اِتباع کریں۔ حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک پاک باطن خلیفہ حضرت مولوی رحیم بخش پنجابی کو ان کے سامنے کیا اور کہا کہ: حضرت! دہلی کی خانقاہ کے لئے یہ شخص مناسب ہے، اور ان کی اجازت سے ان کو اسی وقت روانہ کر دیا گیا۔



حضرت شیخ اٹھارہ دن تک وہاں پر رہے، اور ہزاروں لوگوں نے مختلف جگہ سے آ کر آپؒ کی توجہات حاصل کیں، اور حاجی دوست محمدؒ نے دو بیل اور بیسیوں دُنبے ذبح کر کے آپؒ کی ضیافت کی، اس کے بعد بذریعہ کشتی کے بمبئی پہنچے، اور وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے سے جدہ پہنچے، اور شوال کے مہینے میں حرم پہنچے، بارہ سو چوہتر میں آپؒ نے حج کیا، اور تین ماہ تک مکہ میں ہی قیام فرمایا، اس کے بعد بارہ سو پچھتّر ماہ ربیع الاوّل میں آپؒ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور پھر آخر تک آپؒ کا قیام مدینہ میں ہی رہا۔



اور سن بارہ سو ستتر کو آپؒ کی وفات ہوگئی، اور آپؒ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب دفن کر دیا گیا۔

(۱۳)

حضرت خواجہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ نسب

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ علوی سادات میں سے تھے، اور ان کا سلسلۂ نسب حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا

ہے۔ ان کی پیدائش گیارہ رمضان سن گیارہ سو، یا گیارہ سو تیرہ ہجری کو ہوئی، ان کے والد مرزا جانؒ اس وقت اورنگزیب عالمگیرؒ کے دربار میں صاحبِ منصب تھے، جب اورنگزیبؒ کو ان کی پیدائش کا علم ہوا تو اس نے کہا: چونکہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام جانِ جان ہوگا۔

تعلیم وتربیت

آپؒ کے والد نے آپؒ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، اور شروع میں فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے ہی پڑھیں۔ حفظِ قرآن اور تجوید وقراءت قاری عبدالرحیمؒ اور علمِ تفسیر وحدیث حاجی محمد افضل سیالکوٹی اور شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی سے حاصل کی۔

شجاعت

حضرتؒ علوم وفنون کے علاوہ سپہ گری کے فن میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے، اسی لئے خود فرماتے تھے کہ: اگر بیس آدمی بھی تلواریں لے کر میرے مقابلے میں آجائیں اور میرے پاس صرف ایک لاٹھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے کوئی زخم نہیں پہنچاسکیں گے۔ ایک دفعہ یہ اپنے گھوڑے پر سوار آرہے تھے کہ سامنے سے ایک مست ہاتھی آگیا، ہاتھی والے نے شور کیا اور ان کو کہا کہ آگے سے ہٹ جاؤ، لیکن خود فرماتے ہیں کہ: مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ ایک بے جگر حیوان کے مقابلے سے ہٹ جاؤں، تو میں اس کے سامنے آگیا اور ہاتھی نے مجھے اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا تو میں نے اس کی سونڈ میں اپنا خنجر دے مارا، ہاتھی نے چیخ ماری اور مجھے دُور پھینک دیا، اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے کچھ نہ ہوا۔

حضرت مرزاؒ اور سلوک

حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباعِ سنت کا شوق میرے دل میں شروع سے ہی تھا، میں ابھی نو سال کا ہی

تھا کہ مجھے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر جب بھی ہوتا تو ان کا جسمِ اطہر میرے سامنے آجاتا اور میں نے کئی بار اُن کی بیداری میں زیارت کی۔

جب ان کی عمر سولہ سال ہوئی تو ان کے والد محترم فوت ہوگئے تو ان کے رشتہ دار ان کو لے کر بادشاہ کے دربار میں گئے کہ ان کو اَب دربار میں رکھ لیا جائے، لیکن اس دن بادشاہ دربار میں نہ آیا، لیکن اسی رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک درویش نے اپنی دستار اُتار کر ان کے سر پر رکھ دی، اس کے بعد ان کو بادشاہ کے دربار میں عہدہ ملنے کی کوئی تمنا نہ رہی، اور جہاں کہیں بھی کسی اللہ والے کا علم ہوتا، اس کے پاس چلے جاتے۔

اٹھارہ سال کی عمر میں لوگوں سے حضرت سیّد نور محمد بدایونی کے کمالات کے بارے میں سنا تو ان سے ملنے کا شوق پیدا ہوا، جب تیار ہو کر ان کی مجلس میں گئے تو حضرتؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ بغیر اِستخارہ کے سبق نہیں دیا کرتے تھے، لیکن ان کو اِستخارے کے بغیر ہی کہا کہ: آنکھوں کو بند کرو! فرماتے ہیں: میں نے آنکھیں بند کیں تو حضرت نے میرے پانچ لطائف جاری کر دیئے۔ فرماتے ہیں کہ: حضرتؒ کی توجہ کی تاثیر نے میرے دل کو اتنا متاثر کیا کہ جب دُوسرے دن میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو بعینہٖ اپنے شیخ کی شکل محسوس کی، اور میرے دل میں شیخ کی محبت اور زیادہ ہوگئی۔ اس کے بعد چار سال تک ان کی صحبت میں رہا، اور آخر چار سال کے بعد شیخ نے اجازت بمع اپنی خرقہ کے عطا فرمائی۔

شیخ سیّد نور محمد بدایونیؒ کی وفات کے بعد چھ سال تک مرزا صاحبؒ اپنے شیخ کی قبر پر مراقب ہو کر اِستفادہ کرتے رہے، لیکن بار بار شیخ کے خواب میں آنے اور یہ وصیت کرنے پر کہ کسی زندہ شخص سے بھی اِستفادہ کرو! مرزا صاحبؒ اس اِرشاد کی تعمیل کرتے ہوئے شاہ گلشن علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چلے گئے، اس کے بعد قیوم رابع خواجہ محمد زبیر کی خدمت سے فیض حاصل کیا، پھر حضرت حاجی محمد افضل اور حضرت حافظ سعد اللہ کی خدمت میں کئی سال رہ کر باطنی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اس کے بعد وہ شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد

سنامیؒ جو کہ شیخ عبدالاحد سرہندیؒ کے خلیفہ تھے، ان کی خدمت میں تشریف لائے اور ان کی خدمت میں سات سال تک رہے، اور حضرت شیخ کی توجہات کی بدولت کمالاتِ ثلاثہ اور حقائقِ سبعہ وغیرہ ختم کیے، ان کو شیخ نے سلسلۂ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ اور سہروردیہ میں بھی اجازت عطا فرمائی۔

حضرت مرزاؒ تقریباً گیارہ سال تک شیخ عابدؒ کی صحبت میں رہے، اور پھر شیخ کی وفات کے بعد مسندِ خلافت کو زینت بخشی، علماء، صلحاء اور طالبین نے آپؒ کی طرف رُجوع کیا اور آپؒ کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی، اور یہ مشہور ہو گیا کہ جو فیض آپؒ کی صحبت سے طالب کو ملتا ہے، وہ باقیوں کی توجہ و ہمت سے بھی نہیں ملتا۔

حضرت مرزاؒ کا زُہد

حضرت مرزاؒ کامل زُہد اور توکل سے متصف تھے، اور دُنیا اور اہلِ دُنیا کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے، اور دُنیا داروں کے تحائف بھی قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے ان کو کہا کہ: مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا ملک دیا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں پورا ملک ہدیہ کر کے آپ کو دیتا ہوں۔ تو فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اس پورے عالم کو متاعِ قلیل کہا ہے، اس لئے تو جتنا بھی دے، مجھے نہیں چاہئے۔

شہادت

جب حضرتؒ کی عمر اسّی سال سے بڑھ گئی تو دِل میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا، اور فرمانے لگے کہ: مجھ سے پہلے ہمارے اکابر تو شہادت کا منصب بھی حاصل کر کے دُنیا سے گئے، لیکن مجھے شاید یہ سعادت نہ مل سکے، چلو باطنی شہادت ہی کافی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے شوق کو پورا فرمایا اور باطنی کے ساتھ ساتھ آپ کو ظاہری شہادت بھی عطا فرمائی۔ اس زمانے میں دہلی کا حکمران نجف خان کو، جو غالی شیعہ تھا، بنایا گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس جگہ دو شخصیات دِین کا بڑا کام کر رہی ہیں، ایک شاہ ولی اللہؒ اور دُوسری

حضرت مرزا صاحبؒ، تو اس نے ان کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا، اور ایک رات جب آپ اپنے گھر میں عشاء کے بعد آرام کر رہے تھے تو دروازے پر دستک ہوئی، خادم باہر گیا تو تین آدمی تھے، انہوں نے حضرتؒ کا پوچھا، خادم نے آ کر بتایا، جب وہ اندر داخل ہوئے تو ان میں ایک ایرانی مغل تھا، اس نے طبانچہ سے گولی ماری جو حضرتؒ کو لگی اور زخمی ہو گئے، اور تین دن کے بعد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تدفین

آپؒ کی اہلیہ محترمہ کی نگرانی میں آپؒ کی تجہیز و تکفین کی گئی، اور بی بی صاحبہ کی حویلی میں جو کہ چتلی قبر سے متصل تھی، وہاں پر دفن کیا گیا، آپؒ کے ساتھ سلسلۂ نقشبندیہ کی تین ہستیاں: شاہ غلام علیؒ، شاہ ابو سعیدؒ، شاہ ابوالخیر مجددیؒ بھی محوِ خواب ہیں۔

(۱۴)

حضرت خواجہ شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ نسب

سن گیارہ سو چھپن ہجری میں حضرت سیّد عبداللطیف شاہ بٹالویؒ کے گھر میں آپؒ کی پیدائش ہوئی، حضرت شاہ صاحبؒ نے ان کی ولادت کے بعد فرمایا کہ: مجھے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ: اس کا نام علی رکھنا! تو ان کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ: مجھے خواب میں ایک نورانی صورت بزرگ نے فرمایا کہ اس کا نام عبدالقادر رکھنا، تو آپؒ کے چچا نے آ کر کہا کہ: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے، انہوں نے فرمایا کہ نام عبداللہ رکھنا۔ تو ان کا نام عبداللہ رکھا گیا اور کنیت علی رکھی گئی، لیکن جب وہ خود سن شعور کو پہنچے تو ادب کا لحاظ کرتے ہوئے علی کے ساتھ غلام کا اضافہ کر دیا اور اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ آپؒ کے والدؒ بھی اپنے وقت کے بزرگ شمار کئے جاتے تھے

اوران کاتعلق حضرت شاہ ناصر الدین قادریؒ کے ساتھ تھا۔

تعلیم وتربیت

آپؒ کے والدؒ نے آپؒ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، اور آپؒ نے ابتدائی تعلیم بٹالہ میں ہی حاصل کی، اور جب آپؒ کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو آپؒ کے والدؒ نے آپؒ کو اپنے شیخ کی صحبت میں لانے کے لئے آپؒ کو دہلی بلایا، لیکن جس وقت آپؒ دہلی پہنچے تو کچھ دنوں کے بعد آپؒ کے والد کے شیخ کی وفات ہوگئی، جس سے آپؒ کے والد محترم کو سخت تکلیف ہوئی اور انہوں نے آپؒ کو کہا کہ: اب تمہاری مرضی ہے، جہاں چاہو جا کر تربیت لے لو!



شجاعت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی شجاعت عطا فرمائی اور کبھی کوئی غلط کام ہوتا دیکھتے تو اس سے فوراً روک دیا کرتے تھے، اور حکام اور بادشاہِ وقت تک کو تلقین کر دیا کرتے تھے۔



ایک دفعہ جب آپؒ کو علم ہوا کہ دہلی میں جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ اشیائے مبارکہ کو لوگوں کے دیکھنے کے لئے رکھا گیا ہے، وہاں پر کچھ اکابر کی اشیاء بھی رکھی گئی ہیں، تو آپؒ نے فوراً بادشاہِ وقت اکبر بادشاہ کو لکھا کہ ان چیزوں کو وہاں سے ہٹاؤ! تو اس نے فوراً ہٹوا دیں۔



حضرت دہلویؒ اور سلوک

آپؒ نے دہلی میں ہی رہ کر جب علم کا حصول شروع کیا تو کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے، لیکن جب آپؒ کی عمر بائیس سال ہوئی تو آپؒ کی ملاقات مرزا مظہر جانِ جاناںؒ سے ہوگئی تو فوراً ہی ان سے بیعت ہو کر ان کی تربیت میں بیٹھ گئے۔ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ایک مرید جو کہ کشف وکرامات چاہتا تھا، اس سے حضرت مرزاؒ ناراض ہوگئے تو میں فوراً پہنچا اور میں نے ناراضی کی وجہ پوچھی تو مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ: یہاں پر تو بغیر نمک

کے پتھر کی سِل کو چاٹنا پڑتا ہے؟ تو میں نے فوراً کہا کہ حضرت! میں تو بغیر نمک کے سِل چاٹنا چاہتا ہوں، یعنی صبر اور اِستقامت کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ: ٹھیک ہے! تم میرے پاس رہ سکتے ہو۔ اس کے بعد حضرتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بیعت تو سلسلۂ قادریہ میں کی تھی، لیکن حضرت مرزاؒ نے اسباق مجھے نقشبندیہ میں دینے شروع کردیئے، تو مجھے ہروقت یہ خیال رہتا کہ اس سے پیرانِ پیرؒ ناراض نہ ہوجائیں، تو ایک رات مجھ کو خواب آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرہ ہے، اور اس میں پیرانِ پیرؒ بیٹھے ہیں، اور سامنے ہی دُوسرا کمرہ ہے اس میں خواجہ نقشبند تشریف فرما ہیں، میں پیرانِ پیر کی طرف جانے لگا، تو انہوں نے فرمایا کہ: مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، وہ جس راستے سے ملے، اس کو حاصل کرلینا چاہئے، جاؤ خواجہ نقشبند کی طرف! اس کے بعد میرا دِل مطمئن ہوگیا۔

پندرہ برس تک حضرتؒ اپنے شیخ حضرت مرزاؒ کی سرپرستی میں رہے، اور حضرت مرزا رحمہ اللہ سے آپؒ نے صرف سلوک کی منازل ہی طے نہ کیں بلکہ ان سے حدیث شریف کو بھی پڑھا، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو ایک خاص اِستعداد عطا فرمائی تھی، اس لئے آپ بہت جلد ہی سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے کمال تک جاپہنچے اور اپنے شیخ کی حیات میں بھی لوگوں کا رُجوع آپؒ کی طرف ہونے لگا۔

حضرت دہلویؒ کا زُہد

اگرچہ آپؒ کی طرف لوگوں کا بہت زیادہ رُجوع تھا، لیکن آپؒ نے اپنے تمام اوقات کو عوام کی تربیت کے لئے وقف کردیا اور دُنیاوی مال ومتاع اور آرام وراحت سے آپؒ کو دُور کا واسطہ بھی نہ رہا تھا۔

روزانہ دس پارے کلام اللہ شریف کی صبح کے وقت ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے، اور اس کے بعد مراقبہ کرتے، اس کے بعد اِشراق کی نماز پڑھنے کے بعد تفسیر وحدیث کی تعلیم دینے میں مصروف ہوجایا کرتے تھے، حتیٰ کہ دوپہر سے کچھ پہلے دِن کا کھانا تناول

فرما کر قیلولہ فرماتے اور ظہر کے بعد دوبارہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ اور عصر کے بعد مریدین آپؒ سے سلوک کے اسباق لیتے، رات بھر آپؒ عبادت میں مشغول رہتے اور کئی برس تک آپؒ نے چارپائی کو اِستعمال نہیں کیا۔

شیخ کا سلسلہ

شیخ دہلویؒ کا سلسلہ آپؒ کی حیات میں ہی بہت زیادہ پھیل گیا اور دُور دُور تک آپؒ کے خلفاء پھیلے، اور انہوں نے آپؒ کے سلسلے کو آگے چلایا، خاص طور پر علامہ خالد کردیؒ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے سلسلے کا بہت کام لیا۔

ملفوظات:...ایک دفعہ کسی نے آپؒ سے پوچھا کہ: فقیر کس کو کہتے ہیں؟

فرمایا: فاء سے مراد فاقہ کشی ہے، اور توکل کر کے بیٹھا رہنا ہے۔

قاف سے مراد قناعت کرنا ہے اور جستجو کو چھوڑ دینا ہے۔

یاء سے مراد یادِ الٰہی ہے اور دو جہان کو فراموش کر دینا ہے۔

راء سے مراد ریاضت و مجاہدہ ہے۔

وفات

جب آپؒ کی زندگی کے آخری ایام آئے تو آپؒ نے فرمایا کہ میرا دِل چاہتا ہے کہ مجھے بھی مرزا مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ کی طرح شہادت ملے، لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آزمائش آئی تھی اور تین سال قحط رہا اور قتلِ عام ہوا، اس کی وجہ سے میں شہادت سے ڈرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ: جب میں مر جاؤں تو میری میّت کو لے جا کر ان آثار کے پاس جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع مسجد میں رکھے ہیں، ان کے پاس لے جانا اور وہاں جا کر میری شفاعت کی درخواست کرنا۔ اسی طرح کیا گیا اور اس کے بعد آپ کو اپنے پیر مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے پہلو میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔
